يَسُهُرُمُ الْجُمَعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرُ

واقعات صحیحہ

یعنی

پیر مہر علی شاہ گولڑوی کا حضرت مرزا غلام احمد صاحب

مسیح موعود و مہدی معہود کے بالمقابل مُباحثہ تفسیر القرآن

سے انکار و فرار

اور اُس کی آمد و رفت کا سچا فوٹو

مؤلف و مرتب

مفتی محمد صادق صاحب عثمانی احمدی

حسبِ فرمائش انجمن احمدیہ فرقانیہ لاہور بماہ نومبر 1900ء

انوار احمدی لاہور میں چھپ کر شائع ہوا

نام کتاب	واقعاتِ صحیحہ
مصنّف	حضرت مفتی محمد صادق صاحب
طبع اول	1900ء
طبع دوم	2011ء
تعداد	ایک ہزار
کمپوزنگ	طارق محمود منگلا
پبلشر	عبدالمنان کوثر
پرنٹر	طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ
مطبع	ضیاء الاسلام پریس چناب نگر ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:۔

لَقَدۡ کَانَ فِیۡ قَصَصِہِمۡ عِبۡرَۃٌ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ (یوسف:112) کہ انبیاء کے واقعات میں عقلمندوں کے لئے عبرت ہے۔اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سچی تاریخ اہل قلب ونظر کیلئے سبق اور نصیحت ہوتی ہے۔مگر برا ہو اہل باطل کا جو اسے مسخ کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ خدا کے ہر فرستادے کے ساتھ الٰہی تائید ونصرت کی یہ تاریخ اس زمانہ کے مامور مسیح ومہدی کے عہد میں بھی دہرائی گئی۔ ایسے بے شمار واقعات میں سے ایک مثال پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے مقابل پر تفسیر نویسی کا عظیم الشان اور زندہ جاوید نشان ہے، جسے مٹانے کی مذموم سعی کرنے والے آج بھی یہ دروغ بے فروغ پھیلانے سے باز نہیں آتے کہ پیر صاحب تو مقابلہ کیلئے لاہور پہنچ گئے مگر مرزا صاحب نہ پہنچے اور یوں گویا انہیں شکست ہوئی۔جبکہ پیر صاحب کے قلم نے از خود چل کر لکھنا شروع کر دیا۔

سبحان اللہ! وہ قلم تو اپنے پیر صاحب سے بھی زیادہ مستعد نکلا کہ جو کام پیر صاحب نہ کر سکے ان کے قلم نے کر دکھایا، وہ قلم تو ضرور کسی عجائب گھر کی زینت ہوگا۔کم از کم گولڑہ شریف ریلوے سٹیشن کے تاریخی عجائب گھر میں۔مگر حقائق تلخ ہوتے ہیں فی الواقع ایسا نہیں بلکہ معاملہ اسکے بالکل برعکس ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے علماء سے طویل مباحثات

ومناظرات کے بعد1896ء میں اپنی کتاب انجام آتھم میں آئندہ کے لئے مباحثات کے نتائج بدامنی وفتنہ انگیزی وغیرہ کے پیش نظر ان میں حصہ نہ لینے کا اعلان کیا لیکن صوفیاء اور اہل اللہ کہلانے والوں کیلئے روحانی مقابلہ کا میدان کھلا رکھا، جیسا کہ اسی کتاب میں پیر مہر علی شاہ صاحب کو مباہلہ کے روحانی مقابلہ کی دعوت بھی دی جسے انہوں نے قبول نہ کیا۔

1900ء میں جب پیر مہر علی شاہ صاحب نے ایک کتاب ''شمس الھدایہ'' حیات مسیح کے موضوع پر شائع کی اور حضرت مولانا نورالدین صاحب نے ان سے محوّلہ کتب کے بارہ میں بعض استفسار کئے تو پتہ چلا کہ دراصل کتاب مذکوران کے مرید مولوی محمد غازی کی تالیف ہے جسے پیر صاحب سے منسوب کردیا گیا ہے۔اس کتاب کا جواب حضرت مسیح موعودؑ کے ایک مخلص رفیق اور سلسلہ کے بزرگ عالم حضرت سید محمد احسن امروہی صاحب نے ''شمس بازغہ'' کے نام سے لکھا اور مؤلف کتاب کے چیلنج کے جواب میں اپنی طرف سے مباحثہ کی بھی دعوت قبول کر لی مگر پیر صاحب نے اسکا کوئی جواب نہ دیا۔

اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے کتاب شمس الہدایہ میں پیر صاحب کے اس دعویٰ کہ ''انہیں قرآن کریم کی سمجھ عطا کی گئی ہے'' کے فیصلہ کیلئے ایک آسان طریق تجویز کرتے ہوئے 20 جولائی 1900ء کو انہیں مقابلہ تفسیر نویسی کا چیلنج دیا کہ قرآن کریم کی کوئی سورۃ قرعہ اندازی کے ذریعہ نکال کر فریقین اس کی (چالیس آیات تک) تفسیر عربی زبان میں تحریر کریں اور تین علماء اہل سنت فریقین کی تفاسیر دیکھ کر یہ فیصلہ کریں کہ کون سی کوئی تفسیر زیادہ فصیح اور ایسے اعلیٰ نکات پر مشتمل ہے جس کا نمونہ پہلی تفاسیر میں موجود نہیں۔ یہ ثابت ہو جانے پر اس فریق کو حق پر اور من جانب اللہ تسلیم کیا جائے گا۔

کاش! پیر صاحب اس روحانی مقابلہ کی دعوت کو قبول کرتے تو دنیا حق و باطل کا ایک اور روحانی و علمی معرکہ کا ایک شاندار نظارہ دیکھتی۔ کیونکہ یہ مقابلہ دراصل قرآنی آیت **لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ** کی روشنی میں مطہرومقرب الٰہی وجود کے لئے نشان بنتا۔ مگر انہوں نے یہ جاننے کے باوجود کہ حضرت مرزا صاحب نے آئندہ مناظرے نہ کرنے کا اعلان کیا ہوا ہے نہایت نامعقول حیلے اور عذر لنگ اس مقابلہ تفسیر نویسی سے بچنے کے لئے پیش کئے۔ مثلاً یہ کہ پہلے مباحثہ و مناظرہ ہو اس کے بعد حضرت مرزا صاحب علماء کے فیصلہ کے بعد پیر صاحب کے ہاتھ پر توبہ کریں پھر تفسیر نویسی کا مقابلہ ہو۔

ان شرائط سے پیر صاحب کے مقابلہ پر آنے یا نہ آنے کی حقیقت صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ نشان کسی اور رنگ میں دکھانا مقصود تھا جیسا کہ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ پیر صاحب آپ کے مقابلہ میں نہیں آئیں گے اور ہرگز کچھ لکھ نہ سکیں گے۔

پیر صاحب کے عاجز آنے کا یہ نشان اس شان کے ساتھ ظاہر ہوا کہ خود انہیں بھی اس کا اقرار کرنا پڑا۔ چنانچہ ان کی سوانح ''مہر منیر'' میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ پیر صاحب نے ''قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کا ارادہ فرمایا پھر یہ کہہ کر...... معذرت خواہ ہوئے کہ میرے خیال تفسیر پر میرے قلب پر اس قدر بارش شروع ہوگئی ہے جسے ضبط تحریر میں لانے کے لئے ایک عمر درکار ہوگی۔

(مہر منیر تالیف مولوی فیض احمد صفحہ: 245)

دوسری طرف خود ''مہر منیر'' کے مطابق حضرت مرزا صاحب نے انہیں اتمام حجت کی خاطر 15/دسمبر 1900ء سے ستر دن کی میعاد مقرر کر کے سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھنے کا دوسرا چیلنج دے دیا۔ اور باوجود خود ایک ماہ بیمار رہنے کے اس میعاد

کے اندر سورہ فاتحہ کی تفسیر ''اعجاز المسیح'' عربی میں تصنیف فرما کر دنیا کے سامنے پیش فرما دی جو آج بھی ایک زندہ معجزہ ہے۔جبکہ پیر صاحب تا دم واپسیں اس کا کوئی جواب پیش نہ کر سکے اور حضرت مرزا صاحب کی یہ بات پوری ہوئی کہ کوئی بھی اس کا جواب نہ لکھ سکے گا۔عقل محوِ حیرت ہے کہ پیر صاحب کے حواری ان کے قلم کے ازخود چلنے کے قصے کیسے بیان کرتے ہیں۔کوئی ایسا طلسماتی قلم تھا بھی تو وہ کہاں اورکس عجائب خانے میں محفوظ ہے؟ اور اگر قلم نہیں تو جو تفسیر اس نے لکھی اس کا ہی کوئی نمونہ دکھا دیا جائے۔مگر جواب میں سوائے لاف وگزاف کے سوا کچھ نہیں۔

اگر پیر صاحب واقعی مرد میدان ہوتے تو جس طرح تین بار باصرار اس دعوتِ مقابلہ تفسیر نویسی جماعت احمدیہ کی طرف سے ان پر اتمام حجت کیا گیا وہ انہیں میدان میں نکالنے کے لئے کافی ہونا تھا۔مگر انہوں نے تو ایک ہی رٹ لگائے رکھی کہ پہلے میرے ساتھ مباحثہ کریں۔اس کے بعد بیعت توبہ کریں اور پھر مقابلہ تفسیر نویسی ہو۔دوسرے لفظوں میں انہوں نے اس مقابلہ میں اپنی شکست تسلیم کر لی۔

اس سارے روحانی وعلمی مقابلہ کی دلچسپ روداد جماعت کے نامور قلمکار حضرت مولانا مفتی محمد صادق صاحب نے واقعات صحیحہ کے نام سے اس زمانہ میں شائع کر دی تھی تا کہ سند رہے اور ان تاریخی حقائق کو آج تک کوئی چیلنج نہیں کر سکا اور بلاشبہ یہ واقعات لائق عبرت ہیں۔اس کتاب میں اس زمانہ کے دیگر نامور علماء حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب ، حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور مولانا محمد احسن امروہی صاحب کے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس تاریخی علمی دنگل میں شرکت کا حال بھی مرقوم ہے جو احباب کے لئے باعث دلچسپی ہوگا۔

ان تاریخی عبرت آموز واقعات کا اگر کوئی عنوان دیا جا سکتا ہے تو وہ

پیر صاحب کے ہی پنجابی شعر کے ایک مصرع کا یہ حصہ موزوں ہے۔ کتھے مہر علی؟

بلا شبہ یہ حقائق و واقعات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ کہاں ہے مہر علی کہ وہ تفسیر نویسی کے مقابلہ میں خدا کے فرستادے کے مقابل پر آکر اپنے مطہر ہونے کا ثبوت دے مگر آخر یہ کیا ماجرا ہے کہ جواب میں ایک خاموشی بلکہ سناٹا ہے۔ فانوس ہی اندھا ہے یا اندھے ہیں پروانے؟

اس کا فیصلہ واقعات صحیحہ پڑھنے والے قارئین خود کریں گے اللہ تعالیٰ جزا دے اور درجات بلند فرمائے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے جنہوں نے اُس زمانہ میں یہ قیمتی تاریخی مواد محفوظ کر کے تاریخ احمدیت کی ایک شاندار خدمت انجام دی۔ احباب جماعت کے ازدیادِ علم اور ازدیادِ ایمان کی خاطر یہ کتاب اب مجلس انصاراللہ پاکستان کی طرف سے شائع کی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مفید نتائج نکالے۔ آمین۔

والسلام

خاکسار

حافظ مظفر احمد

صدر مجلس انصاراللہ پاکستان

اِذَا جَاءَ نَصۡرُاللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجا

نشان صداقت

عالی جناب حضرت مسیح موعود کے بالمقابل مباحثہ تفسیر القرآن سے پیر مہر علیشاہ گولڑوی کے انکار کے بعد ملک کے ہر حصہ سے قریباً پانسو آدمیوں کے اس پاک سلسلہ میں داخل ہوکر حضرت مسیح موعود کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ ارادہ تو یہ تھا کہ کُل فہرست اس کے ساتھ شائع کر دی جائے گی۔ لیکن بسبب عدم گنجائش صرف چند اسمائے گرامی یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ باقی پھر کسی دوسرے موقع پر۔

پیر کمال شاہ صاحب ساکن سورت (بمبئی) جو خود بھی ایک مشہور پیر ہیں اور سلیمان صاحب مرحوم تونسوی کے خاندان کے صاحب ارشاد ہیں۔

مولوی محمد علی پنجابی واعظ بوپڑی جس نے پیر مہرشاہ کے قیام لاہور کے دنوں میں گلی کوچوں میں ہمارے برخلاف ہمہ تن زور لگا کر ایک جوش پیدا کرنا چاہا تھا۔ اس کے بھائی مولوی سردار خان صاحب نے ان واقعات کو بچشم خود دیکھ بھال کر اور اپنی والدہ صاحبہ کی دو خوابوں کی بنا پر حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر 11ر ستمبر 1900ء کو بیعت کر لی۔

احمد ہادی صاحب اہلمد کلکٹری الہ آباد

مولوی میر محمد سعید صاحب حیدرآباد دکن

نواب میر بہاؤالدین علی صاحب جاگیردار

نواب حسن الدین خان صاحب

مولوی سید امین اللہ خان صاحب

مولوی میر عبدالرحیم صاحب

مولوی قاری اشرف علی صاحب

محمد ابراہیم صاحب معہ اہل وعیال (۱۰ کس)

حکیم ابوالحسن صاحب امرتسر

حکیم مشتاق احمد صاحب کامل پور

مولوی سید احمد صاحب ضلع گوجرانوالہ
مولوی بدرالدین صاحب رئیس قادر آباد
جناب عبدالکریم صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ڈیرہ اسماعیل خان
شیخ غلام محی الدین صاحب پالم پور
شیخ کرم الٰہی صاحب لاہور
عبدالغنی صاحب ریاست پٹیالہ
مولوی عبدالحلیم صاحب کشمیر
غلام محمد صاحب کلرک بندوبست ۔ بلہیرہ
حافظ کرم الٰہی صاحب ضلع گوجرانوالہ
محمد عبدالرحمٰن صاحب ترک

حکیم محمد حسین صاحب بلب گڑھ
سید حفیظ اللہ صاحب جیند
محمد عزیز الدین صاحب سوجان پور
مبارک علی صاحب علی گڑھ
عبدالقادر صاحب ہیڈ ماسٹر مالور
شیر احمد صاحب کیمپ میرٹھ
عبدالرحمٰن صاحب قریشی کوٹہ ریاست
ملک میسور کے ایک سو آدمی یکدم حضرت کی بیعت سے مشرف ہوئے ۔
عبدالقادر صاحب ایف ۔ اے

باقی آئندہ

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تمہید

اللہ تعالیٰ جب کبھی کسی بندہ کو اپنی توحید کے قائم کرنے کے واسطے مبعوث فرماتا ہے اور اس بندہ کو زمین کے کروڑوں انسانوں میں سے برگزیدہ کر لیتا ہے تو ایسا ہوتا ہے کہ آسمان بھی اُس مرسل من اللہ کے حق میں گواہی دیتا ہے اور زمین بھی گواہی دیتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جو اس کو حقیر خیال کرتے ہیں اور اسے گالیاں دیتے ہیں اور اس کی تکذیب کرتے ہیں وہ بھی اپنے ان افعال اور کردار سے اس کی صداقت میں ایک گواہی دے رہے ہوتے ہیں۔ پر وہ اس بات کو نہیں سمجھتے۔

آج سے تیرہ سو سال پہلے جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح و مہدی موعود کے متعلق یہ فرمایا کہ اس کے زمانہ میں مسلمان کہلانے والے یہود سیرت ہو جائیں گے اور پہلے سے بزرگوں کے کشوف اور الہامات نے اس بات کی تصدیق کی کہ مسیح چودھویں صدی کے ابتدا میں آنے والا ہے اور تیرھویں صدی کے ملانوں کو پہلے بزرگوں نے اپنے کشف سے ایسا ناپاک اور خبیث دیکھا کہ قصۂ یوسف میں اس امر سے فائدہ اٹھا کر کسی نے یہ درج کر دیا کہ یوسف کے بھائی جب بھیڑیئے کو پکڑ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس لے گئے اور کہا کہ اس نے آپ کے بیٹے کو کھایا ہے اور حضرت یعقوبؑ نے اس بھیڑیئے سے پوچھا کہ اے نابکار تو نے یہ کیا کیا۔ تو بھیڑیئے نے سوچا کہ اب میں بغیر کسی سخت غلیظ قسم کھانے کے رہائی نہیں پا سکتا تو اُس نے یہ قسم کھائی کہ اے نبی اللہ اگر میں نے تیرے یوسف کو کھایا ہے تو خدا تعالیٰ مجھے تیرھویں صدی کے ملاّں کی موت دے۔ یہ قصہ سچ ہو یا غلط ہو بہرحال اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلے سے ہی لوگوں کے خیال اس زمانہ کے علماء کی نسبت یہ تھے کہ یہ لوگ ایسے بھیڑیئے ہیں۔ کہ اگر ان کو قابو ملے تو انبیاء کے کھا جانے سے بھی نہیں ٹلیں گے۔

یہ متقدمین کی رائے ہے اور اس پر ہم اپنی طرف سے کچھ زیادہ نہیں کرتے۔ ہاں

ایک تازہ واقعہ کی مثال دے کر لوگوں کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ اس وقت کے امام اور مسیح اور مہدی کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہے۔ مگر ان لوگوں کے ایسا کر دکھانے پر ہمیں چنداں افسوس نہیں کیونکہ ان کے یہ افعال بھی مرسل من اللہ کی تصدیق اور تائید کر رہے ہیں بلکہ اگر یہ لوگ ایسا نہ کریں تو اوّل تو یہ شبہ پڑتا ہے کہ جب علمائے زمانہ خود اصلاح پر تھے تو پھر مجدد کی کیا ضرورت تھی اور دوسرا یہ کہ جب اس زمانہ کے علماء کے متعلق پہلے سے یہ نشان مقرر کیا گیا تھا کہ وہ امام مہدی کی مخالفت کریں گے تو پھر ان کا مخالفت نہ کرنا امام کی صداقت کو شبہ میں ڈال دیتا۔ پس کوئی تو خوشی سے امام کی خدمت میں مصروف ہوتا ہے اور جو یوں نہیں مانتا تو اس سے جبراً خدا تعالیٰ اپنے صادق بندے کی تائید میں کام نکلواتا ہے۔ کیونکہ وہ سلسلہ خدا کا اپنا قائم کیا ہوا ہوتا ہے۔ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعاً وَ كَرْهاً وَاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ۔ (آلِ عمران:84)

کیا یہ الٰہی سلسلہ کو چھوڑ کر اوروں کو پسند کرتے ہیں۔ یہ یاد رکھیں کہ کیا آسمان اور کیا زمین سب الٰہی سلسلہ کی تائید میں سرنگوں ہیں کوئی خوشی سے اس کام میں مصروف ہے اور کسی کی گردن پکڑ کر جبراً اس کام میں لگایا گیا ہے۔ اور انجام کار سب خدا کی طرف جائیں گے اور اپنے عملوں کا پھل پائیں گے۔

میرے سامنے کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ حضرت امامِ زمان کی خدمت بابرکت میں اس بات کا ذکر آیا کہ علماء نے کیوں مخالفت کی تو حضور نے فرمایا کہ ہمارے متعلق نشانات تین طور سے پورے ہو رہے ہیں۔ بعض نشان تو خدا تعالیٰ بغیر کسی انسانی ہاتھ کے درمیان میں لانے کے دکھاتا ہے مثلاً کسوف خسوف کا ماہ رمضان میں نشان اور بعض نشان خدا ہمارے ہاتھوں سے کراتا ہے۔ مثلاً آتھم اور لیکھرام کا نشان کہ بعد مباحثہ اور مطالبہ اور دعا اور اشتہارات کے واقع ہوئے اور بعض نشانوں کے پورا کرنے میں خدا نے ہمارے مخالفوں سے کام لیا ہے اور اگر اُن کو معلوم ہوتا کہ ہماری مخالفت میں بھی وہ ہماری تائید کر رہے ہیں تو شائد ویسا نہ کرتے پر وہ نہیں سمجھتے۔ سو ضرور تھا کہ حضرت مرزا صاحب کی مخالفت ہوتی اور علمائے زمانہ کی طرف سے ہوتی تا کہ خدا کی وہ سنت جو تمام انبیاء اور نبیوں کے سردار علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آنحضرت ﷺ کے تمام غلاموں اور اس اُمّت کے تمام ولیوں پر وارد

ہوئی وہ امام مہدی کے حالات پر بھی وارد ہو وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلاً۔

(الاحزاب:63)

ابتدائے معاملہ

مخالفین اور مکذبین کی کارروائیوں کی مثال میں اس وقت ہم لاہور کا تازہ واقعہ بیان کرتے ہیں جس میں کیا سجادہ نشینوں اور کیا مولویوں نے مل کر اپنے افعال اور اپنے اقوال سے یہ ثابت کرا دیا ہے اور ایک گواہی دلا دی ہے کہ درحقیقت اس وقت امام کی ضرورت ہے۔ اس واقعہ کی ابتدا اس طرح ہوئی ہے کہ چونکہ دوسرے پیروں اور ملانوں کی حرکات سے نفرت کھا کر اور اُن کے اس قسم کے مسائل کو بے ہودہ اور لغو سمجھ کر کہ خونی مہدی آئے گا اور تمام عیسائی وغیرہ بادشاہوں کو قتل کر ڈالے گا۔ اکثر فہیم اور دانا لوگ حضرت مسیح موعود امامِ زمان کے پاک سلسلے میں داخل ہوتے جاتے ہیں تو پرانے علماؤں اور گدی نشینوں کو اپنی آمدنیوں میں گھاٹا پڑنے کا خطرہ پڑ گیا اور ان لوگوں نے حماقت سے امام کی مخالفت شروع کی۔ اس زمرے میں ایک مہر علیشاہ صاحب گولڑوی بھی ہیں جن کو بسبب اپنے پرانے ارادت مندوں کے اُن سے نفرت کرنے اور حضرت مرزا صاحب کے ساتھ اخلاص پیدا کر لینے کے یہ جوش آیا کہ ایک کتاب مرزا صاحب کے برخلاف لکھیں۔ یہ کتاب پیر صاحب نے حیات مسیح کے ثابت کرنے میں لکھی اور اُس میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی حضرت مرزا صاحب کا عقیدہ وفات مسیح کے متعلق غلط ہے۔

اوّل تو اس کتاب کی عبارت ایسی غیر سلیس اور موٹے لفظوں سے بھری ہوئی ہے اور ترکیب فقرات ایسی بے ہودہ اور طرز بیان ایسا لغو ہے کہ سمجھدار لوگوں کو اس کا ایک صفحہ بھی پڑھنا ایسا مشکل ہو جاتا ہے جیسا کہ سیدھی سڑک کو چھوڑ کر ناہموار زمین پر کسی کو گاڑی چلانی پڑے۔ علاوہ ازیں دلائل ایسے لچر دیئے ہیں کہ میں امید کرتا ہوں کہ خود پیر صاحب کے مریدوں میں سے دانا لوگ اپنے پیر کی لیاقت کو پا گئے ہوں گے۔ اور دراصل تو پیر صاحب کا یہ کام سراسر بے فائدہ تھا۔ کیوں کہ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین اور تبع تابعین کسی کا قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بمع جسد عنصری آسمان پر ہونے

کے متعلق ثابت نہیں ۔ بلکہ امام بخاری اور امام مالک اور امام ابن قیم اور امام ابن حزم اور شیخ محی الدین ابن العربی اور دیگر بزرگان دین نے صاف طور پر اپنی کتابوں میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں ۔

حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت چونکہ اس مسئلہ کے متعلق بہت کچھ تحریر کر چکی ہے اور پیر صاحب گولڑوی نے کوئی نئی بات تحریر نہ کی بلکہ پرانی باتوں کو دہرایا جن کا جواب کئی دفعہ دیا جا چکا ہے ۔ اور علاوہ ازیں کتاب بسبب اپنے غیر سلیس املا اور بے ہودہ ترکیب فقرات کے خود اس قابل تھی کہ تعلیم یافتہ لوگ اس کو دیکھ کر نفرت کا اظہار کرتے ۔ اس واسطے حضرت اقدس مرزا صاحب نے جب اُس کتاب کو دیکھا تو آپ نے اس میں چند ایک ایسی کتابوں کے حوالے دیکھے جن کا پنجاب میں بلکہ ہندوستان میں ملنا قریباً محال ہے اور نیز دیگر بہت سی منطق اور علم الٰہی کی غلطیاں اُس میں دیکھیں اور ان کے متعلق دس سوال لکھ کر پیر صاحب کو روانہ کئے ۔ جب پیر صاحب کے پاس وہ خط پہنچا تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ گھبرائے کہ اب ہم سے اپنی کتاب کے متعلق بہت سی باتوں پر مطالبہ ہوگا اور خصوصاً وہ کتابیں جن کا ہم نے حوالہ دیا ہے وہ تو ہمارے پاس موجود نہیں اور نہ ہی ہم نے کبھی دیکھی ہیں ۔ یونہی ان کے نام لکھ دیئے تھے ۔ اب کوئی ایسی چال چلو کہ کتاب کے ذمہ داریوں سے بری ہو کر الگ بیٹھ جائیں اور مولوی نورالدین صاحب کو ایسا خط لکھ دو کہ بات اسی جگہ بند ہو جائے اور آگے نہ بڑھے اور ہماری عزت بھی قائم رہے ۔ یہ سوچ کر انہوں نے مولوی صاحب کو ایسے الفاظ میں ایک مختصر سا خط لکھا جس سے یہ سمجھا جائے کہ گویا پیر صاحب نے کوئی کتاب لکھی ہی نہیں ۔ مگر جب پیر صاحب کے مریدوں نے سنا کہ ہمارے پیر صاحب نے تو کتاب لکھنے سے ہی انکار کر دیا ہے تو وہ بے چارے بہت گھبرائے اور انہوں نے پیر صاحب کو چٹھیاں لکھنی شروع کیں کہ قبلہ آپ نے یہ کیا کیا ۔ آپ ہی کتاب لکھ کے ہمارے درمیان شائع کی اور آپ ہی مولوی نورالدین صاحب کو خط لکھا کہ میں نے تو کوئی کتاب مرزا صاحب کے برخلاف نہیں لکھی ۔ جب پیر صاحب کو مریدوں کے خطوط پہنچے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اور بھی گھبرائے اور دل میں کہنے لگے کہ لو یک نشد دو شد ہم نے تو سوچا تھا کہ مرزا صاحب اور مولوی صاحب ہمارے اس انکار کو دیکھ کر چپ ہو جائیں گے اور ہم مزے سے اپنا کام کئے

جائیں گے مگر انہوں نے تو ہمارا خط لوگوں کو دکھا دیا اور ہمارے مریدوں پر ابتلا واقع آنے لگا۔ پس اب پیر صاحب نے مریدوں کو تسلی کے خط لکھنے شروع کئے کہ تم نہ گھبراؤ۔ ہماری کتاب کی خوب اشاعت ہوگئی ہے اور اصل مطلب حاصل ہو گیا ہے۔مولوی نورالدین صاحب کو میں نے صرف اتنا لکھا تھا کہ میں کتاب کا مؤلف نہیں ہوں (ہاں جناب ہم بھی جانتے ہیں کہ آپ نے صرف مؤلّف ہونے سے انکار کیا تھا۔مگر کیا مصنف ہونے کا بھی کہیں اقرار کیا تھا۔اور حضرت مولوی صاحب کے سوالات کا جواب تو بہر حال دینا آپ کو ضرور تھا خواہ آپ مؤلف تھے یا خالی مصنف تھے)

ہم اس جگہ حضرت مولوی صاحب کا خط اور پیر صاحب کے خطوط (جن میں انہوں نے مولوی صاحب کو کچھ لکھا اور اپنے مریدوں کو کچھ) درج کر دیتے ہیں تا کہ پبلک خود اندازہ کرلے کہ پیر صاحب نے کیا چال اختیار کی۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب کا خط

مولانا السّید المکرّم المعظم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اوّل فتح محمد نام آپ کے مرید سے پھر مولوی غلام محی الدین ساکن وہن۔ مولوی محمد علی ساکن رواں۔ حکیم الہ دین شیخوپور۔ حکیم شاہ نواز کے باعث مجھے جناب سے بہت ہی بڑا حسن ظن حاصل ہوا۔ اور میں بدیں خیال کہ جناب کو اشغال وارشاد میں فرصت کہاں کہ میرے جیسے آدمیوں کے خطوط کا جواب ملے گا۔ ارسال عرائض سے متامّل رہا۔ جناب کے دو کارڈ مجھے ملے۔ اوران میں مرزا جی کے حسن ظن کا تذکرہ تھا اور بھی فرحت وسرور ملا۔ قریب تھا کہ میں حاضر حضور ہوتا اسی اثنا میں ایک کتاب شمس الہدایہ نام مجھے آج رات دیکھنے کا اتفاق ہوا صفحہ نمبر ۴۰ تک رات کو پڑھی جناب نے اس میں بڑا تنزل اختیار کیا کہ بالکل مولویوں اور منطقیوں کے رنگ میں جلوہ افروز ہوئے۔ اور صوفیوں کے مشرب سے ذرہ جھلک نہ دی۔ سبحان اللہ۔ میں نے بارہا سنا کہ جناب فتوحات مکیہ کے غواص ہیں اور کتاب صفحہ نمبر ۴۰ تک صرف ایک جگہ شیخ اکبر کا ذکر وہ بھی لا الہ الا اللہ کی توجیہ ناپسندیدہ پر ایما۔ کتاب کو دیکھ کر مجھے اس تحریر کی جرأت ہوئی کہ جب جناب تصنیف کا وقت نکال سکتے ہیں تو

جواب خط کوئی بڑی بات نہیں فاحسن کما احسن اللہ الیک میری مختصر گزارشوں کا بالکل مختصر سا جواب کافی ہوگا۔

اوّل۔ جناب نے صفحہ ۸ میں فرمایا ہے

(۱) تفاسیر معتبرہ سے مثل ابن جریر و ابن کثیر آہ اس پر

(۱) عرض ہے۔ جناب نے تفسیر ابن جریر کو دیکھا ہے یا نہیں۔ جناب کے پاس ہے یا نہیں۔ کہاں سے یہ تفسیر صرف دیکھنے کے لئے مل سکتی ہے۔

(۲) مثل ابن جریر سے کم سے کم پانچ چھ تفسیروں کے نام ارشاد ہوں۔

(۳) کلی طبعی جناب کے نزدیک موجود فی الخارج ہے یا نہیں اور تشخص متشخص کا عین ہے یا غیر۔

(۴) تجدد امثال کا مسئلہ جناب کے نزدیک صحیح ہے یا غلط۔

(۵) زید و عمرو یا نور الدین راقم خاکسار غرض سے جزئیات انسانیہ صرف اسی محسوس مبصر جسم عنصری خاکی مائی کا محدود نام ہے یا وہ کوئی اور چیز ہے جس کے لئے یہ موجودۃ الاٰن جسم بطور لباس کے ہے یا اسی معنی پر۔

(۶) انبیاء و رسل صلوات اللہ علیہم وسلامہ۔ آئمہ وعترۃ۔ اولیائے کرام۔ صحابہ عظام۔ انواع واقسام ذنوب وخطایا سے محفوظ ومعصوم نہیں یا ہیں۔

بصورۃ اولیٰ ان پر اعتماد کا معیار کیا ہوگا۔ اور بصورۃ ثانیہ کوئی قوی دلیل مطلوب ہے مگر ہو مختصر۔ کتاب اللہ یا سنۃ رسول اللہ سے۔

(۷) الہام وکشف رویاء صالحہ کیا چیز ہیں۔ اور ان سے ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں یا نہیں۔

(۸) ایک جگہ جناب نے تاریخ کبیر بخاری کا حوالہ دیا ہے کیا وہ جناب کے کتب خانہ میں ہے یا نہیں۔

(۹) بعض احادیث کی تخریج نہیں فرمائی۔ اس کو کس جگہ دیکھا جاوے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جناب نے ان احادیث کو کہاں کہاں سے لیا ہے۔ جس کا ذکر کتاب میں فرمایا ہے۔

(۱۰) عقلِ قانون قدرۃ۔ فطرۃ۔ کس حد تک مفید ہیں یا یہ چیزیں شریعت کے سامنے اس قابل نہیں کہ ان کا نام لیا جاوے۔

تعارض اقوال شریعت و سنۃ اللہ مقابلہ فطرۃ و شرع کے وقت کون سی راہ اختیار کی جاوے۔ مختصر جواب بدون دلائل کافی ہوگا۔

(۱۱) تفسیر بالرائے۔ اور متشابہات کے کیا معنے ہیں۔ کوئی ایسی تفسیر جناب کے خیال میں ہے کہ وہ تفسیر بالرائے سے پاک ہو اور متشابہات کو ہم کس طرح پہچان سکتے ہیں۔

مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۰۰ء از قادیاں

پیر صاحب کا جواب اور مریدین کے نام خطوط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا المعظم المکرّم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امّا بعد

مولوی محمد غازی صاحب کتب حدیث وتفسیر اپنی معرفت سے پیدا کر کے ملاحظہ فرماتے رہے ہیں مولوی صاحب موصوف آج کل دولت خانہ کو تشریف لے گئے ہیں۔ مولوی غلام محی الدین اور حکیم شاہ نواز وغیرہ احباب نے میری نسبت اپنے حسن ظن کے مطابق آپ کے سامنے بیان کیا ہوگا ورنہ من آنم کہ من دانم۔

مولوی صاحب نے اپنی سعی اور اہتمام سے کتاب شمس الہدایۃ کو مطبوع اور تالیف فرمایا۔ ہاں احیاناً اس بے ہیچ سے بھی اتفاق استفسار بعض مضامین ہوا۔ جس وقت مولوی صاحب واپس آئیں گے کیفیت کتب مسئولہ اور جواب سرافراز نامہ اگر اجازت ہوئی تو لکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ جانبین کو صراط مستقیم پر ثابت رکھے۔

زیادہ والسلام

نیاز مند علماء وفقراء مہر شاہ ۲۶ شوال ۱۳۱۷ھ

مہر شاہ صاحب کا خط اُن کے ایک مرید عبدالہادی نام کی طرف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ فتوحات کی اگر ضرورت ہو بھیجی جاوے میں نے مکہ معظّمہ

زاداللہ شرفاً سے زائد چالیس روپے سے خریدی تھی۔ ہند کی مجھے خبر نہیں دوسرا معاملہ جو ہے آپ بے فکر رہیں کوئی فقرہ حکمت اور صداقت سے انشاء اللہ تعالیٰ خالی نہ ہوگا۔ لفظ تالیف اور طبع کا معنی نہ سمجھنے سے اُنہوں نے کہا جو کچھ کہا و ہولنا علیہم۔ سیظہر اب اُن سے پوچھنا کہ ایجاد مضامین اور تالیف میں عموم خصوص من وجہ ہوا کرتا ہے بھلا مجھ کو یہ بتاؤ کہ دوسرا کاغذ جو مولوی نورالدین صاحب کو پہنچا ہے ذرا اُس کی نقل بھی منگوا کر ملاحظہ کرو۔ والسلام

مہر شاہ بقلم خود

ایک مرید غلام محمد کلرک دفتر اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب کے نام کی طرف

(جو کہ خود میاں غلام محمد صاحب سے ہم کو ملا)

مخلصی ام غلام محمد سلامت۔

بعد سلام و دعا آنکہ۔ مولوی نورالدین صاحب کی درخواست کتاب کے بارے میں اور نیز وصف میرے علم کے جو کہ اُن کو بذریعہ احباب پہنچی تھی اس کے بارے میں میں نے لکھا تھا۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ میں تو اتنا علم نہیں رکھتا ہوں احباب نے اپنے حسن ظن کے مطابق تعریف کی ہوگی۔ اور کتاب کے بارے میں مولوی محمد غازی صاحب جب واپس آئے تو لکھیں گے کیونکہ کتابوں کی تجسس اور دیکھنا ان کے متعلق تھا میں مضامین غیر مترتبہ بسا اوقات اُن کو دیتا رہا اور تالیف یعنی جمع ترتیب و طبع کرانا یہ سب ان کے متعلق تھی۔ جناب مولوی نورالدین صاحب نے تالیف سے جو منسوب مولوی محمد غازی صاحب کی طرف کی گئی تھی اور فی الواقع یوں ہی تھا یہ سمجھ لیا کہ موجد مضامین اور مصنف مولوی صاحب ہیں۔ فلاں نے یعنی میں نے اس کی تصنیف اور ایجاد سے انکار کیا محبا کبھی مؤلف اور موجد ایک ہی ہوتا ہے اور کبھی مختلف۔ میں نے بباعث کم فرصتی کے جمع اور ترتیب بمعہ مطالع کتب ان کے ذمہ

ناظرین غور کریں کہ پیر صاحب مولوی صاحب کو تو یہ لکھتے ہیں کہ کتاب مولوی غازی نے تالیف کی ہے ہاں احیاناً اس بے ہیچ سے بھی اتفاق استفسار بعض مضامین ہوا اور میاں غلام محمد کو لکھتے ہیں کہ میں مضامین غیر مرتبہ بسا اوقات اُن کو دیتا رہا۔ پیر صاحب کی اس دو رخی چال کے اختیار کرنے پر نہایت مناسب ریمارکس کر کے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے ایک زبردست مضمون اخبار الحکم میں شائع کیا اور

پر رکھا تھا۔ الغرض جو مطلب تھا یعنی لوگوں کا دھوکا نہ کھانا وہ تو بفضل خدا بخوبی حاصل ہو گیا بذریعہ خطوط روزمرہ مقبولیت کتاب معلوم ہوتی رہتی ہے۔ باقی زید و عمر سے کچھ غرض نہیں۔

زیادہ سلام

مہرشاہ

حضرت مولوی نورالدین صاحب کے خط مؤرخہ 18/فروری 1900ء کا جواب

ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ کتاب شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح مصنفہ مولانا حضرت پیر مہر علیشاہ صاحب ساکن گولڑا شریف عرصہ 4 ماہ کامل سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے اور بعض مرزا صاحب کے حواریوں سے سنا تھا کہ اس کتاب کا جواب مرزا صاحب ایک گھنٹے میں تحریر کر کے شائع کرا دیویں گے ہم منتظر تھے کہ اس اثنا میں مولوی نورالدین صاحب کا ایک خط جس میں باراں (12) سوالات مندرج تھے حضرت پیر صاحب کی خدمت میں پہنچا۔

جناب موصوف نے جواب مفصل تحریر فرمایا مگر بعض احباب نے بوجوہات چند اُس کا ارسال کرنا مناسب نہ سمجھا۔ منجملہ جن کے ایک تو یہ تھی کہ کہیں ایسی تحریرات کے سلسلہ جاری

پبلک کو دکھایا کہ پیر صاحب نے کیا کارروائی کی ہے اور ساتھ ہی حضرت مولوی نورالدین صاحب کے خط کے جواب کا پھر مطالبہ کیا۔ اس مضمون کو پڑھ کر پیر صاحب کے مریدوں میں پھر شور و غل ہوا اور آخر انہوں نے حضرت مولوی صاحب کے خط کا جواب پیر صاحب سے شائع کرا ہی دیا۔ اور اگرچہ ہم اتنی گنجائش نہیں دیکھتے کہ ان سب رطب و یابس اشتہارات کو اپنی کتاب میں درج کریں مگر چونکہ یہ اشتہار پیر صاحب کی اپنی تصنیف اور تالیف ہے۔ اور پیر صاحب کی کتاب (جس کے وہ مصنف کا اقراری اور مؤلف ہونے کے انکاری ہیں) یعنی کتاب شمس الہدایہ کی طرز تحریر اور بے ہودہ ترکیب و ترتیب فقرات اور طریق استدلال کا یہ نمونہ ہے اس واسطے ہم وہ اشتہار بعینہ درج کر دیتے ہیں تا کہ کسی کو یہ حسرت نہ رہے کہ میں نے پیر صاحب کی تصنیف کا نمونہ نہ دیکھا۔

ہونے سے جواب کتاب سے جواب نہ ہو دوسری وجہ پیر صاحب نے جو بیان فرمائی ہے وہ اُن کے خط میں درج ہے اب چونکہ پرچہ اخبار الحکم مؤرخہ 24/اپریل 1900ء میں مطالبہ جواب کا کیا گیا جو 24/مئی 1900ء کومولانا صاحب کی نظر سے گزرا تو مولانا صاحب نے وہی جواب مفصل جو پہلے دن سے لکھا رکھا تھا مولوی نور الدین صاحب کے نام پر بذریعہ رجسٹری ارسال فرمایا اُمید ہے کہ اُن کے ملاحظہ سے گزرا ہوگا میں ان ہر دو خطوط کو فقط اس خیال سے کہ مبادا حواریان ان کو مشتہر نہ کریں بذریعہ اشتہار ہذا ہدیہ ناظرین کرتا ہوں تا کہ ملاحظہ کے بعد انصاف پسند خود اس کا نتیجہ نکال لیں گے۔

المشتہر۔خاکسار حافظ غازی

حضرت مولانا پیر مہر علیشاہ صاحب کے جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علےمن لانبی بعدہ وآلہ وصحبہ

معظمی ومکرمی جناب مولوی نور الدین صاحب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔اما بعد میں ہرگز نہیں چاہتا تھا اور نہ چاہتا ہوں کہ بجواب سوالات جناب کے کچھ لکھوں کیونکہ اشاعت جواب میں کسر شان حضرت سائل کا نہایت ہی خیال تھا اور ہے۔یہاں تو پہلے ہی سے کچھ نہ ہونے کے سوا اور کچھ نہیں۔لہٰذا میں نے بجواب مکاتبہ شریفہ اثنا عشریہ آپ کے اپنے مایہ قصور اور لاعلمی کو پیش کیا مگر پرچہ الحکم مطبوعہ 23/ذی الحجہ نے جو آج 26 ماہ محرم الحرام کو میری نظر سے گزرا ہے اُس کی نامنظوری بیان فرمائی اب اگر فُضلائے عصر وعلمائے دہر بعد ملاحظہ کلام جانبین کے داد وانصاف عطا فرماویں تو یہ نیاز مند علماء وفقراء معذور سمجھا جاوے گا۔

جواب نمبر (1) صفحہ 8 میں آپ نے غور نہیں فرمائی۔کیا صفحہ مذکورہ کی عبارت ہذا (اگر کوئی صاحب برخلاف الخ) کا یہ مطلب ہے کہ یہ نیاز مند شمس الہدایت کا جواب ابن جریر سے لکھے گا۔لہٰذا آپ مجھ سے یہ دریافت فرماتے ہیں کہ ابن جریر کو دیکھا ہے یا نہیں الخ۔مولانا بلکہ عبارت مذکورہ سے مقصود یہ ہے کہ مجیب کے ذمہ پر نقل از ثقات مثل ابن جریر

وابن کثیر اور استنباط صحیح ہوگا۔ دوبارہ معروض ہے کہ آپ نے ابن جریر ہی کی تعیین کہاں سے سمجھ لی۔ عبارت ہذا (تفاسیر معتبرہ سے مثل ابن جریر وابن کثیر کی الخ) میں تو عموم ہے۔

سہ بارہ مکلّف ہوں کہ اگر آپ ابن جریر ہی سے جواب دینا چاہتے ہیں تو آسان طریق عرض کیا جاتا ہے کہ آپ قول ابن جریر کا بہ تحویل ثقات مثل حافظ عماد الدین و علامہ سیوطی وغیرہ کی نقل فرماویں۔ جیسا کہ شمس الہدایت میں کہا گیا ہے ہم کو بسر وچشم منظور ومقبول ہوگا۔ ہاں اگر آپ کو محض ابن جریر کے دیکھنے کا اشتیاق ہے تو مولوی محمد غازی صاحب فرماتے ہیں کہ بالمشافہ دکھا سکتا ہوں۔ مولانا مجھے تو پہلے ہی سوال سے حسن ظن مسموعی جاتا رہا ذرہ غرض متکلم کو غور فرما کر معترض ہونا چاہئے۔

جواب نمبر (2) لیجئے تفسیر سفیان بن عینیہ۔ روکیع بن الجراح و شعبۃ بن الحجاج و یزید بن ہارون وعبدالرزاق و آدم بن ابی ایلس واسحٰق بن راہو یہ وروح بن عبادہ وعبد بن حمید و مسند ابی بکر بن ابی شیبہ وابن ابی حاتم وابن ابی ماجہ والحاکم وابن مردویہ وابوالشیخ ابن حبان وابن المنذر) جن کی شان میں علامہ سیوطی وکلہا مسندۃ الے الصحابۃ الخ فرماتے ہیں۔

جواب نمبر (3) میرے نزدیک کلی طبعی کا منشا موجود فے الخارج ہے اور تشخص عین شخص ہے مگر عوارض بھی لزوم فے المتحقق سے بہرہ یاب ہیں۔

جواب نمبر (4) تحدد امثال کا مسئلہ میرے نزدیک صحیح ہے مگر تجدد شہودی وحدت سیالہ کو منافی نہیں جو مدار ہے ترتب احکام عرفیہ کے لئے۔

جواب نمبر (5) جزئیات انسانیہ ماہیت معروضہ کا نام ہے وجودات خاصہ ہوں یا عدمات خاصہ یا دونوں سے مغایر اجسام ثلثہ کو عینی ہوں یا برزخی یا حشری زید کے مسمی میں نہایت ہی دخل ہے فقط روح مجرد کے لئے بمنزلہ لباس ہیں ہاں بطریق مجاز مرسل کبھی جزء ماہیت پر بھی بولے جاتے ہیں۔ یہاں پر لحاظ قرائن مثل قتل وصلب نہایت ضروری ہے۔

جواب نمبر (6) انبیاء و رسل علیہم السلام انواع ذنوب و خطایا سے جو منافی ہوں شان نبوت کو معصوم و مامون ہیں ورنہ امر بالاتباع کیسے متصور ہوسکتا ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ اور لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ

حَسَنَۃٌ. اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطَانٌ۔(الحجر: 43)۔ اور ایسا ہی فینسخ اللہ مایلقی الشیطان حامی وقت ہے۔ اولیائے کرام جو بعد فناء اتم کا نہ ہو کی رنگت سے رنگین ہوں داخل ہیں بشارت مذکورہ میں۔ اصالت وتبعیّت کا فرق ہے۔

جواب (7) الہام وکشف ورویاء صالحہ منجملہ شعب ایمانیہ سے ہیں اور معیار صحت وفساد کا مطابقت ہے کتاب وسنت ہے۔

جواب نمبر (8) تاریخ کبیر بخاری کا ذکر درمنثور کی عبارت میں آیا ہے جو شمس الہدایۃ میں منقول ہے۔ مولانا یہ سوال علامہ سیوطی سے دریافت کرنا تھا میرے سے آپ دُرمنثورر کا ہونا نہ ہونا استفسار فرماتے۔

جواب نمبر (9) آیت (بَلْ رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ ط (النساء: 159) کے متعلق چونکہ ابن کثیر اور دُرمنثور سے تفسیر لکھی گئی ہے آپ سب احادیث مذکورہ کی تخریجات وہاں سے معلوم فرما سکتے ہیں ایک دو جگہ تفسیر ابن کثیر اور درمنثور کا نام بھی لکھا ہوا ہے۔ ناظرین تفاسیر مذکورہ کو چونکہ سب تخریجات ایک ہی جگہ سے مل سکتی ہیں لہٰذا ہر ایک حدیث کے بعد بوجہ اختصار نہیں لکھی گئیں۔ مولانا سب اسانید کی صحت کشفیہ یا عرفیہ سے خالی نہیں ہاں صرف ایک دو جگہ جیسے روایت ضحاک یا ابی صالح کی صنعاف میں سے مذکور ہیں مگر بعد تقویت مدعی کے ساتھ صحاح کے وہ بھی اُس مقام میں جہاں خصم سے مطلق روایت کا مطالبہ کیا گیا ہے گو کہ ضعاف میں سے ہو۔

جواب نمبر (10) عقل اور قانون قدرت جو عبارت ہے استقراء ناقص سے اعتبار ان کا محدود ہے تاوقتیکہ نص مخالف قطعی الدلالہ شارع سے وارد نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ اسی تحیر نے آپ کو مرزا صاحب کے قدموں میں جھکایا ہے مگر پھر بھی عقدہ کشائی نہ ہوئی۔

جواب نمبر (11) تفسیر بالرّائے جس کے جواز میں اختلاف ہے تاویل متشابہات غیر مختصہ بعلم الباری اور بعلم الرسول کا نام ہے۔ تفسیر بالرّائے جس کا جواز اتفاقی ہے عبارت ہے استنباط احکام سے اصلیہ ہوں یا فرعیہ اعرابیہ ہوں یا بلاغیہ وغیرہ وغیرہ بشرط قابلیت۔

تفسیر بالرائے جو بالاتفاق ناجائز اور منہی عنہ ہے۔ تفسیر متشابہہ کا نام ہے جو مختص ہو

بعلم الباری اوبعلم الرسول صلعم ۔ اور تفسیر بغیر حصول علوم مشروط للتفسیر اور تفسیر مقرر للمذہب جس میں مذہب کو اصل اور تفسیر کو تابع قرار دیا ہے ۔ اور تفسیر علے القطع یعنی مراد حق سبحانہ کی قطعی طور پر یہی ہے بغیر ذلیل کے ۔ اور تفسیر بالھویٰ یہ سب منہی عنہ کے اقسام ہیں ۔ تفاسیر ثقات متداولہ بین اہل السنۃ تفسیر بالرائے باقسامہ الخمسہ ہے پاک ہیں ۔ متشابہہ مختص بعلم الباری اور بعلم الرسول صلعم ہیں تو ہم بغیر انه من عندالله کچھ کہہ نہیں سکتے ۔ اور وہ متشابہ جس میں خوض کرنے کے ہم مجاز ہیں آپ اُس کو قدر مشترک بین المجمل والمئول سے پہچان سکتے ہیں یعنی جس میں دلالت علے احد المعنیین راجح نہ ہو ۔ مگر یہ بھی خیال رہے کہ بعد اقامت دلیل منفرد کے مرجوح سے راجح بلکہ قطعی الدلالہ ہو جاتا ہے ۔

جواب نمبر (12) تصحیح احادیث رواۃ کو دیکھ کر آج کل آپ اور ہم بغیر نقل جرح وتعدیل عن السلف نہیں کر سکتے آپ (لا مہدی الا عیسیٰ) کے معنے کو بھی غور فرمانا مبادا کہ بعد تصحیح کچھ اور ہی نکلے ۔

بعد اس کے معروض خدمت عالیہ یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں (صوفیوں کے مشرب سے ذرہ جھلک بھی نہ دی سبحان اللہ میں نے بارہا سنا کہ جناب فتوحات مکیہ کے غواص ہیں الخ) غریب نواز فیوضات مدینہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے جو منشا ہیں فتوحات مکیہ کے لئے آپ کے سامنے کیا وقعت اور قدر پائی کہ میں قول شیخ اکبر قدس سرہ کو پیش کرتا ۔ کیا سینکڑوں احادیث صحیحہ کاٹی نہیں گئیں اگر اس نیاز مند کا قول تعصبی طور پر سمجھا جاوے تو کیا مرزا صاحب کا الہام ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۶ پر بقلم باریک شہادت اس قطع و برید پر نہیں دے رہا ۔

مرزا صاحب کے عبادت خانہ میں آمد و رفت والے علماء بغیر آپ کے یا اتباع آپ کے کون ہیں دوسرے علماء بیچارے تو اپنے اپنے وطن اور جگہ میں بیٹھے ہوئے ہیں ۔ مگر افسوس کہ مرزا صاحب نے تعبیر اس الہام میں بھی علماء مخالفین ہی کو الزام لگایا باوجود اس کے کہ صریح طور پر لفظ (میری عبادت گاہ) کا الہامی کلام میں موجود ہے ۔ آپ اُس صفحہ میں ذرا ملاحظہ فرماویں کہ (اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں) موجود ہے یا نہیں ۔ اب فرمایئے کہ تصدیق الہام ہذا کی تکذیب آپ کی تکذیب الہام کے موجب تخریب

سب عملہ کی ہے یا نہیں۔ ایک اور گزارش بھی معروض کرتا ہوں کہ جواب میں نقل بالا ستیعاب اور لحاظ محل کلام اور مرزا صاحب کا خاص دستخط ہونا ضروری سمجھے جاویں گے۔ یہ نہ ہو کہ تحقق تضاد ماقبل اور مابعد کلمۂ بل میں استشہاد وتیئسویں آیت کتاب استثناء سے پکڑ کر بائیسویں آیت کو بالکل متروک کر دیا جاوے۔ اور یہ بھی نہ ہو کہ محل ذکر قول حضرت شیخ کو توجیہ کلمہ طیبہ میں خیال نہ فرما کر الزام مخالفت حضرت شیخ کا لگایا جاوے۔ یا نکات بعد الوقوع کو مثل تشبہ مسیح کے بالملائکہ جو (عزیزاً حکیما) کے متعلق خلاصہ قول شیخ اکبر وشیخ علی قدس سرہما لکھا گیا ہے علل موجبہ سے ٹھیرا کر مادۂ نقض پیدا کریں۔ اور نیز معلوم ہو کہ ضعاف کو بھی ہم بعد تشیید مبانی دعویٰ کے بکتاب وسنت صحیحہ متواترہ قبول فرماویں گے۔ مثلاً قول ضحاک اور حوالۂ عباسی جن میں اصحاب جرح والتعدیل کو کلام ہے بعد تقویت مذکور کے بغیر عذر سند ہوگا۔ علماء وقت کے تو امید تھی کہ آپ مرزا صاحب کو بھی سمجھا دیں گے۔

خود غلط بود آں چہ ما پنداشیتم

مجھے بخیال شان آپ کے بڑا افسوس ہے کہ جناب سے ایسے سوالات سرزد ہوں عصمت انبیاء اور عدم وقوع خطا فے الامر التبلیغی میں تو تردد ہو مگر مرزا صاحب کی عصمت اور عدم امکان خطائے فی التعبیر تک بھی متیقن بہ سبحان اللہ مولانا آپ کے اخلاق کریمانہ سے امید کرتا ہوں کہ تشریح حقیقت معجزہ سے ذرہ آپ ہی ممنون فرماویں گے۔ والسلام خیر ختام

المکلف

العبد الملتجی الی اللہ المدعو بہ مہر شاہ عفی عنہ

اس جگہ ایک لطیفہ قابل ذکر ہے کہ جس کو ہمارے ایک دوست نے اپنے اشتہار میں شائع کیا تھا اور وہ یہ ہے۔ کہ اول تو پیر صاحب نے اپنے خط میں سوالات کا جواب نہ دینے کی یہ وجہ بیان کی کہ میں کتاب کا مؤلف نہیں ہوں اور مولوی غازی جو مؤلف ہے وہ اس وقت یہاں نہیں۔ پھر اپنے اشتہار میں پیر صاحب نے سوالات کا جواب نہ دینے کی یہ وجہ بیان کی کہ جوابات کے لکھنے میں سائل کا کسر شان تھا اس واسطے میں نے جوابات نہیں لکھے تھے اب ان دو مخالف وجوہات میں سے ضرور ہے کہ ایک جھوٹا ہو مگر پیر صاحب کے مرید

مولوی غازی صاحب نے ایک ایسی بات اپنے اشتہار میں شائع کی جس سے پیر صاحب کے دونوں اقوال جھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔ وہ شائع کرتے ہیں کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ پیر صاحب نے سوالات کے جوابات کے لکھنے میں دیر لگائی۔ انہوں نے تو پہلے ہی دن سوالات کے جوابات لکھ رکھے تھے۔

اب یہ دیکھنا چاہئے کہ تین مختلف باتیں پیر صاحب اور اُس کے مرید کی طرف سے شائع ہوئیں اور ان میں سے کوئی سی ایک بات سچی مان لو دوسری دو جھوٹی ہیں اور صریح جھوٹ ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد۔

پیر صاحب پہلے کچھ فرماتے ہیں اور پھر کچھ اور۔ ان کے مرید ایک اور ہی نرالی بات نکالتے ہیں اور ان کو کچھ یاد نہیں رہتا کہ پیر صاحب کیا فرما چکے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس بات کے ثبوت میں کہ قرآن شریف اُس کا اپنا کلام ہے۔ ایک یہ دلیل بھی دی ہے کہ اگر یہ خدا کا کلام نہ ہوتا تو لو جد و افیه اختلافاً کثیرا۔ اس میں بہت سی باتیں ایک دوسرے کے مخالف ہوتیں۔ خدا کے نبیوں اور ولیوں کے مکذب چونکہ الٰہی سلسلہ کے مخالف ہوتے ہیں اس واسطے ہمیشہ ایسا ہوتا ہے ان کے کلام میں اختلاف سے جھوٹ ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور صرف یہی نہیں کہ مکذبین کے فلاسفروں اور علماء سے ایسی حرکت سرزد ہوتی ہے بلکہ ان میں سے اگر کوئی خدا کی طرف سے الہام پانے کا دعویٰ کرے اور امام وقت کی مخالفت کرے تو چونکہ اس مخالفت میں اُس کے الہام خدا کی طرف سے نہیں بلکہ شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اس واسطے ضرور ہے کہ فیه اختلافاً کثیرا کی مُہر اُن پر لگی ہوئی ہو۔

بابو الٰہی بخش صاحب ملہم

اس جگہ اس بات کا ذکر خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ اسی شہر لاہور میں ایک شخص بابو الٰہی بخش اکونٹنٹ ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں الہام ہوتا ہے اور بہت عرصے سے ہوتا ہے۔ مدت تک ان کو حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کی تصدیق میں الہام اور رویاء ہوتے رہے۔ چنانچہ وہ ہمیں بھی سناتے رہے اور ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ انہوں نے مجھے اپنے

الہامات کا رجسٹر دکھلایا اور اُس میں ایک جگہ کچھ اس طرح سے لکھا ہوا تھا کہ میں نے دل میں خیال کیا کہ مرزا صاحب کو تو خدا تعالیٰ نے بڑے بڑے درجات عطا کئے مگر میرے واسطے کچھ نہیں تو الہام ہوا **ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء**۔ غرض یہ بابو صاحب اور اُن کے ساتھی منشی عبدالحق صاحب پنشنر ہمیشہ حضرت مرزا صاحب کی تائید اور تصدیق میں مصروف رہے۔ لیکن ایک دفعہ جب یہ دونوں صاحبان قادیان حضرت اقدس کے پاس گئے اور آپ کی خدمت میں اپنے الہامات کی کتاب کھولی جس میں بہت سا رطب و یابس بھرا ہوا تھا تو حضرت اقدس نے بابو صاحب کو اپنی اس بے بضاعتی پر اتنا اتراتے ہوئے دیکھ کر از روئے شفقت سمجھایا کہ حقیقت الہام کیا ہے اور کس طرح سے اُس میں بعض دفعہ اپنی خواہشوں اور شیطان کے دھوکوں کی ملونی ہوتی ہے۔ اور عوام کے الہامات اور مامورین من اللہ کے الہامات میں فرق بتلایا (جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے مفصل طور پر اپنی کتاب ضرورت امام میں لکھا ہے) تو یہ بات بابو صاحب کو بری لگی اور اُن پر قبض وارد ہوئی۔ اور بدقسمتی سے اسی قبض کی حالت میں وہ قادیان سے چلے آئے۔ اور طرفہ یہ کہ یا تو اُن کو حضرت مرزا صاحب کی تائید میں الہام ہوا کرتے تھے اور یا اب یہ سب اُن کی اپنی تمنا کے دخل کے اُن کی مخالفت میں الہامات ہونے شروع ہو گئے۔ اور بابو صاحب کو یہ بھی عقل نہ آیا کہ ان کے پیر صاحب (مولوی عبداللہ صاحب غزنوی) حضرت مرزا صاحب کی تائید میں اپنا کشف عوام میں مدت ہوئی شائع کر چکے ہیں اور اُس کشف کا ذکر کئی دفعہ بابو صاحب اور منشی عبدالحق صاحب کے سامنے ہوا اور یہ دونوں صاحب ہمیشہ مرزا صاحب کی تائید میں رہے۔ اب اس واقعہ کو اہل الرّائے کے سامنے پیش کیا جاوے تو وہ صاف کہہ دیں گے کہ یا تو بابو الٰہی بخش کے پچھلے الہام شیطانی اور جھوٹے ہیں یا اس کے اپنے پچھلے الہام اور اُس کے پیر کا کشف جھوٹا ہے۔ بہر حال بابو الٰہی بخش صاحب تو دونوں صورتوں میں جھوٹے ہوتے ہیں مگر ہم اُن کو نیک صلاح دیتے ہیں کہ وہ دوسری صورت کو پسند کریں تا کہ کم از کم انہیں اپنے پیر مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کے کشف کو شیطانی کشف نہ کہنا پڑے اور ایسے متقی شخص پر ان کو الزام نہ لگانا پڑے اور اب امرتسر کے غزنوی گروہ کی طرف محض مرزا صاحب کی مخالفت کی وجہ سے رجوع کرنا ان کو مناسب نہیں کیونکہ بابو صاحب کو یاد ہوگا کہ جب ان بزرگوں

نے یہ سن کر کہ آپ کو الہامات ہوتے ہیں آپ پر تمسخر کیا اور کہا کہ اب بابوؤں کو بھی الہام ہونے لگ پڑے اور آپ کو سخت الفاظ میں مخالفانہ خط لکھا تو آپ کو الہام ہوا کہ چہ داند بوزنہ لذات ادرک۔ سو اگر بابو الٰہی بخش صاحب اپنے الہام الٰہی کے استعارات میں بوزنہ اس کو کہتے ہیں جو احکام الٰہی کی صریح نافرمانی کر کے یہود کی طرح خدا تعالیٰ کے غضب کو اپنے پر وارد نہ کر لے جیسا کہ آیت شریفہ **قلنا لھم کونو اقردۃً خاسئین** (سے ظاہر ہے۔ بابو صاحب کے غور کرنے کے واسطے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کے الہامات میں کس قدر اختلاف ہے اور **فیہ اختلافاً کثیرا**) کے نیچے وہ کہاں تک آتے ہیں اور اب میں پھر اصل قصہ کی طرف آتا ہوں۔

دعا میں مقابلہ سے انکار

مولوی غازی نے اپنے ان اشتہارات کے لکھنے میں ہمیشہ نہایت بدتہذیبی سے کام لیا اور ان کے جواب ہماری جماعت کے آدمیوں نے متفرق مقامات سے نہایت تہذیب کے ساتھ دیئے اور پیر مہر شاہ صاحب کے شوق و شغل کیمیا سازی اور کشتہ گری کا بھید بھی لوگوں پر ظاہر فرمایا۔ اسی اثنا میں حضرت اقدس کی جماعت کی طرف سے ایک اشتہار نکلا کہ اگر کوئی مرزا صاحب کا مخالف ملاں، مولوی، سجادہ نشین اپنے تئیں حق پر خیال کرتا ہے اور مومن جانتا ہے تو مومن کا نشان یہ ہے کہ اُس کی دعا قبول ہو۔ اس واسطے چاہئے کہ وہ سب مولوی وغیرہ ایک جگہ اکٹھے ہو جاویں اور چند ایک لاعلاج مریضوں اور مصیبت زدوں کو لے کر قرعہ اندازی سے تقسیم کیا جاوے۔ آدھے حضرت مرزا صاحب کے حصہ میں آویں اور آدھے مخالفین کے حصہ میں۔ فریقین اپنے اپنے حصہ کے آدمیوں کے حق میں دعا کریں اور ۴۰ دن کے اندر خدا سے خبر پا کر یہ بات شائع کر دیں کہ ہمارے حصہ کے مریضوں میں سے فلاں تندرست ہو جائیں گے جس کی دعا سے مریض اور مصیبت زدہ تندرست اور خوشحال ہو جائیں وہ حق کی طرف سے سمجھا جائے۔

اس اشتہار کے جواب میں جو کہ ۲۷۔ جون ۱۹۰۰ء کو شائع ہوا تھا پیر صاحب کے مریدوں کی طرف سے ایک اشتہار بے تاریخ ۲۵۔ اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور میں پہنچا جس میں

مولوی غازی وغیرہ پیر صاحب کے مریدوں نے صاف لفظوں میں یہ اقرار کیا کہ نہ خدا ہمارا طرف دار ہے اور نہ بیماروں کو ہماری دعا سے شفا ہوسکتی ہے۔ مرزا صاحب ایک طرفہ نشان دکھائیں اور مریضوں کو شفا دلائیں۔ اس اشتہار میں پیر مہر شاہ صاحب کے مریدوں نے بہت سی لغو اور بے ہودہ باتیں تحریر کی ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ مہدی سنوسی افریقہ والے کی بہت تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ پورا پورا عالم اور عامل بالحدیث والقرآن ہے اور اس میں تمام آثار مہدی موجود ہیں۔‘‘ ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ بات ہے تو پیر مہر علیشاہ اور اُن کے مریدوں پر کھانا حرام ہے جب تک کہ اُس مہدی کے ساتھ بیعت نہ کرلیں جس میں تمام آثار مہدی کا ہونا وہ مانتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ وہ پورا پورا عالم اور عامل بالحدیث والقرآن ہے اور یہ ممکن نہیں کہ ایک شخص پورا پورا علم رکھنے والا اور قرآن و حدیث پر عمل کرنے والا ہو اور پھر وہ جھوٹا ہو۔ پس آپ کے نزدیک تو وہ سچا ہوا سو یاد رکھو کہ ہزار لعنت ہے اُس پر جو ایک شخص کو سچا پا کر پھر فوراً مطابق حکم قرآن شریف کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (التوبہ:120) اُس کے ساتھ نہ ہو جاوے۔ مگر یاد رکھو کہ یہ سب آپ کا افترا ہے۔ سنوسی کو ہرگز مہدی موعود اور ملہم من اللہ ہونے کا دعویٰ نہیں۔ پیر صاحب گولڑوی کے مرید باوجود اپنے پیر کی اس قدر کمزوری کے اقرار کے کہ ان کی دعا بیماروں اور مصیبت زدوں کے حق میں بھی قبول نہیں ہوسکتی اور باوجود ان کی اس دورخی چال کے دیکھنے کے جو کہ انہوں نے حضرت مولوی نور الدین صاحب کے جواب میں اختیار کی تھی پھر بھی یہی راگ گاتے چلے گئے کہ مرزا صاحب کی کتاب کا جواب نہیں نکلا۔

امامنا مرزا صاحب کا اشتہار دعوت

تب حضرت مرزا صاحب نے یہ فرمایا کہ ایسی کتابوں کے ہم کہاں تک جواب دیتے جائیں گے۔ وہی باتیں جن کا ہم کئی دفعہ جواب دے چکے ہیں مخالف پھر پھر دہرا دیتے ہیں اور کوئی نئی بات نہیں ہوتی۔ ہماری طرف سے مبسوط کتابیں ان مسائل کی تحقیق میں نکل چکی ہیں اب زیادہ ان پر توجہ کرنا وقت کو ضائع کرنا ہے۔ لیکن اگر یہ لوگ نیک نیتی کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہیں تو ایک آسان راہ فیصلہ کا یہ ہے کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے

فرمایا ہے کہ اگر تمہارے درمیان کوئی جھگڑا پڑ جاوے تو فیصلہ کے واسطے اللہ اور رسول کے آگے پیش کرو جس کے حق میں وہ فیصلہ دے وہی حق پر ہے۔ اچھا اب ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان یہ جھگڑا ہے کہ یہ ہمیں کافر کہتے ہیں اور ہم ان کو اس فعل میں خدا کو ناراض کرنے والا کہتے ہیں۔ یہ جھگڑا قرآن شریف کے جج کے سامنے پیش کرو اور دیکھو کہ فیصلہ کس کے حق میں ہے۔ قرآن شریف نے جو نشان مومن اور متقی کے بیان کئے ہیں وہ تلاش کرنے چاہئیں کہ کس میں پائے جاتے ہیں۔ ہم میں یا ہمارے مخالفین اور مکذبین میں۔ اس جگہ ہم حضرت مرزا صاحب کے اشتہار مؤرخہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء میں سے اصل عبارت نقل کر دیتے ہیں۔

حضرت اقدس کا اشتہار

میں فیصلہ کے لئے ایک سہل طریق پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ قرآن شریف سے یہ ثابت ہے کہ جو لوگ درحقیقت خدا تعالیٰ کے راست باز بندے ہیں ان کے ساتھ تین طور سے خدا کی تائید ہوتی ہے (۱) ان میں اور ان کے غیر میں ایک فرق یعنی ما بہ الامتیاز رکھا جاتا ہے اس لئے مقابلہ کے وقت بعض امور خارق عادت اُن سے صادر ہوتے ہیں جو حریف مقابل سے صادر نہیں ہو سکتے جیسا کہ آیت **وَ يَجۡعَلۡ لَّكُمۡ فُرۡقَانًا** ؕ اس کی شاہد ہے (۲) اُن کو علم معارف قرآن دیا جاتا ہے اور غیر کو نہیں دیا جاتا جیسا کہ آیت **اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡن** اس کی شاہد ہے۔ (۳) اُن کی دعائیں اکثر قبول ہو جاتی ہیں اور غیر کی اس قدر نہیں ہوتیں جیسا کہ آیت **اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ** (المومن:61) اس کی گواہ ہے۔ سو مناسب ہے کہ لاہور میں جو صدر مقام پنجاب ہے صادق اور کاذب کے پرکھنے کے لئے ایک جلسہ قرار دیا جائے اور اس طرح پر مجھ سے مباحثہ کریں کہ قرعہ اندازی کے طور پر قرآن شریف کی کوئی سورۃ نکالیں اور اس میں سے چالیس آیت یا ساری سورۃ اگر چالیس آیت سے زیادہ ہو لے کر فریقین یعنی یہ عاجز اور مہر علیشاہ صاحب اوّل یہ دعا کریں کہ یا الٰہی ہم دونوں میں سے جو شخص تیرے نزدیک راستی پر ہے اُس کو تو اس جلسہ میں اس سورۃ کے حقائق اور معارف فصیح اور بلیغ عربی میں عین اسی جلسہ میں لکھنے کے لئے اپنی طرف سے ایک روحانی قوت عطا فرما

اور روح القدس سے اُس کی مدد کرے۲ اور جو شخص ہم دونوں فریق میں سے تیری مرضی کے مخالف اور تیرے نزدیک صادق نہیں ہے اس سے یہ توفیق چھین لے اور اس کی زبان کو فصیح عربی اور معارف قرآنی کے بیان سے روک لے تا لوگ معلوم کر لیں کہ تو کس کے ساتھ ہے اور کون تیرے فضل اور تیری روح القدس کی تائید سے محروم ہے۲۔ پھر اس دعا کے بعد فریقین عربی زبان میں اس تفسیر کو لکھنا شروع کریں اور یہ ضروری شرط ہوگی کہ کسی فریق کے پاس کوئی کتاب موجود نہ ہو اور نہ کوئی مددگار ضروری ہوگا کہ ہر ایک فریق چپکے چپکے بغیر آواز سنانے کے اپنے ہاتھ سے لکھے۔ تا اس کی فصیح عبارت اور معارف کے سننے سے دوسرا فریق کسی قسم کا اقتباس یا سرقہ نہ کر سکے۔ اور اس کی تفسیر کے لکھنے کے لئے ہر ایک فریق کو پورے سات گھنٹے مہلت دی جائے گی۔ اور زانو بہ زانو لکھنا ہوگا نہ کسی پردے میں۔ ہر ایک فریق کو اختیار ہوگا کہ اپنی تسلی کے لئے فریق ثانی کی تلاشی کر لے اس احتیاط سے کہ وہ پوشیدہ طور پر کسی کتاب سے مدد نہ لیتا ہو اور لکھنے کے لئے فریقین کو سات گھنٹے کی مہلت ملے گی مگر ایک ہی جلسہ میں اور ایک ہی دن میں اس تفسیر کو گواہوں کے روبرو ختم کرنا ہوگا۔ اور جب فریقین لکھ چکیں تو دونوں تفسیریں بعد دستخط تین اہل علم کو جن کا اہتمام حاضری و انتخاب پیر مہر علیشاہ صاحب کے ذمہ ہوگا سنائی جائیں گی اور اُن ہر سہ مولوی صاحبان کا یہ کام ہوگا کہ وہ حلفاً یہ رائے ظاہر کریں کہ ان دونوں تفسیروں اور دونوں عربی عبارتوں میں سے کونسی تفسیر اور عبارت تائید روح القدس سے لکھی گئی ہے۔ اور ضروری ہوگا کہ اُن تینوں عالموں میں سے کوئی نہ اس عاجز کے سلسلے میں داخل ہو۔ اور نہ مہر علیشاہ کا مرید ہو۔ اور مجھے منظور ہے کہ پیر مہر علیشاہ صاحب اس شہادت کے لئے مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالجبار غزنوی اور مولوی عبداللہ پروفیسر لاہوری کو یا تین اور مولوی منتخب کریں جو ان کے مرید اور پیرو نہ ہوں۔ مگر ضروری ہوگا کہ یہ تینوں مولوی صاحبان حلفاً اپنی رائے ظاہر کریں کہ کس کی تفسیر اور عربی عبارت اعلیٰ درجہ پر اور تائید الٰہی سے ہے۔ لیکن یہ حلف اس حلف سے مشابہ ہونی چاہئے جس کا ذکر قرآن میں قذف محسنات کے باب میں ہے جس میں تین دفعہ قسم کھانا ضروری ہے اور دونوں فریق پر یہ واجب اور لازم ہوگا کہ ایسی تفسیر جس کا ذکر کیا گیا ہے کہ کسی حالت میں بیس ورق سے کم نہ ہو اور ورق سے مراد اس واسطہ درجہ کی تقطیع اور قلم کا

ورق ہوگا جس پر پنجاب اور ہندوستان کے صدہا قرآن شریف کے نسخے چھپے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ پس اس طرز کے مباحثہ اوراس طرز کے تین مولویوں کی گواہی سے اگر ثابت ہو گیا کہ درحقیقت پیر مہر علیشاہ صاحب تفسیر اور عربی نویسی میں تائید یافتہ لوگوں کی طرح ہیں اور مجھ سے یہ کام نہ ہوسکا یا مجھ سے بھی ہوسکا مگرانہوں نے میرے مقابلہ پر ایسا ہی کر دکھایا تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں اقرار کروں گا کہ حق پیر مہر شاہ کے ساتھ ہےاوراس صورت میں میں یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ اپنی تمام کتابیں جو اس دعویٰ کے متعلق ہیں جلا دوں گا اور اپنے تئیں مخذول اور مردود سمجھ لوں گا۔ میری طرف سے یہی تحریر کافی ہے جس کو میں آج بہ ثبت شہادت بیس گواہان کے اس وقت لکھتا ہوں۔ لیکن اگر میرے خدا نے اس مباحثہ میں مجھے غالب کر دیا اور مہر علیشاہ صاحب کی زبان بند ہوگئی نہ وہ فصیح عربی پر قادر ہو سکے اور نہ وہ حقائق و معارف سورہ قرآنی میں سے کچھ لکھ سکے یا یہ کہ اس مباحثہ سے انہوں نے انکار کر دیا تو ان تمام صورتوں میں ان پر واجب ہوگا کہ وہ توبہ کر کے مجھ سے بیعت کریں[۱] اور لازم ہو گا کہ یہ اقرار صاف صاف لفظوں میں بذریعہ اشتہار دس دن کے عرصے میں شائع کر دیں۔

میں مکرر لکھتا ہوں کہ میرا غالب رہنا اس صورت میں متصور ہوگا کہ جب کہ مہر علی شاہ صاحب بجز ایک دلیل اور قابل شرم اور رکیک عبارت اور لغو تحریر کے کچھ بھی لکھ سکیں اور ایسی تحریر کریں جس پر اہل علم تھوکیں اور نفرین کریں کیونکہ میں نے خدا سے یہی دعا کی ہے کہ وہ ایسا کرے۔ اور میں جانتا ہوں کہ وہ ایسا ہی کرے گا اور اگر مہر علیشاہ صاحب بھی اپنے تئیں جانتے ہیں کہ وہ مومن اور مستجاب الدعوات ہیں تو وہ بھی ایسا ہی دعا کریں۔ اور یاد رہے کہ خدا تعالیٰ اُن کی دعا ہرگز قبول نہیں کرے گا کیونکہ وہ خدا کے ماموراورمرسل کے دشمن ہیں اس لئے آسمان پر ان کی عزت نہیں۔

پیر صاحب کا جواب

اب پیر مہر علیشاہ صاحب میں اتنی لیاقت تو ہے نہیں کہ عربی میں تفسیر لکھیں یا معارف بیان

[۱] پیر مہر علیشاہ صاحب اپنی کتاب شمس الہدایہ کے صفحہ ۸۱ میں لاف زنی کر چکے ہیں کہ قرآن شریف کی سمجھ ان کو عطا کی گئی ہے۔ اگر وہ اپنی کتاب میں اپنی جہالت کا اقرار کرتے اور فقر کا بھی دم نہ مارتے تو اس دعوت کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔ لیکن اب تو وہ ان دونوں کمالات کے مدعی ہو چکے ہیں۔ (حاشیہ متعلق صفحہ: ۱۹، ۲۰، ۲۱)

کریں اور نہ اتنا بھروسہ خدا پر ہے کہ خدا ان کی دعا قبول کرے جیسا کہ ان کے مرید اشتہار دے چکے ہیں اس واسطے انہوں نے سوچا کہ اگر ہم تفسیر میں مقابلہ منظور کرلیں گے تو خواہ مخواہ بےعزتی ہوگی اوراگر نہ مانیں گے تو مرید بھاگنے شروع ہو جائیں گے اس واسطے چارو ناچار انہوں نے یہ سوچا کہ کوئی ایسی بات نکالو جس سے معاملہ بھی ٹل جاوے اور مقابلہ بھی نہ ہو۔

پس انہوں نے کہا کہ ہم کو سب شرطیں منظور ہیں مگر ایک شرط ہماری بھی ہے اور یہ وہ ہے کہ تفسیر سے پہلے ایک تقریری مباحثہ ہو جس کے حکم مولوی محمد حسین صاحب ہوں اور مولوی صاحب اگر ہمارے حق میں فیصلہ کر دیں تو مرزا صاحب ہمارے ساتھ بیعت کرلیں۔ یہ تجویز پیر صاحب نے اس واسطے سوچی کہ حضرت مرزا صاحب آج سے چار سال پہلے شائع کر چکے ہیں کہ ہم ان مسائل میں اب کسی سے بحث نہیں کریں گے اور وہ کتاب جس میں یہ بات شائع کی گئی تھی وہ پیر صاحب کی خدمت میں بھی روانہ کی گئی تھی اور پیر صاحب جانتے تھے کہ کہ مرزا صاحب نے اپنے معاہدہ کے برخلاف تو کرنا ہی نہیں پس ہم کہہ دیں گے کہ انہوں نے مقابلہ سے انکار کیا ہے۔ اور ساتھ ہی مولوی محمد حسین کو حَکَم بنایا کیونکہ اُس کا اپنا مذہب اور عقیدہ حضرت مرزا صاحب کے برخلاف ہے اور اُس کا فیصلہ بہرحال مرزا صاحب کے برخلاف اور پیر صاحب کے حق میں ہے۔ ہم پیر صاحب کا جواب اصل نقل کر دیتے ہیں۔ **وَ ھُو ھٰذَا**

مجھ کو دعوت حاضری جلسہ منعقدہ لاہور مع شرائط مجوزہ مرزا صاحب بسر و چشم منظور ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ مرزا صاحب بھی میری ایک ہی گزارش کو بسلک شرائط مجوزہ کے منسلک فرماویں گے۔ وہ یہ ہے کہ پہلے مدعی مسیحیت و مہدویت و رسالت لسانی تقریر سے بمشافہ حضار جلسہ اپنے دعویٰ کو بپایۂ ثبوت پہنچاوے گا۔

ندارد کسے باتو ناگفتہ کار۔ ولیکن چو گفتی دلیلش بیار۔ ۲؎ یہ اس شرط سے کہ مولوی محمد حسین وغیرہ اُس دعوت سے گریز کر جائیں جو ضمیمہ اشتہار ہذا میں درج ہیں۔ ۳؎ یاد رہے کہ ہر ایک نبی یا رسول یا محدث جو نشان اتمام حجت کے لئے پیش کرتا ہے وہی نشان خدا تعالیٰ کے نزدیک معیار صدق و کذب ہوتا ہے اور منکرین کی اپنی درخواست کے نشان معیار نہیں ٹھیر سکتے اگر یہ ممکن ہے کہ کبھی شاذ و نادر کے طور پر اُن میں سے بھی کوئی بات قبول کی جائے کیونکہ خدا تعالیٰ اُنہی نشانوں کے ساتھ حجت پوری کرتا ہے جو آپ بغرض تحدی پیش کرتا ہے یہی سنت اللہ ہے۔

بجواب اُس کے نیاز مند کی معروضات عدیدہ کو حضرات حاضرین خیال فرما کر اپنی رائے ظاہر فرماویں گے۔ مجھ کو شہادت و رائے تینوں علمائے کرام مجوزہ مرزا صاحب (یعنی مولوی محمد حسین بٹالوی و مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی و مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی پروفیسر لاہوری) کے قبول کرنے میں کچھ عذر نہ ہوگا۔ بعد ظہور اس کے کہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ کو بپایۂ ثبوت نہیں پہنچا سکے۔ مرزا صاحب کو بیعت توبہ کرنی ہوگی۔ بعد اس کے عقاید معدودہ مرزا صاحب ہیں جن میں جناب ساری امت مرحومہ سے منفرد ہیں۔ بحث تقریری و اظہار رائے ہو کر مرزا صاحب کو اجازت مقابلہ تحریری کی دی جاوے گی۔ یہ وہ شرط ہے کہ دعویٰ جناب اور تحقیق حق کے لئے عندالعقلا مقتضےٰ بالطبع ہے۔ ظاہر ہے کہ تیز نویسی اور قافیہ سنجی کو بعد بطلان مضامین کے کچھ بھی وقعت اور عظمت نہیں۔ حقیقت مضامین کا محفوظ رہنا عیاران صداقت کے لئے نہایت مہتم بالشان ہے۔ اظہار حقیقت بغیر اس طریق کے متصور ہی نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب کے حقائق و معارف قرآنیہ سے تو اُن کی تصانیف بھری ہوئی ہیں اور وہی جناب کو دعویٰ کے عدم حقیقت کی وجہ سے دھبہ لگا رہے ہیں۔ علماء کرام کی تحریرات اور اہل دیانت وفہم کامل کی تقریرات اس پر شاہد ہیں۔ تیز نویسی چونکہ بروز عیسوی و بروز محمدی سے بالکل اجنبی و برطرف ہے لہٰذا اس کو موخر رکھا جاوے گا۔ اس شرط کی منظوری سے مع تاریخ مقررہ کے مشرف فرماویں۔ نہایت ممنون ہو کر حاضر ہو جاؤں گا۔ قانون فطرت اور کرّات مرّات کا تجربہ مع شہادت وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔ (الاحزاب:63) کے پیشگوئی کر رہا ہے کہ آپ کو عین وقت بحث میں الہام سکوتی ہو جاوے گا آپ فرماویں۔ اس کا کیا علاج ہو گا۔ اپنے اشتہار میں اس الہام ضروری الوقوع کا مستثنےٰ نہ فرمانا صاف شہادت دے رہا ہے کہ ایسے الہامات عندیہ اور اپنے اختیاری ہیں۔ ورنہ درصورت منجانب اللہ ہونے اُن کے کیونکر زیر لحاظ نہ ہوں اور مستثنےٰ نہ کئے جاویں۔ یہ بھی مانا کہ منجانب اللہ ہیں تو پھر اُن پر تعمیل واجب ہوگی۔ مشائخ عظام و علمائے کرام کو تشریف آوری سے بغیر از تضیع اوقات و تکلیف عبث کیا حاصل ہوگا۔ لہٰذا عرض کرتا ہوں کہ شرق سے غرب تک ان بزرگواروں کو آپ کیوں تکلیف محض دیتے ہیں۔ فقط یہ ایک ہی نیاز منداُن کا حاضر ہو جائے گا۔ بشرط معروض الصدر نا منظوری شرط مذکور یا غیر حاضری جناب کی دلیل ہوگی آپ کے کاذب ہونے پر آپ

فرماتے ہیں کہ شمس الہدایت کے صفحہ ۸۱ میں نیاز مند نے علم اور فقر میں لاف زنی کی ہے۔ ناظرین صفحہ مذکور کے ملاحظہ فرمانے کے بعد انصاف کر سکتے ہیں کہ آیا لاف زنی ہے اپنے بارے میں یا تہدید ہے بمقابلہ اُس کے جو اجماع کورانہ ''حربِ نادان'' ''بے شرم'' ''بے حیا'' ۔ ''علمائے یہود'' ازالہ۔ ایام الصلح ۔ میں دربارہ علمائے سلف و خلف شکراللہ سعیھم کے مرزا صاحب نے دیانت اور تہذیب سے لکھا ہے اور تفروقی فہم القرآن کا دعویٰ کیا ہے۔

آپ اس اشتہا کے صفحہ ۳ کے اخیر پر باریک قلم سے لکھتے ہیں۔ اگر وہ اپنی کتاب میں جہالت کا اقرار کرتے اور فقر کا بھی دم نہ مارتے تو اس دعوت کی کچھ ضرورت نہیں تھی الخ لاف زنی کی کیفیت تو ناظرین کو ملاحظہ صفحہ مذکورہ سے معلوم ہو جائے گی۔ بھلا آپ یہ تو فرمایئے کہ جب آپ اپنی دعوت میں ماموں من اللہ ہیں تو پھر لاف زنی پر اس دعوت کی بنا ٹھیرانی قول بالمتناقضین نہیں تو کیا ہے۔

مرزا صاحب نیاز مند کو مع علمائے کرام کے کسی قسم کا عنادیا حسد جناب کے ساتھ نہیں مگر کتاب اللہ وسنت رسول صلعم باعث انکار ہے۔ انصاف فرماویں مثل مشہور کا مصداق نہ بنیں (نالے چورتے نالے چترا) ظاہر تو عشق محمدی صلعم) اور قرآن کریم سے دم مارنا اور در پردہ کیا بلکہ علانیہ تحریف کتاب وسنت کرنی۔ اور پھر اس کمال پر مکتفی نہ رہنا بلکہ اوروں کو بھی اس کمال کے ساتھ ایمان لانے کی تکلیف دینی بھلا پھر علمائے کرام کیسے خاموش بیٹھے رہیں۔

آپ اپنے اشتہار میں جو کچھ بڑے زور وشور سے ارشاد فرما چکے ہیں۔ اگر بلحاظ اس کے کچھ بھی لکھا جاوے تو داخل گستاخی اور موردعتاب اہل تہذیب نہیں ہوسکتا۔ مگر تاہم لوگوں کی ہنسی سے شرم آتا ہے۔ اس سے زیادہ آپ کے اوقات گرامی کی تضیع نہیں کرتا ہوں فقط۔

پیر صاحب کا جواب تو ہم نے نقل کر دیا ہے مگر پیر صاحب کے جواب کا ضمیمہ جو اُس کے ساتھ ہی ایک اشتہار میں مولوی غازی صاحب کی طرف سے شائع ہوا اُس کا ایک ایک لفظ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ پیر صاحب ہرگز تفسیر القرآن میں مرزا صاحب کے ساتھ مقابلہ کرنا نہیں چاہتے اور یہ صرف اُنہوں نے ٹالنے کا ایک طریق اختیار کیا ہے ہم اُس

اشتہار کی چند ایک عبارتیں نقل کر دیتے ہیں پبلک خود اندازہ کر لے کہ ایسے اشتہار دینے میں پیر صاحب اور اُن کے مریدوں کی کیا نیت تھی۔

ا۔صفحہ ۶۔ بھلا یہ تو فرما دیجئے گا کہ اس قدر کثیر جماعت علماء کی جمع ہو کر کیا کرے گی۔صبح سے شام تک بے آب و دانہ بیٹھ کر دیکھتی رہے گی کہ کس کا قلم زور سے چلتا ہے اور وہ کون کون سی دلچسپی ہے جس کے واسطے اور کون سا اور اہم علم ہے جس کی شہادت کے لئے آپ اس قدر علماء کو بصورت حاضری پیر صاحب طلب کرتے ہیں۔۲۔صفحہ ۱۲/۳ء

مگر شرط یہ ہے کہ قبل از بحث تحریری مذکورہ مجوزہ مرزا صاحب ایک بحث تقریری دعویٰ مسیحیت و مہدویت وغیرہ عقائد مرزا صاحب پر جو تعداد میں تخمیناً ۱۳۶ کے قریب ہیں اور ان کے الہامی کتب میں درج ہیں بپابندی امور ذیل ہو جائے۔

(الف) تعیین وتقرر سوالات حضرت پیر صاحب کا منصب ہوگا۔

(ب) بحث تقریری بحث تحریری سے اول ہو گی اگر ایک روز میں ختم نہ ہو گی تو دوسرے اور تیسرے روز تک جاری رہے گی۔

(ج) جو شخص بحث میں مغلوب ہو گا اس کو بیعت توبہ کرنا لازمی ہو گا۔

(د) چونکہ احتمال ہے کہ ایک شخص مغلوب بھی ہو جاوے اور پھر بھی توبہ نہ کرے اس لئے فریقین ایک ایک معتبر ضمانت صد/// صد/// ہزار روپے کی دے دیویں۔

(ہ) مرزا صاحب یہ بھی لکھ دیں کہ اس بحث کے وقت یا دوران زمانہ بحث میں اگر کوئی الہام اس قسم کا ان کو ہو جاوے جو مبدل یا ناسخ شرائط بحث و مباحثہ ہو یا مرزا صاحب کو کوئی تار اس مضمون کا آجاوے کہ گھر میں کوئی بیمار ہے یا اور کوئی ہیچ قسم خط پیام وغیرہ آجاوے تو مرزا صاحب بحث و مباحثہ کو حسب شرائط مقررہ حال پورا کر دیں گے اور اُس الہام تار خط پیام وغیرہ پر کاربند نہ ہوں گے اگر مرزا صاحب اب میدان میں تشریف نہ لائے اور اس مباحثہ سے منہ پھیر کر اس میں کوئی حیلہ وحجت کریں گے یا اب شرائط میں کسی قسم کی کوئی پیچیدگی پیدا کر دیں گے جس سے اس معاملہ کا وقوع غیر اغلب ہو جاوے تو پھر سمجھا جاوے گا اور اُس کا نتیجہ فطری طور پر یہ ہوگا کہ مرزا صاحب کی الٰہی طاقت (وہی خدائے عاجی والی) مغلوب ہوگئی۔(تم کلامہ)

پیر صاحب اور ان کے مولوی غازی صاحب کے اس اشتہار مطبوعہ ۲۵؍جولائی ۱۹۰۰ء کے جواب میں حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی نے ایک اشتہار قادیاں سے ۱۴؍اگست ۱۹۰۰ء کو نکالا جس میں سید صاحب موصوف نے پیر صاحب اور غازی صاحب ہر دو کی تمام باتوں کے مفصل جوابات نہایت عمدگی سے دیئے اور پھر اتمام حجت کے واسطے یہ بھی لکھ دیا کہ اگر پیر صاحب سیدھی طرح حضرت امامنا کے مقابلہ میں تفسیر القرآن لکھنا نہیں چاہتے اور تفسیر القرآن میں مقابلہ کو ٹالنے کے واسطے ضرور مباحثہ ہی کرنا چاہتے ہیں تو مباحثہ کے واسطے میں حاضر ہوں اور ساتھ ہی سید محمد احسن صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ اگر وہی تین مولوی جو ہمارے مخالف اور پیر صاحب کے موافق ہیں اس وقت مجوزہ قسم کھا کر یہ شائع کر دیں کہ پیر صاحب گولڑوی نے رعب میں آ کر مقابلہ تفسیر کو ٹالنے کے واسطے یہ تجویز نہیں کی بلکہ انہوں نے نیک نیتی سے یہ کارروائی کی ہے تب بھی ہم مان لیں۔

اس پر نہ تو مولوی محمد احسن صاحب کے ساتھ مباحثہ منظور کیا گیا اور نہ اُن تین مولویوں سے یہ قسم دلائی گئی کہ پیر صاحب گولڑوی کا یہ طریق مقابلہ تفسیر کو ٹالنے کے واسطے نہیں ہے۔ اور پیر صاحب تو بالکل خاموش رہے لیکن راولپنڈی سے ان کے ایک مرید حکیم سلطان محمود خان نے گند کا بھرا ہوا ایک اشتہار شائع کر دیا کہ مولوی محمد احسن کے ساتھ مباحثہ ہم نہیں کرتے خود مرزا صاحب آویں۔ اور لوگوں کو دھوکا دینے کے واسطے اپنی طرف سے اخیر میں مضحکہ کے طور پر حکیم سلطان محمود نے یہ بھی لکھ دیا کہ اگر مرزا صاحب نہیں مانتے تو پیر صاحب کو مرزا صاحب کی ہی ساری شرائط منظور ہیں مرزا صاحب آ جاویں۔ اس پر کئی ایک اشتہار اور خطوط (جو کہ اسی کتاب میں اپنے موقع پر آگے درج ہوں گے) بخدمت پیر صاحب ہماری جماعت کی طرف سے ارسال کئے گئے اور درخواست کی گئی کہ جو کچھ آپ کا مرید کہہ بیٹھا ہے آپ اپنی زبان مبارک سے فرماویں کہ ہم کو سب شرائط مرزا صاحب کے بلا کم و بیش منظور ہیں مگر کیا مجال تھی کہ پیر صاحب ایسا کہتے بلکہ وہ دل ہی دل میں حکیم سلطان محمود پر خفا ہوتے ہوں گے کہ وہ بے مراد کیوں بغیر ہماری اجازت کے ایسا کہہ بیٹھا۔ اور اس کے بعد جب پیر صاحب لاہور میں آئے تو پیر صاحب کے مریدوں نے پھر وہی اشتہار مباحثہ کا دیا کہ پیر صاحب مباحثہ تقریری کے واسطے آتے ہیں۔

جب پیر صاحب کے مریدوں نے عوام کو دھوکا دینے کے واسطے یہ مشہور کیا کہ پیر صاحب نے تمام شرائط مرزا صاحب کے مان لئے ہیں اور اب وہ مباحثہ تقریری کے واسطے لاہور آنے والے ہیں تو ہمیں نہایت ہی تعجب ہوا کہ ایک طرف تو لکھتے ہیں کہ تمام شرائط مان لئے ہیں اور دوسری طرف ساتھ ہی یہ لکھ دیتے ہیں کہ مباحثہ تقریری کے لئے پیر صاحب یہاں آئیں گے۔ یہ عجیب ایمان داری کی بات ہے۔ کیا مباحثہ تقریری کے واسطے مرزا صاحب نے دعوت کی تھی جو تم کہتے ہو کہ مرزا صاحب کی دعوت قبول کی گئی ہے۔ اس وقت پبلک کو اصل کیفیت سے آگاہ کرنے کے واسطے لاہوری خادمانِ حضرت مسیح موعود کی طرف سے دو اشتہار مؤرخہ ۱۹، ۲۰ ر اگست ۱۹۰۰ء شائع ہوئے جو کہ ذیل میں درج ہیں۔

فرار و انکار پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی

از جلسہ تحریر تفسیر قرآنی بمقابل حضرت مسیح موعود

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

اللہ تعالیٰ نے جب اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا تو آنحضرت ﷺ کی نبوت کی تائید میں ہر طرح کے ثبوت، کھلے کھلے دلائل موجود تھے۔ زمانہ کی تنگ و تاریک حالت چاہتی تھی کہ خاتم النبیینؐ پیدا ہو۔ توریت اور انجیل کے نوشتے گواہی دیتے تھے کہ آنحضرتؐ نبی برحق ہیں۔ ہزاروں معجزے اور کرامات بھی دکھلائے گئے۔ یہاں تک کہ آپ کی رسالت کی صداقت میں آسمان سے شق القمر نے بھی شہادت دی۔ مگر کیا ہی پتھر دل تھے کفار کہ باوجود ان سب باتوں کو کوئی تو کہتا کہ یہ جادوگر ہے۔ کوئی ادھر سے دوڑا آتا کہ جھوٹا ہے اس کی بات نہ سنو۔ کوئی ادھر سے بھاگا آتا اور کہتا کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے سامنے آسمان سے کتاب اتارو۔ ہم بھی ہاتھ لگا کر دیکھ لیں۔ کوئی کہتا کہ تمہارے ساتھ فرشتے اور خزانے کیوں نہیں ہیں۔ کوئی کچھ اعتراض کرتا کوئی کچھ۔ غرض ایک طوفان بے تمیزی منکرین کے درمیان پھیلا ہوا تھا اور کہتے تھے کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں اور نہ خدا کا کلام اس پر اُترتا ہے۔ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ سے وحی پا کر حضرت رسالت مآبؐ نے یہ مشتہر کیا کہ اگر یہ کلام خدا کی طرف سے نہیں تو چلو فیصلہ کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تم بھی ایسا ہی کلام

اگر چہ تھوڑا سا ہی بنا کر دکھلاؤ۔ اور یاد رکھو کہ تم نہیں بنا سکو گے۔ یہ ایک معجزہ تھا حضرت رسول اکرمؐ کا جو قیامت تک کفار کا سر نیچے دبائے رکھے گا۔

قاعدہ کی بات ہے کہ نائب اپنے منیب کے قدم پر چلتا ہے۔اور خادم اپنے مخدوم کے رنگ میں رنگین ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ کو اللہ تعالیٰ نے دین محمدیؐ کی خدمت کے واسطے اور خدا کی توحید اور جلال کو دنیا میں قائم کرنے کے واسطے مبعوث کیا اور ان کو اس وقت کا امام مقرر کیا اور اپنے کلام سے مشرف کیا اور اُن کو مسیح موعود و مہدی موعود بنایا۔تو باوجودیکہ ایک صدی کے سرے پر امام کا پیدا ہونا حدیث شریف میں درج ہے۔ اور یہ صدی کا سرا ہے اور اس صدی کا امام بسبب فتنۂ عیسوی کے ضرور ہے کہ مسیح ہو۔اور حضرت اقدس مرزا صاحب کی تائید میں قرآن شریف اور احادیث سب موجود ہیں۔ اور آسمان سے بھی سورج اور چاند نے رمضان میں گواہی دے دی ہے۔ مگر پھر بھی منکرین ہیں کہ اعتراض سے باز نہیں آتے اور آئے دن کوئی ادھر سے بول اٹھتا ہے کہ یہ قادیان جانے والے کو جادو کر دیتا ہے کوئی اُدھر سے کہتا ہے کہ یہ کاذب ہے اور وہی اعتراض جن کے جواب سینکڑوں دفعہ کتابوں اور رسالوں میں دیئے جا چکے ہیں۔ پھر پھر دُہرائے جاتے ہیں۔اس واسطے مرشدنا حضرت مرزا صاحب مسیح موعود و مہدی موعود نے بھی اپنے پیشوا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رنگ میں مکذبین کو للکارا کہ بحث و مباحثہ تو بہت ہوئے اور ہر طرح سے قرآن و احادیث کے دلائل دیئے گئے۔ پر تم باز نہیں آتے۔اچھا اب فیصلہ کا طریق یہ ہے کہ جیسا قرآن شریف کا یہ معجزہ ہے کہ ویسا کوئی کلام نہیں بنا سکتا۔ایسا ہی ہماری طرف سے یہ نشان ہے کہ ہمارے مخالفین میں سے کسی پر بھی اس کلام کے معارف اور دقائق نہیں کھلتے خواہ وہ مخالف دنیا کے کسی حصہ میں ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے درمیان کوئی جھگڑا پڑ جاوے۔تو اللہ اور رسول پر اس کا فیصلہ چھوڑو۔ اب یہاں جھگڑا یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ مسیحیت و مہدویت میں صادق ہیں یا اُن کے مخالف و مکذب ان کی تکذیب میں صادق ہیں۔اچھا اس جھگڑے کو فرقانِ حمید کے پیش کرو۔ وہ کیا فیصلہ دیتا ہے۔فرقانِ حمید کہتا ہے کہ خدا کے برگزیدہ کا یہ نشان ہے کہ اس سے ایسی کرامات ظاہر ہوتی ہیں جو اس کے مخالفوں سے نہ ہوسکیں اور اُس پر

قرآن شریف کے معارف کھلتے ہیں۔اور تیسرا یہ کہ اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

سو حضرت مرزا صاحب نے ۲۰/جولائی ۱۹۰۰ء کو ایک اشتہار مہر علی شاہ صاحب گولڑوی (جن کو بیٹھے بٹھائے یہ شوق چرایا ہے کہ ہم بھی مرزا صاحب کی مخالفت میں طبع آزمائی کریں اور یہ نہ سوچا کہ دوسروں نے اپنی پردہ دری کے سوا اور کیا لے لیا ہے جو آپ نے لینا ہے)اور دیگر تمام مخالفین کو مخاطب کر کے کہہ دیا کہ آؤ تم سب لاہور میں جمع ہو جاؤ۔ قرآن شریف کی چند آیات قرعہ اندازی سے لے کر اس کی تفسیر زبان عربی میں لکھیں کیونکہ عربی بہشت کی بولی ہے۔اور قرآن مجید اس میں نازل ہوا۔اور اس کے ذریعہ سے بھی انسان کی مناسبت رسول عربیؐ اور قرآن عربی کے ساتھ معلوم ہوسکتی ہے۔اور دعا کریں کہ جو خدا کے نزدیک صادق ہے اُس کے کلام میں فصاحت اور معارف ہوں۔اس طرح سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ دعا کس کی قبول ہوتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہو جائے گا کہ قرآن کریم کے معارف کس پر کھلتے ہیں اور مومن اور صادق کون ہے۔

یہ ایک طریق ہے جس سے ثابت ہوسکتا ہے کہ قرآن شریف کس کے حق میں مومن ہونے کا فیصلہ دیتا ہے۔مگر جب یہ اشتہار پیر گولڑوی کو ملا تو معلوم ہوتا ہے کہ پیر گولڑوی دل ہی دل میں گھبرائے اور حیران و ترساں ہوئے۔کیونکہ اتنی لیاقت کہاں کہ عربی میں تفسیر لکھیں،اور ایسا ایمان کہاں کہ قرآن شریف کے معارف کھلیں اور دعا قبول ہو پس آپ نے سوچا کہ کوئی ایسی تجویز نکالو جس سے یہ مقابلہ بھی نہ ہو اور مریدوں میں بھی کچھ رہ آوے۔ اور بنی بنائی عزت پر بھی مٹی نہ پڑ جاوے۔کیونکہ حضرت امامنا مرزا صاحب نے صاف طور پر زور سے یہ دعویٰ کیا تھا کہ ''میرا غالب رہنا اسی صورت میں متصور ہوگا کہ جب مہر علیشاہ صاحب بجز ایک دلیل اور قابل شرم اور رکیک عبارت لغو تحریر کے کچھ بھی نہ لکھ سکیں۔اور ایسی تحریر کریں جس پر اہل علم تھوکیں اور نفرین کریں۔کیونکہ میں نے خدا سے یہی دعا کی ہے کہ وہ ایسا ہی کرے۔اور میں جانتا ہوں کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔اور اگر مہر علیشاہ صاحب بھی اپنے تئیں جانتے ہیں کہ وہ مومن اور مستجاب الدعوات ہیں تو وہ بھی ایسی ہی دعا کریں اور یاد رہے کہ خدائے تعالیٰ اُن کی دعا ہرگز قبول نہیں کرے گا کیونکہ وہ خدا کے ماموراور مرسل کے دشمن ہیں۔اس لئے آسمان پر ان کی عزت نہیں۔

پس اُسی مقابلہ سے بچنے کے واسطے پیر گولڑوی نے یہ منصوبہ بنایا کہ ’’مرزا صاحب پہلے اُس جلسہ میں اپنے دعویٰ مسیحیت ومہدویت کا تقریری ثبوت دیں اور پھر تحریر کی اجازت ہوگی‘‘ مگر افسوس پیر گولڑوی کو اتنی عقل نہیں آئی کہ اپنے دعویٰ مسیحیت اور مہدویت کے ثبوت کے واسطے ہی تو مرزا صاحب نے یہ بات پیش کی ہے کہ تفسیر قرآن لکھی جاوے۔ تفسیر قرآن میں غالب رہنا ہی تو مرزا صاحب نے اپنے دعویٰ کی صداقت کا نشان مقرر کیا ہے اور اسی کے واسطے جلسہ ہوتا ہے۔ تو آپ فرماتے ہیں کہ جلسے سے پہلے دعویٰ کا ثبوت دو۔ ہم سنا کرتے تھے کہ پیر گولڑوی منطق پڑھے ہوئے ہیں۔ مگر اب منطق کا حال بھی معلوم ہو گیا ہے۔ چاہیئے کہ محمد الدین کتب فروش جس نے بڑے شوق سے اپنے پیر کا اشتہار چھاپا ہے اور ساتھ ہی مرزا صاحب پر بہت سے بہتان اور بے جا اعتراض کئے ہیں۔ پہلے اپنے پیر صاحب کو منطق کی چند کتابیں روانہ کر دیتا۔ اور پھر ان کے اشتہار کے چھپوانے کا ارادہ کرتا۔ پیر صاحب گولڑوی نے یہ تجویز اس واسطے سوچی ہے کہ مرزا صاحب نے زبانی تقریروں کو پسند نہیں کرنا۔ کیونکہ اول تو اس میں فساد کا خطرہ ہوتا ہے اور دوسرے ایسے لوگوں کی زبان کا اعتبار نہیں ۔ اس واسطے مرزا صاحب ہمیشہ تحریری گفتگو کیا کرتے ہیں۔ تقریری نہیں کیا کرتے۔ اور تیسرا مرزا صاحب متنازعہ فیہ باتوں پر نہایت بسط سے اپنی کتابوں میں تحریر کر چکے ہیں اور چوتھا مرزا صاحب کی طرف سے مباحثہ کے واسطے کوئی اشتہار نہیں دیا گیا۔ بلکہ بالمقابل تفسیر کا اشتہار دیا ہے۔ ان باتوں کو مدنظر رکھ کر پیر گولڑوی نے یہ چال اختیار کی کہ ہم پہلے مباحثہ کرتے ہیں پیچھے تفسیر لکھی جاوے گی۔ اور سوچا کہ نہ مباحثہ ہوگا نہ تفسیر کی باری آوے گی اور ہم اس طرح ذلت سے بچ جائیں گے۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ اس پر بھی ان کا چھٹکارا نہیں ہوسکتا۔ مولوی محمد احسن صاحب نے اپنے اشتہار مؤرخہ ۱۴/اگست ۱۹۰۰ء میں آپ کی اور آپ کے شاگرد مولوی غازی کی تمام باتوں کا مفصل جواب دے کر آپ پر آخری حجت اس طرح سے قائم کر دی ہے کہ یہ طریق پیر گولڑوی کے فرار اور انکار کا ثبوت ہے۔ اور اگر یہ اس کا بھاگ جانا نہیں تو وہی تین علماء جو تفسیر قرآن کے واسطے حکم مقرر کئے گئے تھے اُن کے پاس جائیں اور اُن سے اسی طرح کی قسم کے ساتھ جس کا ذکر مرزا صاحب نے کیا ہے یہ شائع کرا دیں کہ پیر صاحب گولڑوی تفسیر لکھنے سے ہراساں وترساں

نہیں ہیں۔ اور انکار کا یہ طریق اُن کی طرف سے بہ سبب اُس خوف کے نہیں ہے کہ وہ مرزا صاحب کے مقابل تفسیر لکھنے سے عاجز ہیں۔ تو ایسی قسم کے بعد اگر ایک سال کے اندر مرزا صاحب کی تائید میں کوئی نشان ظاہر نہ ہوا تو پھر بھی ہم ہی مغلوب سمجھے جائیں گے۔ چلو اب تو فیصلہ بہت آسان ہو گیا۔ ۲۵؍اگست کے اندر ایسا حلف نامہ شائع کرا دیں۔ اور اگر آپ کو ضرور مباحثہ کا ہی شوق ہے تو مولوی محمد احسن صاحب ۲۵؍اگست کو مباحثہ کے واسطے یہاں پہنچ جائیں گے یہ بھی لیجئے۔ مرزا صاحب کے مقابل تفسیر لکھنے سے تو آپ رہے۔ اُن تین علماء سے مذکورہ بالا گواہی ہی دلا دیں کہ آپ بھاگ نہیں گئے۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا تو مولوی محمد احسن صاحب مباحثہ ہی کر لیں۔ اور اگر کچھ بھی نہیں کر سکتے تو ہزار لعنت ہے اُس پر جو کوئی طریق بھی فیصلہ کا اختیار نہ کرے اور زمین میں فساد مچانے کی کوشش کرتا پھرے۔ پیر صاحب گولڑوی کی اس مکارانہ کارروائی کے رد میں مفصل اشتہار مولوی محمد احسن صاحب کا مؤرخہ ۱۴؍اگست ۱۹۰۰ء دیکھنا چاہیئے۔ اور عنقریب قادیاں سے ایک اور اشتہار حضرت اقدس کی طرف سے بھی پیر گولڑوی کی قلعی کھولنے کے واسطے آتا ہے۔ والسلام علےٰ من اتبع الہدیٰ۔

اتمام حجت

ہم لاہور جماعت مریدان حضرت اقدس مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب (موسومہ بہ انجمن فرقانیہ لاہور) اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر صحیح اقرار کرتے ہیں کہ اگر پیر مہر علیشاہ صاحب گولڑوی حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کے مقابل ایک جگہ بیٹھ کر بغیر مدد دیگرے بعد دعا سات گھنٹہ کے اندر حضرت مرزا صاحب کے مجوزہ اشتہار کے موافق تفسیر عربی لکھ کر اپنا غلبہ دکھائیں تو ہم ایک ہزار روپیہ نقد بلا عذر اُن کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ پیر مہر علیشاہ صاحب کے مرید خصوصاً حافظ محمد الدین صاحب تاجر کتب ضرور پیر صاحب کو آمادہ کریں گے۔ کیونکہ دعا کی قبولیت کے دیکھنے کا یہ بے نظیر موقع انہیں دیا گیا ہے۔ اب اس سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا ان کا اختیار ہے۔ بر رسولاں بلاغ باشد وبس۔

جماعت مریدان حضرت اقدس مسیح موعود ومہدی معہودؑ

از لاہور ۱۹؍اگست ۱۹۰۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
والصلوٰۃ والسلام علے رسولہ الکریم

(ان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا)
کوئی سیدھی اور بھلائی کی بات ہو تو اُس کو اختیار نہیں کرتے

پیر گولڑوی کا مرزا صاحب کے مقابلہ سے انکار

حضرت امامنا مرزا صاحب نے پیر مہر علیشاہ صاحب گولڑوی کو جو دعوت کی تھی کہ بالمقابل تفسیر القرآن بعد دعا کے لکھیں۔ اس سے پیر گولڑوی نے انکار کر دیا ہے اور مرزا صاحب کی کسی شرط کو بھی منظور نہیں کیا۔ بلکہ روباہ بازی اور ابلہ فریبی کے ساتھ اپنی طرف سے یہ لکھ دیا ہے کہ زبانی مباحثہ کرتا ہوں حالانکہ حضرت مرزا صاحب نے قبولیت دعا اور تفسیر قرآن میں مقابلہ کا اشتہار دیا ہے۔ اگر پیر گولڑوی کے مریدوں کو اپنے پیر کی ایمانداری یا اس کی دعا کی قبولیت کا کچھ یقین ہے تو چاہئے کہ مرزا صاحب کی شرائط ان سے منظور کرائیں۔ اور دعا اور معارف قرآنی میں مقابلہ کرائیں جو کہ انبیاء کی سنت ہے۔ ورنہ پیر گولڑوی کا تفسیر لکھنے کی ناقابلیت اور دعا کے نہ قبول ہو سکنے کے یقین کے سبب بھاگ جانا اور بے جا حیلہ و عذر تراشنا ثابت ہو گیا۔ اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ پیر گولڑوی ہرگز ہرگز مرزا صاحب کے مقابل میں تفسیر عربی نہیں لکھ سکتا اور نہ پیر گولڑوی کی دعا مرزا صاحب کے مقابل میں قبول ہو سکتی ہے اور اگر وہ مرزا صاحب کے مقابل میں تفسیر لکھ کر غالب آ جاوے تو **ہم ایک ہزار روپیہ نقد** اُس کی نذر کریں گے۔ اور اُس کے فریب پر روشنی ڈالنے کے واسطے عنقریب حضرت مرزا صاحب کی طرف سے بھی ایک اشتہار آتا ہے اور ہمارے اشتہار مؤرخہ ۱۹؍اگست اور مولوی سید محمد احسن صاحب کے اشتہار مؤرخہ ۱۴؍اگست میں بھی مہر علیشاہ زیر بحث

کا مفصل حال درج ہے شائقین ان کو پڑھ لیں۔

المشتہر

لاہور خادمان حضرت مسیح موعودؑ

۲۰/اگست ۱۹۰۰ء

مذکورہ بالا دو اشتہارات کے پڑھنے سے ناظرین پر واضح ہو گیا ہو گا کہ پیر صاحب نے اور ان کے مریدوں نے اُس وقت ایمان داری کی کہاں تک قدردانی کی اور پبلک کو دھوکا دینے کے واسطے کیا کچھ کوشش کی۔ اس وقت اپنے فریب میں اپنے تئیں کامیاب سمجھ کر پیر صاحب کے مریدوں نے متفرق مقامات سے بہت سے گندے اور ناپاک اشتہار جاری کئے اور اس مخالفت میں جھوٹ بولنا بھی ہر طرح سے جائز سمجھ کر جو کچھ جوش مخالفت میں مُنہ پر آیا کہہ دیا چنانچہ ہم پیر صاحب گولڑوی کے اشتہار کے ضمیمہ اور پیر صاحب کے مرید خاص محمد دین کے اشتہار میں سے نمونہ کے طور پر چند ایک باتیں دکھلاتے ہیں تا پبلک کو معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں نے پیر مہر شاہ صاحب کے ساتھ تعلق پیدا کر کے کیا فیض حاصل کیا ہے اور کس قسم کے سلوک کے منازل میں مشق کی ہے کیونکہ مثل مشہور ہے کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے اور اس جگہ ہم دو کالم بناتے ہیں۔ ایک کالم میں مولوی غازی اور محمد دین کا اعتراض جو کہ انہوں نے اپنے اشتہارات مؤرخہ ۲۵/جولائی ۱۹۰۰ء اور مؤرخہ ۱۵/اگست ۱۹۰۰ء میں کئے) لفظ بہ لفظ نقل کر دیتے ہیں اور دوسرے کالم میں اپنا جواب لکھ دیتے ہیں۔

ضمیمہ اشتہار پیر گولڑوی یا پیر صاحب کے مرید خاص محمد دین کی عبارت

اعتراض

آنخضرت رسول خدا صلعم سورہ زلزال کے معنے غلط سمجھے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۸۔۱۲۹

جواب

1۔ مرزا صاحب کی تصنیف ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۲۸, ۱۲۹ میں اوّل سے آخر تک

مطلقاً حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام یا آپ کا کچھ ذکر آپ کی طرف کوئی اشارہ ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ ناظرین خود ازالہ اوہام کو دیکھ لیں اور پھر انصاف دیں کہ پیر صاحب کے مریدین مولوی غازی اور محمد دین کو کہاں تک سچ بولنے کی عادت ہے۔

اعتراض

2۔ حضرت رسول اکرم خاتم النبیین والمرسلین نہیں ہیں۔ ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱، ۴۲۲

جواب

ازالہ اوہام کے ان صفحوں میں حضرت مرزا صاحب نے تو یہ تحریر فرمایا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کی اصل عبارت ان صفحوں میں اس طرح ہے۔

''نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیّت کا دعویٰ ہے الخ''

اور ان دونوں صفحوں کے اندر جن کا حوالہ مکذب صاحب نے دیا ہے ہرگز کوئی ایسے الفاظ صریحاً یا اشارتاً نہیں ہیں جن میں یہ لکھا ہو کہ حضرت رسول اکرم خاتم النبیینؐ نہیں ہیں۔ بلکہ حضرت مرزا صاحب نے تو حضرت رسول اکرم ﷺ کی تعریف میں ایک جگہ یوں فرمایا ہے کہ **ہر نبوت را بروشد اختتام**

اعتراض

3۔ قرآن شریف میں گالیاں بھری ہوئی ہیں۔ ازالہ اوہام صفحہ ۲۵۔ ۲۶

جواب

ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۵۔ ۲۶ میں حضرت مرزا صاحب نے مخالفین کو یہ سمجھایا ہے کہ تم مجھ پر سخت کلامی کا کیوں الزام لگاتے ہو حق کے واسطے تلخی اور حرارت کا ہونا ضروری ہے۔

اور واقعات کا اظہار گالی نہیں ہوتی ۔ کیونکہ اگر اس کو تم گالی سمجھو تو پھر تمہارا اعتراض قرآن شریف پر وارد ہوتا ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں کفار کے حق میں سخت الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

نوٹ:۔ اس جگہ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ قرآن شریف تو خدا کا کلام ہے خدا کو اختیار ہے وہ جسے چاہے برا کہے مرزا صاحب کون ہوتے ہیں جو کسی کے حق میں سخت لفظ لکھیں تو بجواب عرض ہے کہ قرآن شریف کو خدا کا کلام ماننے والے تو آنحضرت ﷺ کے ابتدائی وقت میں صرف تھوڑے سے مسلمان ہی تھے۔ کفار تو اس وقت بھی یہی اعتراض کرتے تھے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) لوگوں کو گالیاں دیتا پھرتا ہے۔ سو آپ بھی اعتراض کرنے والے تو مکذبین اور منکرین ہی ہیں ورنہ ہم تو مانتے ہیں کہ مرزا صاحب جو کچھ کہتے اور لکھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی رضا مندی کے نیچے ہے۔ اور علاوہ ازیں اگر خدا تعالیٰ نے کسی کلمہ کو مکذبین کے حق میں بولنا اپنے کلام میں جائز کر دیا ہے تو وہ کافی سند ہے اس بات کے واسطے کہ ان کلمات کا اپنے محل اور موقع پر بولنا جائز اور ضروری ہے۔

اعتراض

4۔ قیامت نہیں ہوگی۔ تقدیر کوئی نہیں ہے۔ صفحہ دوم ٹائٹل پیج ازالہ اوہام

جواب

اس صفحہ میں مطلقاً یہ الفاظ نہیں ہیں اور ایسے اتہام کے جواب میں ہم سوائے اس کے کیا کہیں کہ **لَعْنَةُ اللّٰه عَلَى الْكَاذِبِيْن**۔ آخر انسان کہلاتے ہو۔ کچھ تو سچ بولو۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنی کئی ایک کتب مثلاً کتاب البریہ، برکات الدّعا وغیرہ میں مسئلہ تقدیر اور قیامت کے ثبوت میں مفصل بیان کیا ہے۔

غرض اور بھی بہت سے اسی طرح کے اتہام اور افترا ہیں جو کہ ہم پر باندھے گئے ہیں اور پیر صاحب کے اشتہار کے ساتھ شائع کئے گئے ہیں اور اس جگہ ہم نے نمونے کے طور پر چار باتیں ایسی لکھ دی ہیں جن سے پبلک اندازہ کر لے کہ ہمارے مخالف ہم پر جو اتہام

لگاتے ہیں ان کی اصلیت کیا ہے۔ وقس علےٰ ہذا۔ اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ یہ عبارتیں ان صفحوں میں سے پیر صاحب یا ان کے مرید مولوی غازی یا محمد دین ہرگز نہیں دکھا سکتے۔ اور جب یہ حال ہے تو پبلک خود اندازہ کر لے کہ ہمارے مخالف کس راہ کے منازل میں مشق کر رہے ہیں صداقت کے راہ میں یا کذب کے راہ میں

پیر صاحب لاہور میں

جب قادیان اور لاہور سے اس قسم کے اشتہارات نکلے اور پیر صاحب کو یقین ہو گیا کہ حضرت مرزا صاحب اپنے اُس معاہدہ پر پختہ ہیں جو وہ انجام آتھم میں کر چکے ہیں کہ ہم اب مباحثات ان لوگوں سے نہیں کیا کریں گے اور پیر صاحب نے دیکھا کہ اب تو مرزا صاحب تشریف لائیں گے نہیں اور پبلک کو دھوکا دینے کا عمدہ موقعہ ہے تو آپ جھٹ اپنے سرحدی اور سرحدی مزاج مریدوں کو ساتھ لے کر ۲۴۔ تاریخ اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور میں آ پہنچے۔ آتے ہی ملا جعفر زٹلی کے بیٹے نے آپ کو ایڈریس دیا۔ اور پیر صاحب کے مریدوں نے اشتہار دے دیا کہ پیر صاحب بغرض مباحثہ آ گئے ہیں اور تمام شرائط مرزا صاحب کے انہوں نے منظور کر لیے ہیں۔

اس پر لاہوری خادمان حضرت مسیح کی طرف سے تیسرا اشتہار نکلا کہ اگر پیر صاحب ہمیں اطلاع دیں کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحب کے تمام شرائط منظور کر لئے ہیں۔ تو مرزا صاحب اب بھی یہاں آ جاویں گے۔ مگر اُس کے جواب میں بھی صدائے برنخواست۔ وہ اشتہار بعینہٖ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلّے علی رسولہ الکریم

حضرت مرزا صاحب کے بالمقابل تفسیر القرآن کے لکھنے سے پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کا انکار وفرار

وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرہ:43)

ترجمہ:۔اس طرح کی جھوٹی باتیں نہ بناؤ کہ حق کا پہچاننا لوگوں کو مشکل ہو جائے۔ اوراس طرح حق کو نہ چھپاؤ۔کیونکہ اصل میں تم سب کچھ جانتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے جب رحمۃ للعالمین سرور انبیاء حضرت محمد مصطفٰے علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام کو نبی آخرالزمان بنایا تو علمائے یہود آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اگرتم خدا کی طرف سے ہوتو ایسا ہو کہ توریت کی طرح تم پر لکھا لکھایا قرآن شریف یک دفعہ نازل ہو جائے۔ایسا سوال کرنے میں اُن کافروں نے یہ شرارت سوچی تھی کہ اگر ایسا نہ کریں گے تو ہم لوگوں میں شور مچائیں گے کہ دیکھو ایک معجزہ مانگا تھا۔وہ بھی نہیں دکھا سکتے۔اوراگرانہوں نے ایسا کر دکھایا تو ہم کہیں گے کہ (نعوذ باللہ) یہ کاذب ہیں۔کیونکہ توریت میں نبی آخر الزمان کے متعلق یہ پیشگوئی تھی کہ آنحضرت ﷺ پر قرآن شریف رفتہ رفتہ نازل ہوگا۔اس قسم کے فریب خدا کے برگزیدہ لوگوں کے مقابلہ میں لکھے پڑھے مکذّبین ہمیشہ کیا کرتے ہیں۔امامنا ومرشدنا حضرت مسیح موعود ومہدی معہود مرزا غلام احمد صاحب نے مطابق الہام الٰہی اپنی کتاب انجام آتھم میں بھی یہ بات شائع کردی تھی کہ اب آئندہ ہم کسی مولوی سے مباحثہ نہیں کریں گے۔کیونکہ مباحثات بہت ہو چکے اور متنازعہ فیہ مسائل میں کتابیں بہت لکھی جاچکی ہیں۔اور کتاب مذکور پیر مہر علیشاہ صاحب کی خدمت میں بھی روانہ کی گئی تھی۔

کیونکہ اُس میں پیر صاحب موصوف کو بھی مباہلہ کے لئے بلایا گیا تھا۔جس کے جواب میں پیر صاحب نے خاموشی اختیار کر کے مباہلہ سے اپنا انکار وفرار ثابت کیا تھا۔خیر

یہ چار سال کا واقعہ ہے۔ اب جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے پیر صاحب گولڑوی کو بسبب اُن کی بے جا مخالفت اور اپنی کتاب میں علم وفضل کی لاف زنی کے اس بات کی دعوت کی کہ وہ اُن کے مقابلہ میں بعد دعا کے قرآن شریف کی چند آیات کی تفسیر عربی زبان میں لکھیں اور پبلک کو دکھائیں کہ قبولیت دعا و معارف قرآنی کا کھلنا کس کے حق میں مومن ہونے کا فیصلہ دیتا ہے۔ تو پیر صاحب گولڑوی نے وہی بات پیش کر دی کہ ہمارے ساتھ پہلے زبانی مباحثہ کرو حالانکہ مرزا صاحب آج سے چار سال پہلے شائع کر چکے ہیں کہ اب ہم ان امور میں مباحثہ نہیں کریں گے۔ اصل میں پیر صاحب گولڑوی کا نہ اتنا ایمان ہے کہ اُن کی دعا حضرت امامنا کے مقابلہ میں قبول ہو اور نہ اتنی لیاقت ہے کہ بالمقابل تفسیر عربی لکھ سکیں اس واسطے انہوں نے یہ حجت بازی کی۔

اور ضرور تھا کہ مرزا صاحب کے دیگر مخالف ملانوں کی طرح وہ بھی ایسا کرتے تا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کی بات پوری ہو کہ اخیر زمانہ میں لوگ یہود کی خصائل کو اختیار کریں گے۔ طرفہ یہ کہ پیر گولڑوی اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب اگر تقریری بحث میں اپنا دعویٰ ثابت نہ کر سکے تو اُن کو بیعت توبہ کرنی ہوگی۔ مگر ایمانداری تو یہ تھی کہ ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیتے کہ اگر مرزا صاحب غالب آ گئے تو ہم بھی بیعت توبہ کریں گے۔ اس کے آگے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ بحث کے بعد مرزا صاحب کو اجازت مقابلہ تحریری کی دی جاوے گی۔ ہمیں تعجب آتا ہے پیر صاحب کے ان الفاظ پر۔ جناب کو اتنی عقل نہیں آئی کہ مباحثہ کا نتیجہ تو آپ نے رکھا ہے بیعت توبہ۔ تو جب بیعت توبہ ہو جاوے گی تو کیا پیر و مرید کے درمیان بھی مقابلہ ہوا کرتا ہے، بریں عقل و دانش بباید گریست۔ شاید کہ پیر صاحب کے مرید ان سے ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں۔ سچ ہے جو شخص اتنی بھی سوجھ نہیں رکھتا وہ بے چارہ معارف قرآنی میں کیونکر مقابلہ کرے۔ اس پر پیر صاحب کے مرید نہایت گندے اور ناپاک الفاظ میں کوئی پنڈی سے اور کوئی لاہور سے اشتہاروں میں حضرت اقدسؑ مرزا صاحب کو گالیاں دیتے ہیں اور افترا باندھتے ہیں اور اُس فیض روحانی کا اثر دکھاتے ہیں جو اُن کو حاصل ہو رہا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ پیر صاحب نے سب شرطیں منظور کر لیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو حکیم سلطان محمود راولپنڈی والا اور محمد دین کتب فروش لاہور والا اور دوسرے مرید

کیوں اپنے پیر صاحب سے صاف الفاظ میں یہ اشتہار نہیں دلواتے کہ ہمیں حضرت مرزا صاحب کے اشتہار کے مطابق بلا کمی و بیشی تفسیر القرآن میں مقابلہ منظور ہے۔ اور اگر چہ بموجب دعوت حضرت مرزا صاحب وہ تاریخ گزر چکی ہے۔ جس تک کہ پیر گولڑوی کی طرف سے قبولیت کا خط آنا چاہئے تھا مگر ہم تیار ہیں کہ اب بھی اگر وہ مان جاویں تو دوبارہ مناسب تاریخ مقرر کی جاوے اور جلد فیصلہ بھی ہو جاوے۔ حضرت اقدس مرزا صاحب تشریف لاویں۔ ورنہ حضرت مرزا صاحب کا یہ طریق نہیں ہے کہ سلسلۂ پیری مریدی کے صیغہ کلکٹری میں منزل بہ منزل دورہ پر چڑھیں۔ اور ہمارا کچھ ہرج نہیں۔ اگر پیر صاحب اپنے پرانے طریق کے موافق دورہ کرتے ہوئے لاہور بھی تشریف لاویں۔ لیکن ہم تو یہ عرض کرتے ہیں کہ روپیہ سوا روپے کی نذروں سے کیا بنتا ہے۔ پیر صاحب ایسی تجویز کرتے کہ ہمارے ہزار روپے کی نذر جس کا مفصل ذکر ہم نے اپنے اشتہارات مؤرخہ ۱۹، ۲۰۔ اگست میں کیا ہے قبول کر سکتے اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے افسوس ہے کہ اُن کا لاہور آنا کسی نیک کام کے لئے نہ ہوگا۔ کاش کہ وہ حضرت مرزا صاحب کی دعوت مقابلہ کو منظور کر لیتے اور فیصلہ ہو جاتا۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ ۲۴۔ اگست ۱۹۰۰ء

المشتهر

حکیم فضل الٰہی (پریزیڈنٹ) و معراج الدین (جائنٹ سیکرٹری) انجمن فرقانیہ لاہور

جب اس اشتہار کا جواب ہمیں پیر صاحب کی طرف سے سوائے خاموشی کے کچھ نہ ملا تو پھر ہم نے چوتھی تجویز یہ کی کہ چند آدمی دستی خط دے کر پیر صاحب کی خدمت میں بھیج دیں۔ شاید پیر صاحب یہ اقرار کر لیں کہ ہم کو مرزا صاحب کے ساتھ مقابلہ تفسیر میں منظور ہے تو فیصلہ ہو جاوے۔

ہمارے اس خط کو لے کر میاں عبدالرحیم صاحب داروغہ مارکیٹ (جو کہ مرزا صاحب کے مرید نہیں ہیں) بمع دو اور آدمیوں کے پیر صاحب کی خدمت میں نماز ظہر کے وقت پہنچے۔ جس کے جواب میں پیر صاحب نے فرمایا کہ ہم اس کا جواب عصر کے بعد دیں گے۔ مگر جب پانچ بجے داروغہ صاحب گئے تو وہاں پہلے سے یہ انتظام کیا گیا تھا کہ داروغہ

صاحب کو باہر سے ہی واپس کر دو تا کہ نہ وہ پیر صاحب کے سامنے ہوں اور نہ آپ کو جواب دینا پڑے۔

پس داروغہ صاحب کو پیر صاحب کے مریدوں نے باہر سے ہی جواب دے دیا کہ پیر صاحب اُس خط کا جواب نہیں دیتے۔ اس جگہ ہم اپنا خط جو پیر صاحب کے نام لکھا گیا تھا نقل کر دیتے ہیں۔

خط بنام پیر مہر شاہ صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علے رسولہ الکریم

درخواست بخدمت جناب خواجہ پیر مہر شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ حال وارد لاہور

عالیجناب پیر صاحب!

بعد ما وجب۔ التماس آنکہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے حافظ محمد الدین صاحب تاجر کتب لاہور نے تمام پہلے اشتہاروں کے برخلاف ایک اشتہار بدیں مضمون شائع کیا تھا کہ آپ ہمارے امام مقدس مجدد وقت مسیح معہود مہدی مسعود خاتم الاولیاء حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ساتھ اُن کی تمام شرائط کو منظور کر کے اُن سے مباحثہ کرنے کے لئے لاہور تشریف لائیں گے۔ جناب کل شام سے لاہور میں تشریف فرما ہیں اور ہم اس وقت تک اس انتظار میں تھے کہ جناب کے دستخط خاص سے کوئی تحریر مطبوعہ یا قلمی ہمارے پاس پہنچے جس میں جناب نے صریح لفظوں میں حضرت اقدس جناب مخدومنا مرزا صاحب کے اشتہار مرقومہ ۲۰؍جولائی ۱۹۰۰ء کے مطابق مباحثہ تفسیر نویسی کرنے کے لئے آمادگی ظاہر کی ہو۔ کیونکہ بغیر اظہار ارادہ مطلق آپ کا یہاں تشریف لانا مفید نہیں۔ اور ہمارے پاس کوئی سند اس بات کے باور کرنے کے لئے موجود نہیں کہ حافظ صاحب مذکور کا ساختہ پرداختہ جناب کو بذات خود منظور و قبول ہے اور نہ ہی اُس میں صراحت سے لکھا ہے کہ ۲۰؍جولائی ۱۹۰۰ء والے اشتہار کی پیش کردہ طرز مباحثہ کے لئے آپ تیار ہیں اس لئے اُن کی تحریر قابلِ التفات نہیں سمجھی گئی۔ اور اس لئے اُس وقت تک انتظار کرنے کے بعد آخر ہم خاکساروں

نے اس بات کو مناسب سمجھا ہے کہ جناب کی خدمت میں ادب سے گزارش کریں کہ اگر در حقیقت جناب دین اسلام پر رحم کر کے اس بڑے فتنے کو مٹانے کے لئے ہی لاہور میں تشریف لائے ہیں تو فی الفور اپنے دستخط خاص سے اس مضمون کی ایک تحریر شائع کر دیں کہ ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ساتھ اُن کے ۲۰/جولائی ۱۹۰۰ء والے اشتہار کے مطابق بلاکم و کاست شرائط سے مباحثہ تفسیر نویسی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ایسی تحریر پر کم از کم لاہور کے چار مشہور رئیسوں اور مولویوں کے شہادتاً دستخط کرا دیں اور اس میں کوئی پیچیدہ عبارت یا ذو معنیین الفاظ تحریر نہ فرمائیں۔ صاف اور کھلے لفظوں میں لکھیں کہ اُس طرز کے مطابق جس کو ۲۰/جولائی ۱۹۰۰ء کے اشتہار میں مرزا صاحب نے شائع کر دیا ہے۔ اُن کے ساتھ مباحثہ تفسیر کرنے کو تیار ہیں۔

ہم یہ عرض باادب کرتے ہیں کہ للہ آپ اس فیصلے کے لئے آمادہ ہوں اور کسی طرح گریز کا خیال نہ فرمائیں۔ اور ہم آپ کو ہزار بار خدا کی قسم دے کر عہد کرتے ہیں کہ اس بڑے تنازعہ کے مٹانے کے لئے اس پیش کردہ مباحثہ تفسیر نویسی کو نباہیں۔ تا کہ حق و باطل میں فیصلہ ہو کر اصلاح و امن پیدا ہو۔ کیونکہ اگر آپ نے اس سے پیش و پس کیا یا پیچیدہ طور پر جواب دیا یا سکوت اختیار کیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ آپ کی نیت میں منشائے احقاق حق نہیں آپ صرف مخلوق کو دھوکا دینا اور اسلام میں فتنہ برپا کرنا چاہتے ہیں۔

ہم یقین کرتے ہیں کہ فی الواقع آپ کو حق سے انس اور محبت ہے تو ضرور اُس پر غور کریں گے۔

اس عریضے کا جواب موصول ہونے پر مع جواب ہم اس کو شائع کر دیں گے والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ مؤرخہ ۲۵/اگست ۱۹۰۰ء

الملتمس۔ خاکسار معراج الدین عمر جائنٹ سکرٹری انجمن فرقانیہ لاہور۔ حکیم فضل الٰہی پریزیڈنٹ انجمن فرقانیہ

گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد
مہر بخش دکاندار لاہور	دستخط فروی عبدالقادر ساکن لاہور بقلم خود	دستخط عبدالعزیز عفی عنہ دستخط معراج الدین عفی عنہ

الراجی عفی عنہ عما سلف عبداللہ الغرادی العرب

جب اس میں بھی ہم کو پیر صاحب کے سکوت کے توڑنے میں کامیابی نہ ہوئی تو پھر ہم نے پانچویں دفعہ آپ کو بذریعہ ڈاک ایک رجسٹری شدہ خط روانہ کیا۔ کہ شاید اس کا جواب دیں مگر افسوس کہ پیر صاحب ایسے ڈر گئے کہ انہوں نے رجسٹری لینے سے بھی انکار کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِo

رجسٹری شدہ چٹھی

بخدمت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی

کل ایک خط قلمی نہایت ادب سے معرفت چند معززین جن کا نام نامی درج ذیل ہے۔ آپ کی خدمت میں اس لئے بھیجا تھا کہ آپ صفائی سے اپنی خاص دستخطی تحریر سے ایک اشتہار چھپوا کر شائع کر دیں۔ کہ آیا وہ شرائط جو حضرت اقدس امامنا مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعودؑ نے آپ کی دعوت میں ۲۰/جولائی ۱۹۰۰ء والے اشتہار میں مقرر کی ہیں سب کی سب بلاکم وکاست آپ کو منظور ہیں؟ آپ نے اُس خط کو پڑھ کر قاصدوں سے وعدہ کیا تھا کہ عصر کے بعد جواب دیا جائے گا۔ آپ کا وعدہ بھی گزر چکا ہے۔ اور ابھی تک آپ کی قلم وزبان سے کوئی آواز نہیں سنی۔ اس قدر انتظار کے بعد ہم پھر اس تحریر کے ذریعے سے آپ کو یاد دلاتے ہیں کہ آپ ایفائے وعدہ کریں۔ کیونکہ آپ کی کوئی تحریر اس وقت تک پوری شرائط مندرجہ اشتہار مرزا صاحب کے مطابق سیدھے طور پر قبولیت مباحثہ تفسیر القرآن کے باب میں شائع نہیں ہوئی۔

اسمأ معزز قاصدان جو کل خط لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے

میاں عبدالرحیم صاحب داروغہ مارکیٹ۔ حکیم سید محمد عبداللہ صاحب عرب بغدادی منشی عبدالقادر صاحب مدرس۔ میاں مہر بخش صاحب دکاندار

از لاہور

مؤرخہ ۲۶؍اگست ۱۹۰۰ء

خاکساران ۔حکیم فضل الٰہی و معراج الدین عمر

نوٹ:۔ چونکہ کل جواب دینے میں آپ نے ایفائے وعدہ نہیں کیا اس لئے اس تحریر کو طبع کرا کے ارسال کیا گیا۔

جب اس کے جواب میں بھی پیر صاحب خاموش ہی رہے اور آپ کے مریدوں اور خوش اعتقاد لوگوں نے یہ جھوٹ مشہور کیا کہ پیر صاحب نے مرزا صاحب کو تمام شرائط منظور کر کے کئی ایک تاریں دی ہیں اور مرزا صاحب کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ تب ہم نے ایک اشتہار اس مضمون کا دیا کہ یہ بالکل غلط ہے کوئی تار نہیں دی گئی اور کوئی منظوری شرائط کی پیر صاحب نے نہیں کی۔ وہ اشتہار درج ذیل ہے۔ پیر صاحب کے منہ سے اقرار کرانے کے لئے ہماری ساتویں تجویز تھی مگر کیا مجال تھی کہ پیر صاحب ایک لفظ منہ سے نکالتے بلکہ عصر تک جواب دینے کا جو وعدہ کیا تھا اُس کو بھی پورا نہ کیا اور یہ تجویز دی کہ کوئی جواب لینے والا اُن تک پہنچنے ہی نہ پاوے باہر سے ہی ان لوگوں کو رخصت کرو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلے علٰے رسولہ الکریم

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَإِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (البقرہ:284)

اور نہ چھپاؤ گواہی جو کوئی اُسے چھپاوے اُس کا دل گنہگار ہے

پیر مہر علی شاہ صاحب سے للہ ایک شہادت کا واسطہ

پیر مہر علی شاہ صاحب کے مریدوں نے شور مچا رکھا ہے کہ ۲۵۔ تاریخ اگست کو پیر صاحب نے حضرت اقدس جناب مخدومنا مرزا غلام احمد صاحب کی خدمت میں تاریں دی تھیں کہ اب صرف تفسیر قرآن کا اُسی طرز سے آپ کے ساتھ مباحثہ کرنا منظور کرتا ہوں جو آپ کے ۲۰؍جولائی ۱۹۰۰ء والے اشتہار میں درج ہے۔ بلکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے خاص پیر صاحب کی زبان سے بھی یہ بات سنی ہے۔ نیز ان لوگوں نے عوام الناس کو دھوکا

میں ڈالنے کے لئے یہ بھی مشہور کر رکھا ہے کہ پیر صاحب نے حضرت اقدس مرزا صاحب کی شرط کے مطابق اشتہار شائع کر کے اُن کو پہنچا دیا تھا۔

اس لئے ہم پیر صاحب سے شہادت حقّہ لینے کے لئے عرض کرتے ہیں

اگر پیر مہر علی شاہ صاحب چار معزز سمجھدار ہندو رئیسوں کے جلسے میں تین دن کے اندر حلف اٹھا کر اس بات کو ثابت کر دیں کہ پیر صاحب نے ۲۵؍تاریخ کو بمضمون مذکورہ بالا حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں تاریں روانہ کی تھیں اور اسی طرح سے اس بات کو خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر ثابت کر دیں اور اپنا اصل مشتہرہ دکھا دیں کہ جس میں انہوں نے خود حضرت اقدس مسیح موعود مرزا صاحب کو لکھا ہو کہ آپ کے ساتھ مباحثہ تفسیر القرآن تمام شرائط مندرجہ اشتہار ۲۰؍جولائی ۱۹۰۰ء کے مطابق کرنے کو منظور کرتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ بصورت مغلوبیّت میں آپ کی بیعت کر لوں گا (کیونکہ یہی سب سے بڑی اور ضروری شرط مرزا صاحب کی تھی) تو ہم پیر صاحب کو اکاون روپے بطور نذر پیش کریں گے۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو خلقت اُن کی راست بازی سمجھ لے۔

نوٹ:۔ اس کام کے لئے ہم جناب لالہ سندرداس صاحب سوری ایم اے اسسٹنٹ رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی۔ بابو ابناش چندر صاحب ہیڈ کلرک دفتر اگزیمینر ریلوے۔ ڈاکٹر لالہ پر مانند صاحب ڈینٹل سرجن و رئیس لاہور۔ لالہ دھنپت رائے صاحب بی اے۔ ایل ایل بی۔ وکیل چیف کورٹ پنجاب کو منتخب کرتے ہیں فقط ۲۷؍اگست ۱۹۰۰ء

الملتمس خاکساران۔ حکیم فضل الٰہی و معراج الدین عمر جائنٹ سیکرٹری انجمن فرقانیہ لاہور

جب ہم نے دیکھا کہ پیر صاحب سوائے پبلک کو دھوکا دینے کے ہرگز نیت بخیر نہیں رکھتے تب آٹھویں تجویز یہ کی گئی۔ کہ حضرت اقدس مرزا صاحب کا اشتہار مورخہ ۲۵؍اگست ۱۹۰۰ء شائع کیا گیا جس میں حضرت مرزا صاحب نے وضاحت کے ساتھ اس امر کا بیان کیا کہ ہمارا لاہور آنا کس صورت میں ممکن تھا جب کہ پیر صاحب نے ہمارے مقابلہ کو منظور ہی نہیں کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
عام لوگوں کو اس بات کی اطلاع کہ

پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نے

میری دعوت کے جواب میں کیا کارروائی کی

ناظرین آپ لوگ میرے اشتہار کو پڑھ کر دیکھ لیں کہ میں نے پیر مہر علی شاہ صاحب کو یہ لکھا تھا کہ مجھ سے اس طرح پر فیصلہ کر لیں کہ بطور قرعہ اندازی کے قرآن شریف میں سے ایک سورۃ لی جائے اور اگر وہ سورۃ چالیس آیت سے زیادہ ہو تو اس میں سے صرف چالیس آیت سورۃ کے ابتدا سے لی جائیں اور پھر میں اور پیر مہر علی شاہ صاحب بغیر مدد کسی دوسرے کے اُس سورۃ کی عربی میں تفسیر لکھیں اور جو شخص اس طرح پر غالب قرار پائے کہ تین گواہ جو وہ بھی پیر مہر علی شاہ صاحب کے فریق میں سے ہوں جیسے مثلاً مولوی محمد حسین بٹالوی تو اُسی کو فتح یاب قرار دیا جاوے۔ تب فریق مغلوب اپنے تئیں کاذب سمجھ لے اور اپنے کذب کا اقرار شائع کر دے اور اس طرح یہ روز کا جھگڑا جو دن بدن موجب تفرقہ ہے فیصلہ پا جائے گا کیونکہ اس سخت مشکل کام میں کہ فصیح عربی میں قرآن شریف کی تفسیر چند گھنٹہ میں بغیر مدد کسی دوسرے شخص اور کتاب کے لکھیں۔

درحقیقت یہ ایسا کام ہے جو بجز تائید روح القدس ہرگز انجام پذیر نہیں ہوسکتا۔ اگر پیر صاحب اس طریق فیصلہ کو منظور کر لیتے تو اُن کے لئے بہت بہتر تھا کیونکہ وہ اہل علم بھی کہلاتے ہیں اور اُن کے مرید اُن کو قطب اور صاحب ولایت بھی سمجھتے ہیں مگر افسوس کہ انہوں نے منظور نہ کیا اور چونکہ کھلے کھلے انکار میں اُن کی علمیّت اور قطبیّت پر داغ لگتا تھا اس لئے ایک چال بازی کی راہ اختیار کر کے یہ حجت پیش کر دی کہ آپ کے شرائط منظور ہیں مگر اول قرآن وحدیث کے رُو سے تمہارے عقائد کی نسبت بحث ہونی چاہئے۔ پھر اگر مولوی محمد حسین بٹالوی اور ان کے ساتھ کے دو اور آدمیوں نے یہ رائے ظاہر کی کہ تم اس بحث میں حق

پر نہیں ہو تو تمہیں میری بیعت کرنی پڑے گی پھر اس کے بعد تفسیر لکھنے کا بھی مقابلہ کر لینا اب ناظرین خود سوچ لیں کہ کیا انہوں نے اس طرز کے جواب میں میری دعوت کو قبول کیا یا رد کیا میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کس قسم کا ٹھٹھا اور ہنسی ہے کہ ایسے عقائد کے بحثوں میں جن میں اُن کو خود معلوم ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی سب سے اول مخالف شخص ہے اُس کی رائے پر فیصلہ چھوڑتے ہیں حالانکہ خوب جانتے ہیں کہ اس کا مجھے سچا قرار دینا گویا اپنی قدیم مخالفت کو چھوڑنا ہے ہاں اعجازی مقابلہ پر اگر اُس کی قسم پر مدار رکھا جاتا تو یہ صورت اور تھی کیونکہ ایسے وقت میں جب کہ خدا تعالیٰ ایک معجزہ کے طور پر ایک فریق کی تائید کرتا تو محمد حسین کیا بلکہ صدہا انسان بے اختیار بول اٹھتے کہ خدا نے اپنے روح القدس سے اس شخص کی مدد کی کیونکہ اس قدر انکشاف حق کے وقت کسی کی مجال نہیں جو جھوٹی قسم کھا سکے ورنہ منقولی مباحثات میں تو عادتاً ایک گو دَن طبع اپنے تئیں سچ پر سمجھتا ہے اور قسم بھی کھا لیتا ہے۔

ماسوا اِس کے پیر صاحب کو یہ بھی معلوم ہے کہ میں رسالہ انجام آتھم میں شائع کر چکا ہوں کہ آئندہ میں ایسی منقولی بحثیں ان علماء سے نہیں کروں گا اور پھر کیونکر ممکن ہے کہ میں اس عہد کو توڑ دوں اور پیر صاحب کی جماعت کی تہذیب کا یہ حال ہے کہ گندی گالیوں کے کھلے کارڈ میرے نام ڈاک کے ذریعے سے بھیجتے ہیں۔ ایسی گالیاں کہ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ چوہڑہ یا چمار بھی زبان پر نہیں لا سکتا۔ پہلے میرا ارادہ تھا کہ پیر صاحب کا یہ گمان باطل بھی توڑنے کے لئے کہ گویا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے کچھ بحث کر سکتے ہیں اپنے دوستوں میں سے کسی کو بھیج دوں اور اگر حبّی فی اللہ فاضل جلیل القدر مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی پیر صاحب کے ساتھ بحث کرنا قبول فرماتے تو اُن کا فخر تھا کہ ایسے سید بزرگوار محدث اور فقیہ نے اپنے مقابلہ کے لئے اُن کو قبول کیا مگر افسوس کہ سید صاحب موصوف نے جب یہ دیکھا کہ اُس جماعت میں ایسے گندے لوگ موجود ہیں کہ گندی گالیاں اُن کا طریق ہے تو اس کو مشتے نمونہ از خروارے پر قیاس کر کے ایسی مجلسوں میں حاضر ہونے سے اعراض بہتر سمجھا ہاں میں نے پیر مہر علی شاہ صاحب کے لئے بطور تحفہ ایک رسالہ تالیف کیا ہے جس کا نام میں نے تحفہ گولڑویہ رکھا ہے۔ جب پیر صاحب موصوف اس کا جواب لکھیں گے تو خود لوگوں کو معلوم ہو جاوے گا کہ ہمارے دلائل کیا ہیں اور ان کا جواب کیا۔ اب ہم اپنے اس

اشتہار کے مقابل پر جو بِنا اس دعوت کی ہے۔ پیر مہر علی شاہ صاحب کا اشتہار لکھ دیتے ہیں ناظرین خود فیصلہ کرلیں کہ آیا اُن کا جواب نیک نیتی اور حق پژدہی کی راہ سے ہے یا شطرنج کے کھیلنے والے کی طرح صرف ایک چال ہے۔ والسلام علےمن اتبع الہدے!۔

المشتہر خاکسار مرزا غلام احمد قادیان۔ ۲۵ ؍اگست ۱۹۰۰ء

نوٹ:۔ چونکہ دونوں اشتہار ہم اس کتاب میں اوپر درج کرآئے ہیں اس واسطے اُن کے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

جب اس پر بھی گولڑوی کی مہر سکوت نہ ٹوٹی اور آتھم کی طرح باوجود لوگوں کے اُکسانے اور بہت کچھ زور لگانے کے اُس کو ہرگز جرأت نہ ہوئی کہ یہ الفاظ منہ سے نکال سکے کہ مجھے مرزا صاحب کے ساتھ مقابلہ بالتّفسیر منظور ہے تب حضرت اقدس کی طرف سے ایک اشتہار مؤرخہ ۲۸ ؍اگست ۱۹۰۰ء جس میں گولڑوی کے منشاء کے مطابق حضرت نے منظور فرمایا کہ ہم ایک مجلس میں کھڑے ہوکر اپنے دعاوی کے متعلق ایک تقریر کرتے ہیں۔ پھر پیر گولڑوی اُس کا جواب دیں۔ قادیان سے چھپ کر یہاں آیا۔ مگر چونکہ اس وقت پیر گولڑوی اس خوف سے مبادا کہ ہم کو لوگ جمعہ کے دن کچھ تقریر کرنے کے واسطے مجبور کریں اور اس مکروفریب سے جو عزت وشہرت بن گئی ہے وہ خاک میں مل جاوے جمعہ سے پہلے ہی یہاں سے فرار ہو گئے تھے اس واسطے وہ اشتہار بذریعہ رجسٹری ان کو روانہ کیا گیا۔ مگر اُن پر ایسا رعب پڑا ہوا تھا کہ اُس رجسٹری کے لینے سے بھی اُنہوں نے انکار کیا۔ اس جگہ ہم اپنا خط بنام پیر گولڑوی جو اُس وقت شائع کیا گیا تھا اور حضرت اقدس مرزا صاحب کا اشتہار نقل کر دیتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلّے علےٰ رسولہ الکریم

پیر مہر علی شاہ صاحب کے توجہ دلانے کے لئے آخری حیلہ

ناظرین کو خوب یاد ہوگا میں نے موجودہ تفرقہ کے دور کرنے کے لئے پیر مہر علی شاہ صاحب کی خدمت میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ ہم دونوں قرعہ اندازی کے ذریعہ سے ایک قرآنی سورہ لے کر عربی فصیح بلیغ میں اس کی ایسی تفسیر لکھیں جو قرآنی علوم اور حقائق اور معارف پر مشتمل ہو اور پھر تین کس مولوی صاحبان جن کا ذکر پہلے اشتہار میں درج ہے۔ قسم کھا کر ان دونوں تفسیروں میں سے ایک تفسیر کو ترجیح دیں کہ اس کی عربی نہایت عمدہ اور اس کے معارف نہایت اعلیٰ درجہ کے ہیں۔ پس اگر پیر صاحب کی عربی کو ترجیح دی گئی تو میں سمجھ لوں گا کہ خدا میرے ساتھ نہیں ہے تب ان کے غلبہ کا اقرار کروں گا اور اپنے تئیں کاذب سمجھوں گا اور اس طرح پر فتنہ جو ترقی پر ہے فرو ہو جائے گا اور اگر میں غالب رہا تو پھر میرا دعویٰ مان لینا چاہئے۔ اب ناظرین خود سوچ سکتے ہیں کہ اس طرح سے بڑی صفائی سے فیصلہ ہوسکتا تھا اور پیر صاحب کے لئے مفید تھا کیونکہ قسم کھانے والا جس کے فیصلہ پر حصر رکھا گیا تھا وہ مولوی محمد حسین بٹالوی ہے اور دو ان کے اور رفیق تھے مگر پیر صاحب نے اس دعوت کو قبول نہ کیا اور اس کے جواب میں یہ اشتہار بھیجا کہ پہلے نصوص قرآنیہ حدیثیہ کی رو سے مباحثہ ہونا چاہئے اور اس مباحثہ کے حکم وہی مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے دو رفیق تھے۔ اگر وہ قسم کھا کر کہہ دیں کہ اس مباحثہ میں پیر مہر علی شاہ صاحب جیت گئے تو اسی وقت لازم ہوگا کہ میں ان کی بیعت کرلوں پھر بالمقابل تفسیر بھی لکھوں۔ اب ظاہر ہے کہ اس طرح کے جواب میں کیسی چال بازی سے کام لیا گیا ہے۔ منہ سے تو وہ میری تمام شرطیں منظور کرتے ہیں مگر تفسیر لکھنے کے امر کو ایک مکر سے ٹال کر زبانی مباحثہ پر حصر کر دیا ہے اور ساتھ ہی بیعت کی شرط لگا دی ہے۔ بہت زور دیا گیا مگر ان کے منہ سے اب تک نہیں نکلا کہ ہاں مجھے بغیر زیادہ کرنے کسی اور شرط کے فقط بالمقابل عربی میں تفسیر لکھنا منظور ہے اور با ایں ہمہ ان کے مرید لاہور کے کوچہ و بازار میں مشہور کر رہے ہیں کہ پیر صاحب نے شرطیں منظور کر لی تھیں

اور مرزا اُن سے خوف کھا کر بھاگ گیا۔ یہ عجیب زمانہ ہے کہ اس قدر منہ پر جھوٹ بولا جاتا ہے۔ پیر صاحب کا وہ کون سا اشتہار ہے جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ میں کوئی زیادہ شرط نہیں کرتا مجھے بالمقابل عربی فصیح میں تفسیر لکھنا منظور ہے اور اسی پر فریقین کے صدق و کذب کا فیصلہ ہوگا اور اس کے ساتھ کوئی شرط زائد نہیں لگائی جائے گی ہاں منہ سے تو کہتے ہیں کہ شرطیں منظور ہیں مگر پھر ساتھ ہی یہ حجت پیش کر دیتے ہیں کہ پہلے قرآن اور حدیث کے رو سے مباحثہ ہوگا اور مغلوب ہو گئے تو اسی وقت بیعت کرنی ہوگی۔ افسوس کہ کوئی صاحب پیر صاحب کی اس چال کو نہیں سوچتے کہ جب کہ مغلوب ہونے کی حالت میں کہ جو صرف مولوی محمد حسین کی قسم سے سمجھی جائے گی میرے لئے بیعت کرنے کا قطعی حکم ہے جس کے بعد میرا عذر نہیں سنا جائے گا تو پھر تفسیر لکھنے کے لئے کونسا موقع میرے لئے باقی رہا۔ گویا مجھے تو صرف مولوی محمد حسین صاحب کے ان چند کلمات پر بیعت کرنی پڑے گی کہ جو پیر صاحب کے عقائد ہیں وہی صحیح ہیں گویا پیر صاحب آپ ہی فریق مقدمہ اور آپ ہی منصف بن گئے کیونکہ جب کہ مولوی محمد حسین صاحب کے عقائد حضرت مسیح اور مہدی کے بارے میں بالکل پیر صاحب کے مطابق ہیں تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب اور پیر صاحب گویا ایک ہی شخص ہیں دو نہیں ہیں تو پھر فیصلہ کیا ہوا۔ انہی مشکلات اور ان ہی وجوہ پر تو میں نے بحث سے کنارہ کر کے یہی طریق فیصلہ نکالا تھا جو اس طرح پر ٹال دیا گیا۔ بہر حال اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ لاہور کے گلی کوچے میں پیر صاحب کے مرید اور ہم مشرب شہرت دے رہے ہیں کہ پیر صاحب تو بالمقابل تفسیر لکھنے کے لئے لاہور میں پہنچ گئے تھے مگر مرزا بھاگ گیا اور نہیں آیا۔ اس لئے پھر عام لوگوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ یہ تمام باتیں خلاف واقعہ ہیں بلکہ خود پیر صاحب بھاگ گئے ہیں اور بالمقابل تفسیر لکھنا منظور نہیں کیا اور نہ ان میں یہ مادہ اور نہ خدا کی طرف سے تائید ہے اور میں بہر حال لاہور پہنچ جاتا مگر میں نے سنا ہے کہ اکثر پشاور کے جاہل سرحدی پیر کے ساتھ ہیں اور ایسا ہی لاہور کے اکثر سفلہ اور کمینہ طبع لوگ گلی کوچوں میں مستوں کی طرح گالیاں دیتے پھرتے ہیں اور نیز مخالف مولوی بڑے جوشوں سے وعظ کر رہے ہیں کہ یہ شخص واجب القتل ہے تو اس صورت میں لاہور میں جانا بغیر کسی احسن انتظام کے کس طرح مناسب ہے۔ ان لوگوں کا جوش اس قدر بڑھ گیا ہے

کہ بعض کارڈ گندی گالیوں کے ان لوگوں کی طرف سے مجھے پہنچے ہیں جو چوہڑوں چماروں کی گالیوں سے بھی فحش گوئی میں زیادہ ہیں جو میرے پاس محفوظ ہیں بعض تحریروں میں قتل کی دھمکی دی ہے۔ یہ سب کاغذات حفاظت سے رکھے گئے ہیں مگر باوجود اس کے کہ اس درجہ کی گندہ زبانی کو ان لوگوں نے استعمال کیا ہے کہ مجھے امید نہیں کہ اس قدر گندہ زبانی ابوجہل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر یا فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ پر دکھلائی ہو پھر بھی اگر پیر صاحب نے اپنی نیت کو درست کر لیا ہے اور سیدھے طور پر بغیر زیادہ کرنے کسی شرط کے وہ میرے مقابل پر عربی میں تفسیر لکھنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں بہرحال اس مقابلے کے لئے جو محض بالمقابل عربی تفسیر لکھنے میں ہوگا لاہور میں اپنے تئیں پہنچاؤں گا صرف دو امر کا خواہش مند ہوں جن پر لاہور میں میرا پہنچنا موقوف ہے۔ (1) اول یہ کہ پیر صاحب سیدھی اور صاف عبارت میں بغیر کسی پیچ ڈالنے یا زیادہ شرط لکھنے کے اس مضمون کا اشتہار اپنے نام پر شائع کر دیں جس پر پانچ لاہور کے معزز اور مشہور ارکان کے دستخط بھی ہوں کہ میں نے قبول کر لیا ہے کہ میں بالمقابل مرزا غلام احمد قادیانی کے عربی فصیح بلیغ میں تفسیر قرآن شریف لکھوں گا۔ اور (۱) پہلے اس طرح پر قرعہ اندازی کی جائے گی کہ تمام قرآنی سورتوں کے متفرق پرچوں پر نام لکھ کر فریقین میں سے ایک فریق کی جھولی میں ڈال دیئے جائیں گے اور وہ فریق ان پرچوں کو پوشیدہ رکھے گا اور دوسرا فریق اس جھولی میں ہاتھ ڈال کر ایک پرچہ نکال لے گا اور اُس پرچہ کی سورۃ اگر بہت لمبی ہوگی تو اس میں سے چالیس آیت تک یا پوری سورۃ اگر چالیس آیت سے زیادہ نہ ہو تفسیر لکھنے کے لئے اختیار کی جائے گی۔ (۲) فریقین کا اختیار ہوگا کہ اپنی تسلی کے لئے ایک دوسرے کی بخوبی تلاشی لے لیں تا کہ کوئی پوشیدہ کتاب ساتھ نہ ہو اور یہ امر موجب رنج نہ سمجھا جائے گا۔ (۳) اگر کوئی فریق کسی ضروری حاجت کے لئے باہر جانا چاہے تو دوسرے فریق کا کوئی نگرانی کرنے والا اُس کے ساتھ ہوگا اور وہ تین آدمی سے زیادہ نہ ہوں گے۔ (۴) ہرگز جائز نہ ہوگا کہ تفسیر لکھنے کے وقت کسی فریق کو کوئی دوسرا مولوی مل سکے بجز کسی ایسے نوکر کے جو مثلاً پانی پلانا چاہتا ہے اور فی الفور خدمت کے بعد واپس جانا ہوگا۔ (۵) فریقین ایک دوسرے کے مقابل صرف دو تین ہاتھ کے فاصلہ پر بیٹھیں گے اس

سے زیادہ دوری نہیں ہوگی تا وہ دونوں ایک دوسرے کے حالات کے نگران رہ سکیں۔ اگر کسی فریق کی کوئی خیانت ثابت ہو تو مقابلہ اُسی جگہ ختم ہو جائے گا اور اس فریق کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جو اس حالت میں کیا جاتا جو وہ مغلوب رہتا۔ (٦) ہر ایک فریق اپنی تفسیر کے دو دو ورق لکھ کر ان کی نقل فریق ثانی کو بعد دستخط دیتا رہے گا اور اسی طرح اخیر تک دو دو ورق دیتا جائے گا تا یک دفعہ نقل لکھنے میں کسی خیانت کا کسی فریق کو موقع نہ ملے۔ (٧) تفسیر کے بہر حال بیس ورق ہوں گے اُس قلم اور تقطیع کے موافق جو مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی کا قرآن شریف شائع ہوا ہے۔ (٨) صبح کے چھ بجے سے ایک بجے تک یا اگر کوئی ہرجہ پیش آ جائے تو دو بجے تک دونوں فریق لکھتے رہیں گے۔ (٩) ہرگز اختیار نہ ہوگا کہ کوئی فریق اپنے پاس کوئی کتاب رکھے یا کسی مددگار کو اپنے پاس بٹھاوے یا کسی اشارہ کنایہ سے مدد لے۔ (١٠) تفسیر میں کوئی غیر متعلق بات نہیں لکھی جائے گی صرف قرآن شریف کی اُن آیات کی تفسیر ہوگی جو قرعہ اندازی سے نکلی ہیں۔ اگر کوئی اس شرط کی خلاف ورزی کرے گا تو وہ بھی مغلوب سمجھا جائے گا۔ (١١) اس بات پر کوئی بات زیادہ نہیں کی جائے گی کہ فریقین بالمقابل بیٹھ کر عربی میں تفسیر لکھیں اور نہ یہ کہا جائے گا کہ اوّل کوئی بحث کر لو یا کوئی اور شرائط قائم کر لو فقط عربی میں تفسیر لکھنا ہوگا وبس (١٢) جب دونوں فریق قرعہ اندازی سے معلوم کر لیں کہ فلاں سورۃ کی تفسیر لکھنی ہے تو اختیار ہوگا کہ قبل لکھنے کے گھنٹہ یا دو گھنٹہ تک سوچ لیں مگر کسی سے مشورہ نہیں لیا جائے گا اور نہ مشورہ کا موقع دیا جائے گا بلکہ گھنٹہ دو گھنٹہ کے بعد لکھنا شروع کر دیا جائے گا۔

یہ نمونہ اشتہار ہے جس کی ساری عبارت بلا کم وبیش پیر صاحب کو اپنے اشتہاروں میں لکھنی چاہئے اور اس پر پنج کس معززین لاہور کی گواہیاں ثبت ہونی چاہئیں اور چونکہ موسم برسات ہے اس لئے ایسی تاریخ اس مقابلہ کی لکھنی چاہئے کہ کم سے کم تین دن پہلے مجھے اطلاع ہو جائے۔ (٢) دوسرا امر جو میرے لاہور پہنچنے کے لئے شرط ہے وہ یہ ہے شہر لاہور کے تین رئیس یعنی نواب شیخ غلام محبوب سبحانی صاحب اور نواب فتح علی شاہ صاحب اور سید برکت علی خاں صاحب سابق اکسٹرا اسسٹنٹ ایک تحریر بالاتفاق شائع کر دیں کہ ہم اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ پیر مہر علی شاہ صاحب کے مریدوں اور ہم عقیدوں اور ان کے ہم

جنس مولویوں کی طرف سے کوئی گالی یا کوئی وحشیانہ حرکت ظہور میں نہیں آئے گی۔ اور یاد رہے کہ لاہور میں میرے ساتھ تعلق رکھنے والے پندرہ یا بیس آدمی سے زیادہ نہیں ہیں ان کی نسبت یہ انتظام کرسکتا ہوں کہ مبلغ دو ہزار روپیہ ان تین رئیسوں کے پاس جمع کروادوں گا

اگر میرے ان لوگوں میں سے کسی نے گالی دی یا زدوکوب کیا تو وہ تمام روپیہ میرا ضبط کر دیا جائے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ وہ اس طرح پر خاموش رہیں گے کہ جیسے کسی میں جان نہیں مگر پیر مہر علی شاہ صاحب جن کو لاہور کے بعض رئیسوں سے بہت تعلقات ہیں اور شاید پیری مریدی بھی ہے ان کو روپیہ جمع کرانے کی کچھ ضرورت نہیں کافی ہوگا کہ حضرات معزز رئیسان موصوفین بالا اُن تمام سرحدی پُر جوش لوگوں کے قول اور فعل کے ذمہ دار ہو جائیں جو پیر صاحب کے ساتھ ہیں اور نیز ان کے دوسرے لاہوری مریدوں خوش عقیدوں اور مولویوں کی گفتار کردار کی ذمہ داری اپنے سپرد لے لیں جو کھلے کھلے طور پر میری نسبت کہہ رہے ہیں اور لاہور میں فتوے دے رہے ہیں کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔ ان چند سطروں کے بعد جو ہر سہ معزز رئیسان مذکورین بالا اپنی ذمہ داری سے اپنے دستخطوں کے ساتھ شائع کر دیں گے اور پیر صاحب کے مذکورہ بالا اشتہار کے بعد پھر میں اگر بلا توقف لاہور میں نہ پہنچ جاؤں تو کاذب ٹھہروں گا۔

ہر ایک شخص جو نیک مزاج اور انصاف پسند ہے اگر اس نے لاہور میں پیر مہر علی شاہ صاحب کی جماعت کا شوروغوغا سنا ہوگا اور ان کی گالیوں اور بدزبانیوں اور سخت اشتعال کے حالات کو دیکھا ہوگا تو وہ اس بات میں مجھ سے اتفاق کرے گا کہ اس فتنہ اور اشتعال کے وقت میں بجز شہر کے رئیسوں کی پوری طور کی ذمہ داری کے لاہور میں قدم رکھنا گویا آگ میں قدم رکھنا ہے۔ جو لوگ گورنمنٹ کے قانون کی بھی کچھ پرواہ نہ رکھ کر اعلانیہ فتویٰ یہ فتویٰ میری نسبت دے رہے ہیں کہ یہ شخص واجب القتل ہے کیا ان کا وجود خطرناک نہیں ہے اور کیا شرع اور عقل فتویٰ دے سکتے ہیں کہ یہ پر جوش اور مشتعل لوگوں کے مجموعوں میں بغیر کسی پورے قانونی بندوبست کے جانا مضائقہ نہیں ہے؟ بے شک لاہور کے معزز رئیسوں

۱؎ پیر صاحب کو اس فیصلہ کے لئے پانچ دن کی مہلت دی جاتی ہے اگر پانچ دن تک جواب نہ آیا تو ان کی گریز قطعی طور پر سمجھی جائے گی۔

کا یہ فرض ہے کہ آئے دن کے فتووں کے مٹانے کے لئے یہ ذمہ داری اپنے سر پر لے لیں اور اپنی خاص تحریروں کے ذریعہ سے مجھے لاہور میں بلا لیں اور اگر پیر مہر علی شاہ صاحب بالمقابل عربی تفسیر لکھنے سے عاجز ہوں جیسا کہ درحقیقت یہی سچا امر ہے تو ایک اور سہل طریق ہے جو وہ طرز مباحثہ کی نہیں جس کے ترک کے لئے میرا وعدہ ہے اور وہ طریق یہ ہے کہ اس کی ذمہ داری مذکورہ بالا کے بعد میں لاہور میں آؤں اور مجھے اجازت دی جائے کہ مجمع عام میں جس میں ہر سہ رئیس موصوفین بھی ہوں تین گھنٹہ تک اپنے دعویٰ اور اس کے دلائل کو پبلک کے سامنے بیان کروں۔ پیر مہر علی شاہ صاحب کی طرف کوئی خطاب نہ ہو گا۔ اور جب میں تقریر ختم کر چکوں تو پھر پیر مہر علی شاہ صاحب اٹھیں اور وہ بھی تین گھنٹے تک پبلک کو مخاطب کر کے یہ ثبوت دیں کہ حقیقت میں قرآن اور حدیث سے یہی ثابت ہے کہ آسمان سے مسیح آئے گا۔ پھر بعد اس کے لوگ ان دونوں تقریروں کا خود موازنہ اور مقابلہ کر لیں گے ان دونوں باتوں میں سے اگر کوئی بات پیر صاحب منظور فرمائیں تو بشرط تحریری ذمہ داری رؤساء مذکورین میں لاہور میں آ جاؤں گا۔ واللہ علے ما نقول شہید۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

گواہ شد مولوی حکیم نورالدین صاحب گواہ شد مولوی عبدالکریم صاحب

گواہ شد مولوی سید محمد سعید صاحب حیدرآبادی گواہ شد صاحبزادہ سراج الحق صاحب جمالی نعمانی

گواہ شد شیخ غلام حیدر صاحب ڈپٹی انسپکٹر ضلع سیالکوٹ

گواہ شد کاتب اشتہار منظور محمد لدھیانوی

المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی ۲۸۔اگست ۱۹۰۰ء

یاد رہے کہ جس اشتہار کے شائع کرنے کا نمونہ پیر صاحب کے لئے اس اشتہار میں لکھا گیا ہے یا جو دوسری شرط تین رئیسوں کی ذمہ داری کی بابت لکھی گئی ہے۔ اس میں کوئی ترمیم نہیں ہو گی۔ منہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کی خدمت میں ایک رجسٹرڈ خط

حضرت اقدس امامنا و مرشدنا مسیح موعود و مہدی معہود کی طرف سے یہ اشتہار ۲۸ راگست کو شائع ہوا ہے کہ پیر مہر علی شاہ صاحب تفسیر القرآن اور قبولیت دعا میں مقابلہ کرنے سے تو رہے۔ اگر وہ ضرور تقریر ہی کو پسند کرتے ہیں تو بشرطیکہ لاہور کے تین مسلمان رئیس جن کے اسماء گرامی درج اشتہار ہیں اس بات کا ذمہ اٹھائیں کہ پیر صاحب گولڑوی کے پر جوش سرحدیوں اور سرحدی مزاج لوگوں کی طرف سے فساد کا خطرہ نہ ہوگا۔ تو حضرت مرزا صاحب لاہور میں تشریف لا کر اپنے دعویٰ اور دلائل کے متعلق ایک تقریر تین گھنٹے میں کریں گے اور پیر صاحب کو مخاطب نہیں کیا جائے گا۔ بعد اس کے پیر صاحب تین گھنٹے تک اس کے رد میں تقریر کریں چونکہ مشہور تھا کہ پیر صاحب کا رادہ جمعہ تک یہاں قیام فرمانے کا ہے۔ اس لئے یہ اشتہار لاہور میں دستی آیا۔ مگر چونکہ تعلیم یافتہ لوگوں نے (جن کے ساتھ پیر صاحب کے بعض مرید اور مخلص بھی شامل ہو گئے تھے) پیر صاحب سے بار بار اصرار کیا کہ کوئی تقریر ایک عام جلسہ میں کریں۔ اور پیر صاحب کو یہ لیاقت نہ تھی کہ پبلک جلسہ میں چند گھنٹہ سلسلہ وار تقریر کریں۔ اس واسطے انہوں نے یہاں سے روانگی بہت جلد ٹھہرائی۔ لہٰذا حضرت اقدس کا اشتہار ایک خط کے ساتھ بذریعہ رجسٹری روانہ کیا گیا اور وہ خط ذیل میں درج ہے۔

’’جناب پیر مہر علی شاہ صاحب۔ گزارش ہے کہ حضرت اقدس امامنا و مرشدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود کی طرف سے ایک اشتہار مؤرخہ ۲۸ راگست ۱۹۰۰ء ہمارے پاس اس غرض سے آیا ہے کہ آپ کی خدمت میں پہنچایا جاوے۔ چونکہ عام طور پر یہ خبر لاہور میں مشہور تھی کہ آپ کا یہاں قیام فرمانا یوم جمعہ تک ہوگا۔ اس واسطے یہ اشتہار لاہور میں دستی آیا اور اس کے جواب کے واسطے ۵ دن کی میعاد مقرر کی گئی ہے۔ اب چونکہ آپ یہاں سے تشریف لے گئے ہیں اس واسطے تین اشتہار بذریعہ رجسٹری آپ کی خدمت میں ارسال کئے جاتے ہیں اور نیز زیادہ تشفی کے واسطے دو اشتہار آپ کے مشہور مریدوں کو دیئے جاتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں ارسال کر دیں۔ اور بجائے پانچ

دن کے حضرت مرزا صاحب کی طرف سے پندرہ دن کی مہلت آپ کو دی جاتی ہے کہ اس عرصہ میں آپ تینوں مذکورہ رؤسا کے دستخط کرا کر بھیج دیں۔ کہ وہ آپ کے مریدین و معتقدین کی طرف سے امن کے ذمہ دار ہیں اور اپنا اشتہار قبولیت شرائط کا بھی شائع کر دیں۔تو پھر حضرت مرزا صاحب تشریف لے آویں گے۔ علاوہ ازیں یہ بھی گزارش ہے کہ اگر آپ اس مقابلہ میں تشریف لاویں گے تو آپ کو کرایہ ریل سیکنڈ کلاس اور آپ کے دو خادمین کا کرایہ ریل انٹرمیڈیٹ کلاس آمد و رفت کا ہم نذر کریں گے اُمید ہے کہ آپ حق کے فیصلہ کے واسطے بہت جلد اس کا حسن انتظام کر کے لاہور میں تشریف لاویں گے۔

لاہور ۲۱ /اگست ۱۹۰۰ء

☆ مفتی محمد صادق عثمانی کلرک دفتر اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب لاہور

☆ منشی تاج الدین سیکرٹری انجمن فرقانیہ لاہور

☆ دیگر غلامان حضرت مسیح موعود و مہدی معہود

جب پیر صاحب نے دیکھا کہ لوگ اس طرح تو مجھے نہیں چھوڑتے اور آگے جمعہ کا دن آتا ہے شائد اس دن پھر مجبور کر کے لوگ مجھے ممبر پر کھڑا کر دیں اور خفت اور سبکی حاصل ہو۔اس واسطے بہتر ہے کہ آپ یہاں سے جلد بھاگو تو پھر وہ جمعہ سے پہلے ہی یہاں سے چل دیئے۔ اور جاتے ہوئے اپنے مریدوں کو وصیت کر گئے کہ مرزا صاحب اور اُن کی جماعت کی کتابیں اور اشتہارات نہ پڑھیں۔

فیضانِ گولڑوی

اب جب کہ ہم یہ دکھا چکے ہیں کہ باوجود ہمارے اصرار کے اور اشتہار پر اشتہار دینے اور خط پر خط روانہ کرنے کے پیر گولڑوی نے ہرگز یہ جرأت نہ کی کہ حضرت مرزا صاحب کے مقابلہ میں آنے کا اقرار کرے اور اپنے مریدوں کے اندر ایک محصور آدمی کی طرح گھرا رہا اور باوجود لوگوں کے اصرار کے کوئی تقریر بھی نہ کر سکا اور بیرنگ لفافے کی طرح جیسا کہ آیا تھا ویسا ہی واپس چلا گیا تو ساتھ ہی ہم یہ بھی دکھا دینا چاہتے ہیں کہ اُس کی ہم نشینی اور صحبت اور طرف داری جن لوگوں نے اختیار کی انہوں نے پبلک کو اس فیضان کا کیا

نمونہ دکھایا۔

جس شام کو پیر گولڑوی لاہور میں آیا اُسی وقت سے شہر کے اندر مخالفین کے درمیان ایک جوشِ مخالفت برپا ہوا اور چاروں طرف سے پیر صاحب کے اکثر ہم عقیدہ لوگ ایک دفعہ مانند درندہ کے وحشی ہو گئے اور ایک مرید حضرت مرزا صاحب کے واسطے محال تھا کہ وہ بغیر گالیاں اور وہ بھی فحش گالیاں سننے سے بازار سے گزر سکے۔

خصوصاً وہ مقام جس میں اس کے خاص مرید رہتے ہیں وہاں سے گزرنے کا مجھے خود اتفاق ہوا۔ پیر گولڑوی کے طرف داروں نے نہایت سفلہ پن کے ساتھ اُچھل اُچھل کر گندی گالیوں کے ساتھ اپنی زبانوں کو ناپاک کیا اور اگر گورنمنٹ انگریزی کا خوف نہ ہوتا تو قریب تھا کہ وہ مجھ پر حملہ کرتے۔ خیر یہ بازاریوں کی بات ہے۔

مسجدوں میں کھڑے ہو کر ممبروں پر چڑھ چڑھ کر گندی گالیوں کے اشعار پڑھے گئے۔ اور پیر گولڑوی وہاں صدر بن کر بیٹھے رہے۔ اور کسی کو خیال نہ آیا کہ خانہ خدا کس کام کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ جہاں ہم اشتہار لگاتے۔ ہر طرح سے اُس کے مٹانے اور اتارنے اور پھاڑنے کی کوشش کرتے۔ کیونکہ جانتے تھے کہ صداقت کا اثر لوگوں پر ہوگا۔ جابجا گلیوں اور کوچوں میں جھوٹے اتہام ہم پر باندھ کر وعظ کیے گئے۔ جعفر زٹلی نے اپنے جھوٹے الہام شائع کئے اور جب پیر گولڑوی کو بتایا گیا کہ یہ زٹلی نے مرزا صاحب کو مخول کرنے کے واسطے اپنے جھوٹے الہام شائع کئے ہیں تو پیر گولڑوی نے بڑے شوق سے اُن اشتہارات کو سنا۔ حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں گندی گالیوں کے بھرے ہوئے خط لکھے گئے۔ ایسی فحش گالیاں جن سے چوہڑے اور چمار بھی شرم کرتے ہیں۔ جھوٹ موٹ مشہور کر دیا گیا کہ مرزا صاحب کو تاریں دی گئی ہیں۔ جن باتوں کا مرزا صاحب کی کتابوں میں کہیں نشان بھی نہیں وہ باتیں ہم پر تھوپ کر لوگوں کو وعظوں میں سنائی گئیں۔ ہمارے برخلاف وعظ کر کے لوگوں کو اشتعال دلایا گیا اور سمجھایا گیا کہ مرزا صاحب واجب القتل ہیں اور مسجد میں تبرا بازی کا طریق اختیار کر کے ہم پر لعن طعن کیا گیا اور ہر ایک جس نے گندی گالیوں کے اشعار یا تقریر یا تحریر کرنے یا سنانے میں سب سے سبقت لی وہ سب سے قابل فخر ہوا۔ اور جعفر زٹلی کے اشتہارات کو ہاتھ میں لے کر اور یہ کہہ کر کہ یہ شخص جھوٹے الہام

مرزا صاحب پرہنسی کرنے کے لئے شائع کرتا ہے اُن کو پڑھا گیا اور ہنسی اڑائی گئی اور اُس کی تعریف کی گئی کہ اس شخص نے مخالفت کے لئے خوب بات ایجاد کی ہے۔ جس مسجد میں ہم کئی سالوں سے متواتر بغیر روک ٹوک اور بغیر شرکت غیر با مامت مولوی غلام حسین صاحب جو کہ اُس مسجد کے جدی متولی اور امام ہیں نماز پڑھا کرتے ہیں اُس میں زبردستی سے گھس کر شور و غوغا مچایا اور ہم کو وہاں آنے سے روکنا چاہا اور اُس مسجد کے اردگرد کے رہنے والوں کو اشتعال مخالفت دلایا پر خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے کسی کو اس مخالفت میں کامیابی نہ ہوئی اور گورنمنٹ انگلشیہ کی مہربانی سے جو پولیس حاکم ہم پر مقرر ہے یعنی جناب محمد حسین خان صاحب کوتوال شہر اُن کے حسن انتظام کے سبب مفسدین کو کسی زبردستی کی مجال نہ ہوئی اور دیگر ہر وجہ سے ہمارے مخالف عوام کالانعام کو دھوکا دینے کی کوشش کی۔

غرض میں ان باتوں کو کہاں تک بیان کرتا جاؤں۔ ان لوگوں کی سخت دلی اور صداقت سے دوری کے قصے سن کر اور اُن کے حالات دیکھ کر روح پرلرزہ پڑتا ہے کہ ان کو خدا کا کچھ خوف نہیں۔ مانا کہ کوئی تمہارا سخت مخالف ہے تمہارے نزدیک مشرک اور کافر ہے۔ پر اپنے اکابر انبیاء اور اولیاء کی سنت دیکھو اور غور کرو کہ وہ اپنے مخالفین کے ساتھ کیا سلوک کرتے تھے اور سوچو کہ آیا وہ طریق مخالفت جو تم نے اختیار کیا ہے جس میں ایک شخص کی مخالفت کی خاطر نہ راستی کی پرواہ ہے نہ دین وایمان کا کچھ خیال ہے آیا وہ طریق درست ہے یا وہ طریق جو ہم نے اختیار کیا ہے کہ نبیوں اور ولیوں کی سنت کے مطابق تمہاری گالیاں سنتے ہیں اور ہر طرح سے ایذا دیئے جاتے ہیں پر سب کچھ صبر کے ساتھ برداشت کرتے ہیں اور تمہاری ہدایت کے واسطے دن رات سعی میں ہیں۔

دنیا میں جب سے انسان پیدا ہوا تب سے آدم اور شیطان کا جھگڑا چلا آتا ہے اور ہمیشہ ملکی صفات اور شیطانی صفات لوگ دنیا میں موجود رہتے ہیں پر ہر ایک اپنے عملوں سے

نوٹ:۔ جب کہ اس مسجد کے متعلق ہمارے برخلاف فتنہ وفساد کی آگ بھڑکائی گئی۔ تو عین سخت مخالفت کے دنوں میں مجھے الہام ہوا اِنَّا لَنَنْصُرَنَّكُمْ عَلَى الْكٰفِرِيْن اور ایسا ہی برادرم صوفی محمد علی صاحب کو بذریعہ الہام کامیابی کی خوش خبری ہوئی اور یہ الہامات اُسی وقت احباب کو سنائے گئے۔ سو خدا کے وعدے سچے ہیں۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيم

پہچانا جاتا ہے۔ اے زمانہ کے تاریخ دانوں اور اے بزرگوں کے قصوں سے واقف کارو اُٹھو اور سنو ہم نے تمہیں ایک قوم کا قصہ سنایا ہے اور اُس کی حرکات تمہارے سامنے پیش کی ہیں تم اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرو کہ اس قسم کے حرکات کی نظیر اگلی تاریخوں اور گزشتہ نبیوں کے قصوں میں تم کن لوگوں میں پاتے ہو۔ کیا اُن میں جنہوں نے موسیٰ کا ساتھ دیا یا اُن میں جنہوں نے موسیٰ کے ساتھ تمسخر کیا۔ کیا اُن میں جنہوں نے حضرت موسیٰ کی تابعداری کی یا اُن میں جنہوں نے شوروغوغا مچا کر اور لمبے لمبے ہاتھ پھیلا کر پلاطوس کو کہا کہ اسے صلیب دے اس کا گناہ ہم پر اور ہماری اولاد پر۔ اے اہل دانش لوگو سوچو کہ جو کام ہمارے مخالف کررہے ہیں کیا یہ اُن لوگوں کے کام ہیں جو آمنا وصدقنا کہہ کر صدیق کہلائے یا اُن کے جو بارہ کوس تک پتھر مارتے ہوئے اُس فخر دو عالم حبیب خدا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے دوڑے۔ اے اہل دل غور کرو کہ یہ چال چلن کیا منصور اور شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ اور اُن کے ساتھیوں کا تھا یا اُن کا جنہوں نے اُن پر کفر کا فتویٰ لگایا اور کسی کو صلیب دیا اور کسی کو سخت عذاب۔ دنیا میں ہر ایک شے اپنے پھل سے پہچانی جاتی ہے۔ اگر تیرے خوشے میں جَو کے دانے نکل آئے ہیں تو کوئی تجھے گندم نہیں کہہ سکتا۔ پس چاہئے کہ ہر ایک سوچے اور غور کرے کہ وہ کس راہ پر چلا جارہا ہے۔ اور جان لے کہ اُس کا انجام وہی ہوگا جو اُس سے پہلے ایسی حرکات کرنے والوں کا ہوا۔

فیوض المرسلین

ایسے وقت میں ہم کو ہمارے امام مسیح موعود ومہدی معہود کی طرف سے کیا ارشاد تھا جس پر ہم نے عمل کیا۔ وہی جو نبیوں اور ولیوں کی سنت ہے کہ اَعْرِضْ عَنِ الْجَاھِلِیْن. جاہلوں شرارت کرنے والوں کی بات سن کر خاموش رہو اور اُن سے اعراض کرو۔ اور صبر سے کام لو۔ کسی کو گالی کے بدلے میں گالی نہ دو اور جو تمہارے حق میں بد بولے اس کے حق میں تم بد نہ بولو تا ایسا نہ ہو کہ خلقت کی لعن طعن سننے کے علاوہ تم خدا کو بھی ناراض کر بیٹھو۔ تحمل اور بردباری اور صبر کے ساتھ ان دنوں کو گزار دو اور جو آرام اور آہستگی کے ساتھ سمجھنا چاہے اُسے سمجھاؤ۔ اور اُس وقت کو یاد کرو جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار نے مکہ سے

نکال دیا اور آپ غار میں جا چھپے اور اُس وقت کفار مسلمانوں کو کس طرح سے طعن دیتے تھے کہ کیوں کہاں گیا تمہارا نبی جو دعویٰ کیا کرتا تھا کہ میری فتح ہو گی۔ اور میرے دشمن مغلوب ہوں گے۔ آج اُس کی شکل تو دکھاؤ۔ اُسے ہمارے سامنے لاؤ۔ غرض اس طرح برگزیدگان خدا کے مخالفین کو ایک آنی خوشی پھولنے کے واسطے مل جاتی ہے۔ پر بہت جلد اُن کا پردہ فاش ہو جاتا ہے۔ اور خدا کے نزدیک انجام صادق کا ہے۔ اور آخر صادق کامیاب ہو گا۔ غرض حضرت مرزا صاحب کے منشاء کے موافق ہمارے احباب نے نہایت صبر اور استقامت اور بزرگانہ وقار کے ساتھ یہ سب کچھ دیکھا اور سنا اور مخالفین کی طرح کوئی سفلگی اور شرارت اور مفسدہ پردازی اور تمسخر سے کام نہ لیا۔ بڑے حوصلہ اور امن کے ساتھ اپنے اشتہارات شائع کیے اور گولڑوی کو بار بار مقابلہ میں سیدھی طرح آنے کے واسطے دعوت کی۔ میں اس جگہ لاہور کے احباب کے نام جنہوں نے ان واقعات کو جو میں نے لکھے ہیں بچشم خود دیکھا یا موقع پر سنا اور اس وقت یہاں پر موجود تھے لکھ دیتا ہوں کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے حالات پر شاہد بنایا ہے اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی ہمت، استقامت، یگانگت میں برکت عطا فرمائے۔ اور خدمات دینی کی ادائیگی میں ان کو توفیق زیادہ سے زیادہ عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین۔۔ اور اُن احباب میں سے اکثر کے نام یہ ہیں۔

منشی تاج دین صاحب کلرک۔ منشی مولا بخش صاحب کلرک۔ حکیم محمد حسین صاحب قریشی مالک کارخانہ رفیق الصحت۔ میاں احمد دین صاحب ڈوری باف۔ میاں معراج الدین عمر صاحب ٹھیکیدار۔ میاں سراج الدین صاحب ٹھیکہ دار۔ میاں چراغ دین صاحب رئیس لاہور۔ میاں محمد شریف صاحب متعلم مشن کالج۔ میاں مہر بخش صاحب دوکاندار۔ حکیم فضل الٰہی صاحب۔ میاں عبدالعزیز صاحب رئیس۔ حکیم محمد حسین صاحب مالک کارخانہ مرہم عیسےٰ۔ حکیم سید عبداللہ صاحب عرب۔ خلیفہ رجب دین صاحب تاجر۔ صوفی محمد علی صاحب کلرک ریلوے۔ شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر بمبئی ہاؤس۔ ڈاکٹر قاضی غلام حسن صاحب ہاؤس سرجن۔ حافظ فضل احمد صاحب کلرک۔ حافظ علی احمد صاحب کلرک۔ صوفی محمد عظیم صاحب کلرک۔ مولوی غلام حسین صاحب متولی و امام مسجد گٹی۔ بابو غلام محمد صاحب کلرک۔ شیخ کرم الٰہی صاحب گھڑی ساز۔ منشی جمال الدین صاحب کاتب۔ ڈاکٹر حکیم نور محمد صاحب

مالک کارخانہ ہمدم صحت۔ بابو سیف الملوک صاحب کلرک۔ مستری دین محمد صاحب۔ میاں غلام حسین صاحب کلرک۔ میاں گل حسن صاحب کلرک۔ مولوی عبدالعزیز صاحب مدرس۔ میاں قمرالدین و امام دین صاحبان زرگر۔ خواجہ عزیز الدین صاحب سوداگر۔ منشی چراغ دین صاحب ایجنٹ۔ منشی امام بخش صاحب مہتمم کارخانہ دریاں۔ مولوی سردار خاں صاحب (برادر مولوی محمد علی بھوبڑی ضلع گوجرانوالہ واعظ) خلیفہ ہدایت اللہ صاحب مشہور شاعر لاہور۔ ماسٹر ولی اللہ صاحب۔ ماسٹر شیر محمد صاحب۔ میاں مولا بخش صاحب سوداگر ریشم خلف میاں محمد چٹو صاحب۔ شیخ کرم الٰہی صاحب سوداگر۔ میاں سلطان بخش صاحب ٹیلر ماسٹر و کلاتھ مرچنٹ۔ میاں کریم بخش صاحب رفوگر۔ مولوی عبیداللہ صاحب۔ منشی فیروزالدین صاحب سیکرٹری انجمن معین المسلمین۔ منشی کرم الٰہی صاحب (راقم محمد صادق کلرک دفتر اکونٹنٹ جنرل پنجاب لاہور)

پیر کمال شاہ صاحب ساکن کاٹھیاوار علاقہ گجرات۔ میاں محمد حسین صاحب کمپونڈر۔ ڈاکٹر شیخ عبداللہ صاحب۔ بابو رحمت خاں صاحب کلرک سٹیشنری۔ منشی عبداللہ صاحب کمپازیٹر۔ میاں امام الدین صاحب قصاب۔

خلاصۂ کلام

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مہر شاہ نے پہلے خود حضرت مرشدنا و مہدینا مسیح موعود و مہدی معہود کے عقیدۂ وفات مسیح کے برخلاف دو کتابیں لکھیں۔ پھر جب ایک کتاب کے متعلق کچھ سوال کئے گئے تو کتاب کے لکھنے سے ہی انکار کر دیا پھر جب وہ خط شائع ہوا تو مریدوں کو یوں تسلی دی کہ میں نے تو صرف مؤلف ہونے سے انکار کیا ہے۔ پھر جب حضرت مرزا صاحب کے خادموں نے بیماروں کے حق میں قبولیت دعا کے ساتھ فیصلہ کرنے کے لئے مخالفین کو اپنے امام کے مقابلہ میں بلایا تو مہر شاہ کے خاص مریدوں نے مل کر ایک اشتہار دے دیا کہ ہماری دعا قبول نہیں ہوتی مرزا صاحب یک طرفہ نشان دکھائیں اور اس طرح اس بات کا اقرار کیا کہ ہمارا پیر ایک مومن ہونے کی حیثیت بھی نہیں رکھتا کیونکہ خدا خصوصاً کافر کے مقابلہ میں مومن کی دعا کو خود قبول کرتا ہے پھر جب مرزا صاحب نے مہر شاہ کو تفسیر

القرآن میں مقابلہ کے لئے بلایا تو اُس نے اپنی نالائقی اور خدا پر ایمان اور توکل نہ ہونے کا کھلا کھلا اقرار کرنے میں بے عزتی دیکھ کر زبانی مباحثہ کی حجت پیش کر کے مقابلہ تفسیر القرآن کو ٹال دیا۔ اور جب دیکھا کہ حضرت مرزا صاحب اپنے اس اقرار پر جو وہ کتاب انجام آتھم میں شائع کر چکے ہیں کہ ہم اب کسی سے مباحثہ نہیں کریں گے قائم ہیں اور یقین ہو گیا کہ مرزا صاحب لاہور نہیں آئیں گے چند مریدوں کے اکسانے پر لاہور آ گیا تا کہ اپنی فرضی فتح منا لے۔ یہاں جب ہماری طرف سے اشتہار پر اشتہار نکلا کہ اگر تم کو مقابلہ بالتّفسیر منظور ہے تو مرزا صاحب اب بھی آ جاتے ہیں تو خاموش ہو کر دم دبائے اندر بیٹھا رہا اور ہمارے کسی اشتہار کا جواب نہ دیا۔ پھر ہم نے رجسٹرڈ خط بھیجے پر ایسا رعب اس پر وارد تھا کہ اُن کے لینے سے بھی اُس نے انکار کیا۔ پھر ہم نے آدمی بھیجے۔ دستی خط بھیجا۔ بعض آدمیوں کو جواب دینے کا بھی وعدہ کیا پر وعدہ کے وقت لوگوں کو باہر سے ہی ٹال دیا اور اپنے تک نہ آنے دیا۔ لاہور کے تعلیم یافتہ لوگ جو لائق آدمیوں کی لیاقت کا اندازہ اُن کی تقریروں سے کرتے ہیں۔ انہوں نے بادب تحریری درخواست دی کہ پیر صاحب جلسہ میں ایک تقریر کریں پر مہر شاہ صاحب کو ہرگز جرأت نہ ہوئی کہ ایک مجمع میں کھڑے ہو کر قرآن شریف کی کسی ایک آیت کی تفسیر کر دیتا اور اپنی ان حرکات سے اُس نے ثابت کر دیا کہ در حقیقت اُس کو خدا کی کلام سے کچھ مس نہیں اور آسمانی بولی سے اُس کو کچھ مناسبت نہیں اور بغیر اس کے کہ مرزا صاحب کے مقابلہ میں وہ کھڑا ہوتا اُس نے اس بات کا ثبوت دے دیا کہ خدا نے اُس کو قرآن شریف کے معارف کا فہم عطا نہیں کیا اس امتحان کے اندر اُس کے ہاتھ میں بجز سفید کاغذ کے اور کچھ نہ تھا۔ اور اُس نے جب دیکھا کہ لوگ مجھ کو تقریر کرنے پر مجبور کرتے ہیں تو جن مریدوں کی برانگیخت اور جبر و اکراہ سے وہ لاہور آیا تھا اُن کی رضا مندی کے برخلاف یہاں سے بھاگا۔ اور مرزا صاحب کے نہ آنے کا یقین ہی تھا جو اُس کو لاہور میں لے آیا اور پھر تقریر نہ کر سکنے کا شرم ہی تھا جو اُسے جلد یہاں سے بھگا کر لے گیا سو یہ اُس فتنہ کی مختصر رپورٹ ہے جو ہم نے اس کتاب میں درج کر دی ہے۔ اور اپنے سب اشتہارات کو لفظ بہ لفظ نقل کر دیا ہے۔ اسی عرصے میں حضرت اقدس مرزا صاحب نے ایک رسالہ بنام تحفۂ گولڑویہ لکھا ہے جو کہ عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ اُس میں معارف حقہ کا

اس قدر خزانہ بھرا گیا ہے کہ اگر کوئی انصاف کی نظر سے غور کے ساتھ اُس کو کم از کم تین دفعہ پڑھے گا اور اُس کے مضامین پر ایک اہل الرائے کی طرح تدبر کے ساتھ غور کرے گا تو میں یقین کرتا ہوں کہ اُس پر یہ بات کھل جائے گی کہ مرزا صاحب بے شک امام صادق ہیں۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ لوگ بغیر کتابوں کے پڑھنے کے اور بغیر اُن پر غور کرنے کے مخالفوں کا ایک آوازہ اپنے کان میں ڈلوا کر اُسی پر پکے ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ چنانچہ انہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک شخص حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر سے ہماری ملاقات ہوئی انہوں نے بھی یہی کہہ دیا کہ مہر شاہ نے مقابلہ منظور کر لیا تھا لیکن جب اُن سے پوچھا گیا کہ آپ نے فریقین کے اشتہارات پڑھے ہیں تو کہنے لگے نہیں پڑھے۔ سنا ہے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ یہ تو لوگوں کا حال ہے۔ اشتہارات دیکھے نہیں اور رائے قائم کر دی ہے۔ اور اس جگہ اس بات کا ذکر خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ یہ حافظ محمد یوسف صاحب الٰہی بخش ملہم کی پارٹی کا آدمی ہے۔ اور ان حافظ صاحب کے علاوہ دو اور آدمی یعنی بابو عبدالحق اور میاں فتح علی شاہ بھی اس پارٹی میں داخل ہیں۔ اور شائد کوئی ایک دو آدمی اور بھی ان کے الہامات کے مطابق اُن کے ہم عقیدہ ہوں مگر بظاہر یہی چار آدمی ہیں۔ اور ان کے متعلق ہمارے مخالفوں نے مشہور کیا ہے کہ یہ لوگ پہلے مرزا صاحب کے مرید تھے اور اب علیحدہ ہو گئے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ اُن میں سے کسی کو بھی کبھی اس نیکی کی توفیق نہیں ہوئی کہ حضرت مرزا صاحب کی بیعت کر کے اس پاک جماعت میں شامل ہو جائیں۔ ہاں کسی قدر حضرت مرزا صاحب کے ساتھ آمد و رفت اور خط و کتابت کا تعلق رکھنے کی وجہ سے ان لوگوں کے سامنے اکثر آسمانی نشانات ظہور میں آتے رہے اور حضرت مرزا صاحب سے خوارق اور کرامات دیکھ کر یہ لوگ ہمیشہ حضرت مرزا صاحب کے مداح تھے لیکن جب انہوں نے اُن نشانات کو دیکھ کر اس پاک سلسلے میں داخل ہونے سے تساہل کیا تو رفتہ رفتہ سنت اللہ کے موافق ان کے دل سخت ہوتے گئے اور ان سے نیکی کی توفیق چھینی گئی یہاں تک کہ یہ لوگ بدترین دشمنوں میں داخل ہو گئے۔ اور سلب ایمان اور سلب عقل کی وجہ سے ان لوگوں کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ حافظ محمد یوسف نے مسجد میں بیٹھ کر ۷/نومبر ۱۹۰۰ء کی رات کو بہت آدمیوں کے سامنے جن کی تعداد غالباً تیس کے قریب ہو گی ہمارے سامنے اس بات کا اقرار کیا کہ جو کوئی ترقی پاتا ہے سب جھوٹ سے پاتا ہے چنانچہ

دس روپے ماہوار مشاہرہ سے لے کر ڈیڑھ سو تک جو میری نوبت پہنچی یہ سب ترقی بھی میں (حافظ محمد یوسف) نے جھوٹ سے پائی اور دنیا میں بہت سے مفتری گزرے ہیں جنہوں نے تیس سال سے بھی زیادہ خدا پر افترا باندھ کر اور لوگوں کو تبلیغ کر کے اور جھوٹے الہامات سنا کر اور خدا کا مامور اور مرسل بن کر اپنا مشن پھیلایا ہو اور اُن پر عذاب الٰہی نازل نہ ہوا ہو۔ اور وہ زندہ رہے ہوں۔ افسوس کہ حافظ صاحب نے اس وقت حضرت رسول اکرم ﷺ کی عزت کی بھی کچھ پرواہ نہ کی اور اُس نبی آخر زمان کا جو یہ ایک عظیم الشان معجزہ تھا اُس کی بھی تردید کی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اگر تو مجھ پر کچھ افترا کرے تو میں تیری شاہ رگ کاٹ ڈالوں گا۔ اب صاف ظاہر ہے کہ جب تم خاتم النبیینؐ کے واسطے یہ الفاظ ہیں تو دوسرا مفتری کب تک زندہ رہ سکتا ہے۔ یہ قرآن شریف کا ایک پکا اور محکم فیصلہ ہے اور اس کے برخلاف کوئی ایسی نظیر پیش ہو نہیں سکتی جو کہ اس قاعدے کو توڑ دے۔

اور حضرت اقدس کے رسالۂ تحفۂ گولڑویہ کے علاوہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی اور حضرت سید مولوی محمد احسن صاحب اور مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی کے مضامین بھی اخبار الحکم اور اخبار عام لاہور اور رسالوں کی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ جن میں نہایت وضاحت اور خوبی کے ساتھ پیر گولڑوی اور اُس کے ساتھیوں کی چال بازی پر روشنی ڈال کر طالبانِ حق کے واسطے صداقت اور معرفت کے حصول کے لئے نہایت لطیف اور اچھوتے مضامین درج ہیں بشرط ضرورت ان کو بھی ایک رسالے کی صورت میں شائع کر دیں گے۔ تا کہ ہمارے مخالفین کے حق و دیانت کا پتہ لوگوں کو لگ جائے۔

اب میں اس رسالہ کو دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اے آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے حی و قیوم اللہ۔ آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰ، محمدؐ، احمد کے بھیجنے والے خدا۔ خلقت کی آنکھوں کو کھول کہ وہ تیرے فرستادہ کو پہچانیں اور تیرے نشانات کی بے قدری کر کے تیری نارضا مندی میں گرفتار ہونے سے بچ جائیں۔ ہاں اے خدا ایسا کر کہ ساری دنیا کے مسلمان اور غیر مسلمان اس پاک فرقۂ احمدیہ میں شامل ہو جائیں تا کہ شرارت اور بغاوت

اورفساد کا شیطان ہلاک ہو جائے۔ اے خدا اپنی رحمتیں اور برکتیں زیادہ سے زیادہ اپنے اس بندہ مرزا غلام احمد قادیانؑی پر کر کہ اُس نے ہمیں ایمان اور اسلام کی نعمت جو دنیا سے گم ہو چلی تھی پھر عطا کی۔ اور ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم سب تیرے دین کی خدمت میں ہر وقت مصروف رہیں اور ہمارے حرکات اور سکنات اور ہمارا مرنا اور جینا سب تیرے ہی لئے ہو آمین ثم آمین۔ واخر دعونا ان الحمدللّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین وعلیٰ الٰہ واصحابہٖ وعلیٰ خاتم الولیین وآلہٖ واصحابہٖ ونور دینہٖ وعبد کریم واحبابہٖ اجمعین برحمتک یا اَرۡحَمَ الرّٰحِمِیۡن

عاجز محمد صادق عفی عنہ لاہور ۱۱/نومبر ۱۹۰۰ء

کتب ذیل اور دیگر ہر ایک علم وفن کی کتب جان محمد الہ بخش تاجران کتب بنگلہ ایوب شاہ لاہور سے طلب کریں

براہین احمدیہ

ملقب بہ البراھین احمدیہ علی حقیت کتاب اللّٰہ القرآن والنبوہ المحمدیہ

جس کو جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس اعظم قادیان ضلع گورداسپور پنجاب نے کمال تحقیق و تدقیق سے تالیف کر کے منکرین اسلام پر حجت اسلام پوری کرنے کے لئے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ شائع کیا تھا۔ اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو جانے کے باعث چالیس روپیہ کو بھی ہاتھ نہیں آئی تھی بالکل اسی طرح سطر بہ سطر صفحہ بہ صفحہ چاروں جلدیں اعلیٰ قسم کے ڈمی کاغذ پر چھپ کر تیار ہوگئی ہے۔ شائقین جلد خرید یں۔ ایسا نہ ہو کہ پہلے کی طرح ہاتھ ملتے رہ جاویں۔ قیمت صرف تین روپے............................(ہے)

آریہ دھرم یا نیوگ کا ناول

جس میں آریوں کے مسئلہ نیوگ کی من وعن کیفیت بیان کی گئی ہے اور ناول کے پیرایہ میں اس کا عملی نمونہ اور نتیجہ ظاہر کیا گیا ہے۔ مصنفہ عالیجناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیانی سلمہ الصمد قیمت (۸/)

فاروق اعظم

یعنی سوانح عمری حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ مصر۔ روم۔ ایران کے فاتح۔ اسلام کے ہیرو جناب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری اسلامی عظمت اور شان و شوکت کے اظہار کے لئے دنیا بھر میں کوئی کتاب اس سے بڑھ کر نہیں ہے۔ قیمت صرف آٹھ آنے (۸/)

صدیق اکبرؓ

یعنی سوانح عمری حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:۔ اس کتاب میں وہ تمام حالات کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں جو خلیفۂ اول کے وقت میں ظہور پذیر ہوئے۔ ناظرین یہ کتاب دلچسپی سے خالی نہیں۔ اُس زمانہ کی شریف اور عفت پناہ عورتوں کو دیکھئے کہ اس دین کی خاطر کس شجاعت اور مردانگی سے کام لیا ہے۔ قیمت صرف (۸/)

سوانح عمری حضرت علیؓ

کون شخص ہے جو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے نام سے واقف نہیں۔ مجمع سلاطین میں آپ عظیم الشان سلطان۔ معرکۂ کارزار میں یکہ ناز شہسوار۔ منبر پر ایک شیوا زبان سپیکر۔ علم وفضل کے درس گاہ میں ایک طلیق اللسان پروفیسر۔ مسند فقر پر ایک منکسر المزاج فقیر۔ غرض کہ جس جلیل الشان اسلامی ہیرو کا یہ فوٹو لیا گیا ہے۔ دُنیا کے تاریخی آسمان کا آفتاب ہے جس کی لائف کو کسی مؤلف نے آج تک اس شرح اور بسط سے نہیں لکھا۔ قیمت (ہے/)

ذوالنّورین :۔ یعنی سوانح عمری جامع القرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ قیمت ....(/٦)

سرچشمۂ رحمت :۔ اس کتاب میں مضامین علم تصوف ایسے آسان اردو سلیس الفاظ میں لکھے گئے ہیں کہ بچہ بھی جو صرف حرف شناس ہو عمدگی سے سمجھ لے۔ اصطلاحات کی تشریح اس خوبی سے کی کی گئی ہے کہ طالب صادق کو برسوں کی محنت سے رہائی دے کر دنوں میں منزل مقصود تک پہنچانا اس کتاب کا ایک ادنےٰ اثر ہے۔ (/۱۲)

عیسائیوں کی دینداری کا نمونہ :۔ جس میں عیسائیوں کی چالاکیاں پکڑی گئی ہیں اوران کی دینداری کی قلعی کھولی گئی ہے قیمت صرف چار آنے ....(/۴)

الوہیت مسیح اورتثلیث کا ردّ :۔ ہر دو حصہ قیمت فی حصہ چار آنے ....(/۴)

عیسائی مذہب کا فوٹو :۔ قیمت فی جلد چار آنے ....(/۴)

دفع طعن نکاح زینب :۔ قیمت فی جلد (/۴)

مُناجات فیروزی :۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ دعا ہی عبادت کا مغز ہے۔ اس کتاب میں تمام مشہور اور متبرک مناجاتیں بزرگوں کی بنائی ہوئی جمع کی گئی ہیں۔ یہ کتاب نہایت مقبول اور مطبوع ہوئی ہے۔ عرصۂ قلیل میں سات دفعہ چھپ کر فروخت ہونا اس بات کا کافی ثبوت ہے۔ قیمت تین آنہ ....(/۳)

نعت فیروزی :۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں بزرگوں کی بنائی ہوئی عربی۔ فارسی اردو وغیرہ زبانوں کی مشہور اور چیدہ نعتیں۔ قیمت تین آنے ....(/۳)

نماز اوراُس کی حقیقت :۔ نماز کی فلاسفی اور مخالفین کے کل اعتراضوں کا جواب جو نماز پر کرتے ہیں۔ قیمت چار آنے ....(/۴)

روزہ اوراُس کی حقیقت

ہمہ صفت موصوف ہے۔ قیمت چار آنے ....(/۴)

ضمیمہ واقعات صحیحہ

مامورین من اللہ کے موافق یا مخالف کسی واقعہ یا شورش کا پیدا ہونا خالی از حکمت نہیں ہوتا۔ ہر نیا سورج اپنے ساتھ ایسے سامان لے کر آتا ہے جو اُس مقدس انسان کی قائم کردہ عمارت پر ایک نیا ردہ لگا دیتی ہے۔ هُوَالَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعاً (البقرۃ:30)(وہ خدا جس نے زمین میں جو کچھ ہے سب تمہاری ہی خاطر پیدا کیا ہے) اس آیت میں مخاطب دراصل یہی مقدس جماعت ہوتی ہے۔ کوئی ہوا زمین میں ایسی چل نہیں سکتی جو ان کے مشن کے مخالف پڑے اور زمین کے اندر تمام انقلابات کا مرکز یہی پاک لوگ ہوتے ہیں۔ نادان کوتاہ اندیش ایک شورش کو دیکھ کر خیال کرتا ہے کہ اب اس کا خاتمہ ہوا۔ پر معرفت کی دوربین لگانے والے تاڑ جاتے ہیں کہ یہی فتنہ اس کی چمکار کو نمایاں کر دے گا۔ گولڑوی اور اس کی جماعت نے جو کچھ کیا اور کرنا چاہا وہ تو اس کا پھل آپ پائیں گے پر ہمارے لئے یہ واقعہ نہایت مفید نتیجے اور خوشی دینے والے ثمرات پیدا کرنے کا موجب ہوا ہے۔ اکثر بے خبروں کو اس مقدس مہدی کی آمد کی خبر ہوگئی۔ کئی سو آدمی اس چار پانچ ماہ کے تھوڑے سے عرصے میں جو گولڑوی کے لاہور آنے سے لے کر آج تک گزرا ہے امام پاک کے ہاتھ پر توبہ کر کے اس مقدس جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے اس تحریک کی وجہ سے ایک بیش بہا مضامین معارف سے بھرے ہوئے سچا نور عطا کرنے والے خود حضرت امام اور آپ کے خادموں کے قلموں سے نکلے۔ **فَلِلّٰہِ الْحَمْد** اس رپورٹ کے ساتھ اس جگہ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کا ایک روشنی بخش مضمون ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جو کہ ان دنوں کے ایک بے نظیر اور لاثانی ہفتہ وار اخبار الحکم مؤرخہ ۲۴/اکتوبر ۱۹۰۰ء میں شائع ہوا ہے۔

محمد صادق

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی سائیں مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے متعلق ایک پیشگوئی کا پورا ہونا

از حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی ایدہ اللہ۔

بنگر اے قوم نشا نہائے خداوند قدیر　　چشم بکشا کہ بر چشم نشا نیست کبیر

۱۹؍اکتوبر ۱۹۰۰ء کے اخبار عام میں ایک امرتسری نے میری چٹھی پر جو ۱۶؍ستمبر ۱۹۰۰ء کے الحکم میں شائع ہوئی تھی چند اعتراض کئے ہیں۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ میں نے توقع کے خلاف صاف اور واضح امور کو بھی اعتراض اور نکتہ چینی کا تختہ مشق دیکھا۔ مجھے کامل وثوق تھا کہ اب یہ راہ خس و خاشاک اور ہر قسم کی رکاوٹوں سے پاک ہوگئی ہے اور راہ چلنے والوں کو غرض و غایت تک پہنچنے کے لئے کافی روشنی اور بدرقہ مل گیا ہے۔ مگر اس معترض نے ثابت کر دیا ہے کہ بیداد گر خر وہ گیری کے لئے اس وقت تک جولانگاہ باقی ہے۔ کاش ایک اطمینان طلب جویائے حق کی نکتہ چینی ہوتی! جس کی کارروائی صاف راہنمائی کرتی کہ اس کے زعم میں ایک معرض بحث اور متنازع فیہ امر کی نسبت مزید توضیح کے لئے کوشش کی گئی ہے اور ایک پاک مگر ناواقف حقیقت دل آمادہ ہے کہ کسی طرح یہ الجھن سلجھنے میں آجائے۔ مگر ہمارے امرتسری دوست معترض کے کمزور اور غیر موزوں اعتراضوں سے صاف بو آرہی ہے کہ بے جا تعصب کی موٹی دیواریں اُن کے آگے حائل کھڑی ہیں جو اُنہیں محاذ کی خوبصورت روشنی کو دیکھنے نہیں دیتیں۔

اصل واقعہ جو کئی دفعہ اس قابل قدر پرچہ میں شائع ہو چکا ہے نہایت صاف ہے اور وہ یوں ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے پیر مہر علی شاہ صاحب کو دعوت کی تھی کہ میں اور آپ عربی زبان میں نہایت درجہ کی فصیح بلیغ عبارت میں قرآن کریم کی تفسیر لکھیں اور اس تفسیر میں ”حقائق و معارف اور نکات و دقائق ہوں جو اگلی تفسیروں میں مذکور نہ ہوں

اور اُن سے کتاب اللہ کی فوق العادۃ تمجید اور جلال ظاہر ہو۔ یہی مجھ میں اور آپ میں فیصلہ کن معیار ہوگا کہ خدا تعالیٰ کے دربار معلےٰ میں مجھے باریابی کا فخر حاصل ہے؟ یا آپ کو؟ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کی کتاب جلیل نے یہ بلند دعویٰ کیا ہے کہ لَا یَمَسُّهٗ اَلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ یعنی قرآن کریم کے حقائق و معارف کے بیان کرنے پر وہی قادر ہو سکتے ہیں اور اس کے پاک حریم میں باریاب ہونے کا وہی شرف حاصل کر سکتے ہیں جنہیں خدا تعالیٰ کے دست خاص نے پاک صاف فرمایا ہوتا ہے اور آسمان کے پانی کی طرح پاک ہوتے اور آسمان سے انہیں خاص نسبت ہوتی ہے۔ یہ قرآن کریم کا دعویٰ اور پر زور تحدی ہے جو خدائے علیم کی طرف سے آئندہ پیدا ہونے والی نزاعوں میں جو اُمّت محمدیہ کے درمیان واقع ہوں بیّن حکم اور ممیّز ٹھہرائی ہے۔ اور ضروری تھا کہ اس قسم کا فیصلہ اور معیار بھی قرآن کریم میں ہوتا اس لئے کہ قرآن کریم جیسا دوسرے مذاہب کے اختلافات میں حکم بننے کا دعویٰ کرتا ہے اور فیصلہ کے اصول اور قواعد بھی منضبط فرمائے ہیں اور اس حکومت میں کامیابی کا زریں تاج اس کتاب مجید کے سر پر رکھا گیا ہے اسی طرح از بس ضروری تھا کہ اندرونی اختلافوں اور نزاعوں کے فیصلہ کے لئے بھی اصول اور قواعد مستحکم کرتا۔ چونکہ قانون قدرت کے مقتضا ضروری تھا کہ اندرونی اختلافات اور تنازعات بھی برپا ہوں اور نزاعوں کے سبب سے حق و باطل متشابہ اور ملتبس ہو جائیں اور بہت سے مدعیوں میں سے جن میں سے ہر ایک اپنے دعویٰ کو سچا سمجھتا ہو ایک ہی حق پر ہو اور دوسرے صریح بطلان پر ہوں اس لئے واجب تھا کہ کامل کتاب میں جو تمام حقہ صداقتوں اور ضروریات دینیہ پر حاوی و مہیمن ہونے اور قیامت تک کافی ہونے کا دعویٰ کرتی ہے ایسا قاعدہ اور محکم اصل بھی ہو جو ایسے تاریک وقتوں میں حق کا روشن اور چمکتا ہوا چہرہ دکھاوے۔ سو اس آیت لَا یَمَسُّهٗ اَلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ نے اس قسم کی نزاعوں کا قیامت تک فیصلہ کر دیا ہے اس وقت ایک نزاع تھی۔ اسلام کے میدان میں دو عہدیداروں نے علم دعویٰ بلند کیا۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کیا کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور اس زمانہ کے لئے میں مہدی اور مسیح ہو کر آیا ہوں۔ پیر مہر علی شاہ صاحب نے اس کا سخت انکار کیا اور اپنی مسند مشیخت و ارشاد پر جلوس فرما ہونے اور پیروؤں کے وجود سے ظاہر کیا کہ میں خدا سے تعلق رکھتا ہوں اور اس کے خدام (اجتماع) نے بھی اعلان فرمایا کہ قطب

وقت و کہف زمان اور ملجا و ما وائے انس و جان آپ ہی ہیں حضرت مرزا صاحب کے فرقہ سے وابستہ ہزاروں آدمی ہیں جو اپنا سب کچھ آپ کے ہاتھ میں دے چکے ہیں۔ پیر صاحب سے منسوب بھی بہت سے لوگ ہیں جو اُن کی مریدی پر ناز کرتے ہیں۔ میں خدا ترس اور اہل دل مسلمانوں سے مشرق کے ہوں یا مغرب کے پوچھتا ہوں کہ کیا ایسے مشتبہ وقت میں موزوں تھا کہ ہم لوگ بھی نصاریٰ کی طرح ناقص اور سخت نا کافی انجیل کے سبب سے سراسیمہ اور سرگردان ہوتے اور کتاب اللہ میں کوئی نور جو اس پیش آمدہ ظلمت کو پاش پاش کرتا نہ پاتے اور خود اپنی ہی تجویزوں اور اندیشوں سے کوئی جعلی اور مصنوعی نا کافی راہ پیدا کرتے۔ مگر نہیں نہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں اس لئے کہ ہم امت مرحومہ تھے ایسی زحمتوں اور کشاکشوں سے محفوظ رکھا اور خود ہی اپنے علم سابق سے ان سب باتوں کا پورا انتظام کر دیا۔

پیر۔ صوفی۔ قطب۔ غوث۔ ولی اللہ۔ درویش اور سند الوقت مہر علی شاہ صاحب کی خدمت میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس نزاع کے وقت وہی طریق فیصلہ پیش کیا جو خداوند علیم حکیم نے ایسے اوقات میں ایسے اشخاص کے نزاعوں اور اختلافوں کی حکومت کی غرض سے مقرر کر رکھا تھا۔

اے قرآن کریم کو کامل اور مہیمن کتاب ماننے والو! اور ظلمات کے اوقات میں اسے یگانہ نور تسلیم کرنے والو! اپنی جانوں پر ترس کھا کر خدا تعالیٰ کے لئے بتاؤ کہ کوئی اور راہ بھی تھی جو اس سے بہتر تھی۔ اس راہ کے پیش کرنے سے معاً دو باتیں حاصل ہوتیں۔ ایک تو قرآن کریم کی پیش گوئی پوری اور اُس کا خدا کا کلام ہونا اور علوم غیب اور غیب کے دعووں پر مشتمل ہونا ثابت ہو جاتا اور دوسری بات ایک شخص کا منجانب اللہ ہونا اور مقرب اور مطہر ہونا ثابت ہو جاتا۔ اب خدا را فرمایئے کہ کیا حضرت مرزا صاحب پیر، صوفی، اہل اللہ مہر شاہ صاحب کو مولویانہ دعوت کی طرف بلاتے اور یہ کہتے کہ آؤ ہم تم مولویانہ لفظی بحث کر لیں اور ہار جیت پر فیصلہ ہو جائے گا کہ راستی کس کی طرف ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس لئے کہ زمانہ کی ضروریات کے جامع اور رسمی اور روحانی علوم سب کے مستجمع ہو کر آئے ہیں اور خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ علمائے خشک اُن کے مقابل اپنی سونڈیں لمبی کریں گے اور علوم رسمی کے مباحثہ کی طرف بھی بلائیں گے اور انہی سطحی اور خشک مباحثات کو حق و باطل کا

معیار ٹھہرائیں گے۔ اس بنا پر حضرت مرزا صاحب نے علمائے ظاہری سے علوم ظاہر اور رسمی کی بنا پر بھی مباحثات کیئے اور خدا تعالیٰ کے اذن و حول سے اُن کی لمبی خرطوموں کو گرم ہتھیاروں سے خوب داغ لگائے۔ اور آخر دیکھ کر کہ مباحثات نظری امور ہوتے ہیں اور فیصلہ کی کھلی اور روشن راہ ان سے پیدا نہیں ہوتی۔ ایک عرصہ تک اپنی قدرت اور طاقت کی جلوہ نمائی کے بعد ان سے پہلو تہی کی اور آسمان کی طرف توجہ کی تب خداوند علیم نے ایک بیّن اور بدیہی راہ دکھائی جس کی وضاحت کے بعد کسی شخص کو شک وتردد کا موقع مل ہی نہیں سکتا۔

اب اگر قوم انصاف نہیں کرتی تو دوسری قوموں کے منصف، نیک دل لوگ انصاف کریں کہ حضرت مرزا صاحب نے پیر مہر علی شاہ صاحب کو جو یہ دعوت کی تھی تو کیا ناروا حرکت کی ہے۔ کیا یہی دعوت اُن کی شان کے شایان نہ تھی۔ کیا وہ ولی اللہ نہیں! کیا وہ مطہر نہیں! کیا انہیں خدا کی حریم قدس میں باریابی کا شرف حاصل نہیں! کیا وہ زبان عربی سے واقف نہیں! یا وہ قرآن کریم کے معارف سے مس نہیں رکھتے! ہاں تو کیا اُن کے شان کے لائق تھا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کی گدی پر انہیں بٹھایا جاتا اور ان سے استنجا اور قلتین اور بیع وشرا کے مسائل پر بحث کی جاتی یا رفع یدین آمین بالجہر کے نزاعوں کا فیصلہ کیا جاتا۔ ان کو لفظی بحثوں اور ظاہری علوم کی بحثوں کی طرف بلانا یقیناً اُن کی کسر شان تھی۔ حضرت مرزا صاحب نے اُن کا وہ پاس کیا اور ان کے حق کی وہ رعایت کی جس کے وہ درحقیقت مستحق تھے لیکن افسوس صد افسوس پیر صاحب نے اس دعوت کو ردّ کیا اور بری طرح ردّ کیا۔ اور سخت ناقابل عفو حیلوں سے رد کیا۔ پیر صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے جواب میں یہ لکھا کہ اوّل مرزا صاحب اپنے دلائل پر کھڑے ہو کر تقریر کریں اور اُنہی نظری اور علمی باتوں کو پھر دہرائیں اور عوام وخواص کے مخلوط مجمع میں دہرائیں جو وہ سالہا سال سے اپنی کتابوں اور رسالوں اور اشتہاروں میں لکھ رہے ہیں اور وہ وہی باتیں ہیں جن پر علمائے رسوم اعتراض اور رد لکھ چکے ہیں اور خود پیر صاحب یا اُن کے مرید غازی صاحب بھی اُن کی نسبت خامہ فرسائی کر چکے ہیں اور وہ باتیں ہیں جو فطری ہونے کے باعث ہنوز زیر بحث ہیں۔ غرض مرزا صاحب اُن دلائل کو بیان کریں۔ اس کے بعد پیر مہر علی شاہ صاحب اٹھ کر ان کا رد کریں۔ اور ان کی باتیں بھی اُسی رنگ کی نظری اور اخفا اپنے اندر رکھنے والی ہوں۔ اور پھر مولوی محمد

حسین صاحب اور مولوی عبداللہ ٹونکی صاحب کھڑے ہو کر شہادت دیں کہ پیر صاحب کا رد درست اور مرزا صاحب کا دعویٰ اور دلائل صحیح نہیں تب مرزا صاحب اُسی وقت اُسی مجمع میں پیر صاحب سے بیعت کر لیں۔ یہ ہے جواب پیر صاحب کا اُس دعوت کے مقابلے میں جو حضرت مرزا صاحب نے اُن کی خدمت میں پیش کی۔ اب ناظرین انصاف کریں کہ کیا پیر صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی شرطوں کو منظور فرمایا اور کیا پیر صاحب نے قوم کے نزاعوں کے فیصلہ کے لئے جائز طریق ایجاد کیا؟ اور کیا قوم کی ڈوبتی کشتی کو ورطۂ ضلال اور اوہام سے نکالنے کے لئے بجانا خدائی کی؟ سوچو اور خدا کے لئے سوچو!! غضب اور تعصب سے بھرے ہوئے حاضرین ہوں۔ اور ہر ایک نے ایک طرف کو سخت مضبوطی سے پکڑا ہو۔ یہاں تک کہ شدت غضب اور تعصب سے اپنے حریف کے الفاظ کو بھی یوں سنتے ہوں جیسے کانوں میں پگھلی ہوئی رانگ ڈالی جاتی ہے۔ پھر مباحثات علمی اور لفظی ہوں۔ بیسیوں پہلو اور دلائل مخفی در مخفی اور کنایات و استعارات اور علوم کے حجب میں مخفی ہوں غرض سب امور نظری پر نظری ہوں۔ اور اس پر طرفہ یہ کہ ایک شخص کو قبل از وقت دجال کذاب اور محرف دین اللہ اور مفتری اور کیا کیا مان چکے اور اس پر سخت جم چکے ہوں اور اُس کی اہانت کے لئے موقع تلاش کرنے میں جانیں کھپا رہے ہوں۔ اُس پر یہ توقع کہ اس تدبیر سے کوئی فیصلہ ہو جاتا اور قوم کے دل صلحکاری کا سبق سیکھ لیتے اور صاف اور منور سطح پر سب کے سب بیٹھ جاتے قطعاً محال تھا۔ کیا لوگ اب تک اس راز کو سمجھ نہیں گئے اور کیا ہمیں قوم کی سلامت فکرت اور جودۃ طبیعت سے سخت مایوس ہو کر بیٹھ رہنا چاہیئے کہ پیر صاحب نے ان بالکل جدید شرطوں سے کیا مدنظر رکھ لیا۔ کیا یہ بالکل صاف بات نہیں کہ انہوں نے اپنے دعویٰ ولایت اور فقر کے برخلاف دنیا داروں کی طرح پُر مکر صاف فاش ہو جانے والی چال اختیار کی۔ اگر راستی مطلوب ہوتی اور خدا کے دین کی حفاظت مقصود ہوتی تو کوئی امر اپنی طرف سے ایزاد نہ کرتے اور امر بھی وہ جو اُن کی شان اُن کی سند اور اُن کی ولایت کو داغ لگانے والا تھا۔ جس صورت میں حضرت مرزا صاحب کی دعوت اور معیار فیصلہ وہی تھا جو خود کتاب اللہ نے مقرر کر رکھا ہے اور حضرت مرزا صاحب کی من عندالنفس کوئی تجویز نہ تھی پھر اس کے ٹال دینے اور بالکل خاک میں ملا دینے کی کیوں کوشش کی گئی۔ امرتسری صاحب فرماتے ہیں

کہ پیر صاحب فرماتے ہیں کہ پیر صاحب نے ایک شرط بڑھائی ہے۔'' افسوس روشنی سے کس قدر دشمنی رکھتا اور کبھی اُس کے جوار میں بھی رہنا پسند نہیں کرتا۔ پیر صاحب نے شرط بڑھائی نہیں بلکہ ایک ایسی تجویز پیش کی جس کے لئے حضرت مرزا صاحب کی ساری شرطوں کو رد اور منسوخ کر دیا خدا کے لئے سوچو تو تفسیر القرآن سے قبل مرزا صاحب اپنے دلائل پیش کریں پھر پیر صاحب کھڑے ہو کر ان کا رد کریں۔ بعد ازاں مولوی بٹالوی صاحب اور ٹونکی صاحب مرزا صاحب کے خلاف اور پیر صاحب کے موافق شہادت دیں اور پھر مرزا صاحب پیر صاحب کی بیعت کر لیں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ سوچو کہ وہ اصل بات تفسیر نویسی کی کہاں رہی۔ کیا اس میں کوئی شک باقی رہ سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب اپنے عجیب علمی اور نظری دلائل بیان فرماتے اور پیر صاحب اُن کا وہی مولویانہ رد کرتے تو عوام کالانعام اور اُن کے بے شمار موٹی طبیعت والے متعلقین سبھی جذبات سے لبریز خدام پیر کی کافی سمجھ کر اُس کی تائید نہ کرتے اور بعد ازاں مسلم و مقبول معائد مولوی بٹالوی صاحب اور دوسرے لا بحبّ علیؓ بل ببغضِ معاویہ پیر صاحب کے حق میں ڈگری نہ کرتے۔ سوچو اور خدا کے لئے سوچو کہ حضرت اقدس کے دلائل شمس نصف النہار سے بھی زیادہ روشن اور مشہور ہیں۔ پردہ نشین عورتوں تک وہ پاک اور آسمانی باتیں پہنچ چکی ہیں۔ ان لوگوں نے اس سے پہلے کیا فائدہ ان سے اٹھایا ہے جو اس وقت انہی کے تکرار سے پھر اٹھاتے۔ کیا اُن کی قوت غضبی کا اشتعال کچھ بھی اب تک فرو ہو چکا تھا۔ اس وقت تک ان کے بے شمار خط ناگفتنی اور ناشنیدی گالیوں سے بھرے ہوئے حضرت مرزا صاحب کی طرف آ رہے تھے۔ خدا کے لئے کوئی تو بتاؤ اور خدا لگتی کہو کہ کیا پیر صاحب نے یہ راہ مخلوق خدا کی بہتری کی سوچی اور کیا یہ اُنہیں حق کی سوجھی اور کیا اُنہوں نے سادگی اور حق پسندی اور حق طلبی سے ایک اور شرط بڑھائی۔ یا حق و باطل میں شبہ ڈالنے کی ایک راہ نکالی۔ جب مرزا صاحب کے دلائل کا پیر صاحب کی طرف سے رد ہو چکتا اور بے لوث مقدس گواہوں کی گواہی فیصلہ پیر صاحب کے حق میں دے چکتے اور مرزا صاحب وہیں بیعت کر لیتے تو پھر کیا تفسیر قرآن بیعت ہو کر اور مرید بن کر لکھتے۔ اس میں دو ایک باتیں ہی تنقیح طلب ہیں پھر رائے لگانے کے لئے راہ صاف نکل آتی تھی۔ کیا پیر صاحب نے اسے صاف منظور کیا یا کسی پیچ کے ساتھ بھی منظور کر لیا اور کیا درحقیقت ایسے

نزاعوں میں جو امت محمدیہ میں واقع ہوتی ہیں اور جو نظری امور یعنی مباحثوں اور مکابروں سے فیصل ہونے میں نہیں آتیں وہ طریق فیصلہ کا حضرت مرزا صاحب نے پیش کیا اعلےٰ درجہ کا طریق اور کتاب اللہ کے منطوق کے موافق طریق ہے یا نہیں۔ اور کیا اس طریق سے جو بسبب خرق عادت اور کرامت نمایاں ہونے کے بدیہی طریق اور واضح اَنَام ہو جاتا اور کوئی بہتر طریق ہوسکتا ہے۔ پیر مہر علی شاہ صاحب کی حجت بازی کیا راست بازوں اور راست کیشوں کے اطمینانِ قلب کا موجب ہوسکتی ہے؟

میں سمجھ نہیں سکتا کہ کوئی سلیم الفطرت اس بیان سے صاف نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب نے خدا تعالیٰ کی قوت وقدرت پر اعتماد نہ کر کے اور اپنے حریف کی قوت و شوکت سے مرعوب ہو کر اُس دعوت کے قبول کرنے سے گریز کیا مگر افسوس ایسی باریک چادر میں اپنا شرمسار اور کھسیانہ منہ چھپایا جس کے اندر سے اُن کے انفعالات نفسانیہ ہر ایک ناظر کو صاف صاف نظر آ گئے۔ کون دانشمند سمجھ نہیں سکتا کہ کتاب اللہ کی پر معارف تفسیر عربی زبان میں لکھنا ان کو موت احمر نظر آئی جس سے بھاگ کر انہوں نے پھونس کی ٹٹیوں میں پناہ لی۔ افسوس پیر صاحب نے اس دنیا کی شرمساری اور پردہ داری سے بہت خوف کیا اور حطام دنیا کی تلاش اور ابنائے دنیا کی دل جوئی نے انہیں پردہ کی اوٹ سے منہ باہر نکالنے نہ دیا مگر اُس ہولناک یوم کا دھڑ کا دل کو نہ لگا جس دن باطن کا باطن بھی طشت از بام کیا جاوے گا اور یوں ہوگا کہ۔ زراندودگاں را بہ آتش برند۔ پدید آید آنگہ کہ مس یا زراند۔ جب اُن کا دل احساس کرتا تھا اور ضمیر پورے شعور اور متنبہ سے اُنہیں چلا چلا کر کہتا تھا کہ قرآن کریم کے حریم قدس میں تمہیں شرف باریابی حاصل نہیں اور یہ کام درحقیقت مطہروں۔ آسمانیوں انبیاء علیہم السلام کے ظلوں کا ہے۔ اور پیر صاحب ایک شخص کو ایسا دعویٰ کرتے اور ہر روز تحدی کرتے دیکھ چکے تھے اور یہ ایک تحدی ہی ان کے لئے اگر وہ صاحب قلب ہوتے تو کافی آگاہ کرنے والی دلیل تھی تحدی کرنے والی فوق العادۃ دعویٰ اور قدرت نمائی پر۔ اس لئے کہ وہ اپنے اندر جھانک کر اپنی جیب کو اس گرامی قدر نقد سے خالی پاتے تھے اور اسی افلاس نے انہیں تفسیر کو ٹال دینے کے لئے حیلہ جوئی پر آمادہ کیا۔ غرض جب پیر صاحب خوب جانتے تھے کہ وہ اس میدان کے مرد نہیں تو کیوں گزشتہ راستبازوں کی طرح صاف صاف اپنے عجز

کا اقرار نہ کر لیا۔ کہ اعتراف بجز اُن کی شان کو بڑھاتا مگر افسوس انہوں نے روباہ بازی اختیار کی اور اپنے نکلنے کے لئے ایک اور چور سوراخ نکالی لی۔ کاش وہ چور سوراخ ہوتی۔ اب میں پھر امرتسری صاحب سے پوچھتا ہوں کہ کیا پیر صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی شرط تفسیر نویسی کو منظور کر لیا تھا اور بقول آپ کے صرف ایک شرط اور بڑھائی تھی۔ سوچو اور خدا کے لئے سوچو۔

ان سب باتوں کے بعد جو میں بیان کر چکا ہوں ایک دانشمند بڑی آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی منجانب اللہ ثابت ہو گئے۔ اور اُن کی تحدی نے جس کا مقابلہ کر کے اُسے توڑا نہیں گیا صاف ثابت کر دیا کہ وہ مطہر ہیں وہ آسمانی ہیں اور قرآن کریم کے معارف کے بیان کرنے میں جو خدا تعالیٰ کا حریم قدس ہے وہ لانظیر اور یگانہ ہیں ایک بات ثابت ہوئی۔ دوسری بات اور اس سے بھی زیادہ زبردست بات جو علم غیب کی شوکت اپنے اندر رکھتی تھی اس کیساتھ وہ بھی روز روشن کی طرح پوری ہو گئی۔ اور وہ یہ کہ حضرت مرزا صاحب نے تفسیر نویسی کی دعوت میں معاً یہ بھی دعویٰ کیا تھا کہ پیر صاحب میرے مقابل ہرگز قادر نہ ہوں گے آپ کے الفاظ یہ ہیں ”میں مکرر لکھتا ہوں کہ میرا غالب رہنا اُسی صورت میں متصور ہوگا جب کہ مہر علی شاہ صاحب بجز ایک ذلیل اور قابل شرم اور رکیک عبارت اور لغو تحریر کے کچھ بھی لکھ سکیں اور ایسی تحریر کریں جس پر اہل علم تھوکیں اور نفرین کریں کیونکہ میں نے خدا سے یہی دعا کی ہے کہ وہ ایسا ہی کرے اور میں جانتا ہوں کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ اور اگر مہر علی شاہ صاحب بھی اپنے تئیں جانتے ہیں کہ وہ مومن اور مستجاب الدعوات ہیں تو وہ بھی ایسی ہی دعا کریں“ ایسی صاف اور پکی بات کی نسبت قوّی اُمید کی جا سکتی تھی کہ بہت سی گردنیں اس کے مقابل خدا کے خوف سے جھک جائیں گی اور اس روشنی سے ایک مرد خدا کا پتہ لوگوں کو لگ جائے گا مگر امرتسری صاحب ظاہر کرتے ہیں کہ ہنوز بدقسمتی لوگوں کا پیچھا چھوڑنے میں نہیں آتی۔ امرتسری صاحب لکھتے ہیں کہ پیشگوئی غلط نہیں۔ اس کی دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ تفسیر لکھنے کا اور قبول دعا کا تو موقعہ ملا ہی نہیں اور استہزا سے فرماتے ہیں کہ کیوں عالم الغیب خدا نے انہیں صاف بتا نہ دیا کہ تفسیر نویسی کی نوبت ہی نہیں آوے گی اور کیسا خدا ہے کہ وعدہ تو یہ کیا کہ مرزا صاحب تفسیر لکھ لیں گے اور

پیر صاحب کا کاغذ سادہ کا سادہ رہ جاوے گا اور خلاف وعدہ مرزا صاحب کو وقت پر قادیاں میں روک رکھا۔ افسوس یہ کہ لوگ خدا تعالیٰ کی سنتوں اور انبیاء علیہ السلام کے منہاجوں سے کس قدر دور جا پڑے ہیں۔ کوئی تیر اپنے ترکش سے نکال کر حضرت مرزا صاحب کی طرف نہیں چلاتے جو سیدھا خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینے میں جا کر پیوست نہ ہو جائے کہ ظل اور اصل میں پوری مناسبت اور اتحاد ہے۔ امرتسری صاحب کیا اسے ضروری قرار دیتے ہیں کہ پیشگوئی اسی صورت میں پوری ہوتی کہ پیر مہر شاہ صاحب مقابلہ کرتے اور مقابلہ میں خزی او خذلان اُن کو چاروں طرف سے گھیر لیتا اور دیگر کوئی صورت پیشگوئی کے پورا ہونے کی نہ تھی۔ بہت خوب تو بتاوَفَاْتُوْ بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۖ (البقرة:24)

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا .... الآیه (البقرة:125)

اور قُلْ لَّئِنِ اجتمعت الجنّ وَالْاِنْس عَلٰی اَنْ یاْتوا بمثل هٰذا القرانَ لا یَاتون بمثلهٖ ولو کان بعضهم لبَعْضٍ ظَهِیْراً o

یہ زبردست تحدیاں پیشگوئی کے رنگ میں ہیں یا نہیں اور یہ پورے معنوں میں پوری ہوئیں یا نہیں۔ کیا کسی تاریخ اور حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی کتاب عرب کے فصحاء قرآن کے مقابل بنا کر لائے۔ کیا کبھی جن وانس کی کمیٹی کہیں بیٹھی اور وہ اجتماعی مشورہ اور طاقت سے قرآن کے مقابل کوئی سورت تیار کر کے لائے اور بالآخر مقابلہ اور موازنہ سے واضح ہوا کہ قرآن خدا کا کلام ہے۔ یاد رکھو مقابلہ کر کے ذلیل رسوا ہونا یا خود مقابلہ ہی میں نہ آ کر داغ عار جبین مردمی پر لگانا ایک ہی بات ہے۔ مردمی اور حمیت اور ناک بہر صورت اسی کی مقتضی ہوتی ہے کہ حریف مدعی سے جو ہر طرح کی ہتک کر رہا ہے مقابلہ کیا جائے۔ با ایں ہمہ صرف الوجوہ اگر شکست اور خذلان کی دلیل نہیں تو اور کس کی ہے۔

مباہلہ کا واقعہ بڑا عظیم الشان واقعہ ہے اور اس بات کی قوی سے قوی دلیل ہے کہ حضور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی حقیقت اور منجانب اللہ ہونے کا کس قدر واثق اور کامل شعور تھا اور آخر کار نصرانیت کے مقابل یہ فیصلہ بھی کامل دلیل ٹھہر گیا اس بات کی کہ اسلام منصور اور مویّد مذہب اور نصرانیت مخذول طریق تھا اور اُس کے حامیوں کو آسمان سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ مگر کیا مباہلہ واقع ہوا۔ کیا اُن نصرانیوں کا حق کی پر شوکت اور زہرہ گداز

آواز سے مرعوب ہونا اور جی چھوڑ دینا ہی آخری فیصلہ اسلام کے حق میں ٹھہر نہیں گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ امرتسری صاحب اور آپ کے مثیل و ہم مشرب پیش گوئی کے سائنس سے واقف نہیں۔ پیش گوئی جو ایک صادق علیٰ بصیرۃ مدعی کی طرف سے ہوتی ہے اُس کے منہ سے نکلتے ہی اپنے ساتھ ساتھ ایک لشکر جرار ملائکہ اور سماوی طاقتوں کا لاتی ہے اور ادھر اُدھر اور آگے پیچھے سے ہر قسم کی رکاوٹوں اور دراندازوں کو ہٹاتی ہوئی اور پامال کرتی ہوئی سیدھی اپنی غرضوں اور ہدفوں پر جالگتی ہے۔ جس طرح بجلیاں ہوا کو صاف کرتیں اور زہریلے مواد کو جلا دیتی ہیں پیش گوئی کے الفاظ جس میں رعد و برق کی خبر مرکب ہوتی ہے حریف کے مصنوعی زور اور قوۃ قلبی کو کچل ڈالتے ہیں۔ وہ جو پہلے اپنی قوم میں مرد کہلاتا اور لاف و طامات میں گردن بلند کرتا تھا اُس ہیبت ناک گرج کے بعد بزدل اور پورا نامرد بن جاتا ہے۔ اور وہ جو اپنے حلقہ میں بڑا لسّان منطیق اور المعی لوذعی کہلاتا تھا اُس آتشیں تلوار کی ایک ہی چمک سے اُس کی زبان میں سینکڑوں پیچ پڑ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان قرآنی تحدیوں کا اگرچہ معارضہ نہیں کیا گیا اور ممکن ہے کہ اندر ہی اندر بہتوں نے منصوبے کئے ہوں اور صادق مدعی کے توڑنے کی ان تھک کوشش کی ہو اور ممکن ہے کہ ہار کھائے ہوئے دشمنوں کی اولادیں گزشتہ ذلتوں اور نامرادیوں کا انتقام لینے کے لئے اب بھی اندر ہی اندر تڑپتی ہوں مگر با ایں ہمہ یہ تحدیاں اسلام کی صداقت پر براہین قاطعہ اور حجج ساطعہ ٹھہر گئیں۔

اسی طرح اور ٹھیک اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے تفسیر نویسی کی دعوت کے ساتھ معاً بلافصل یہ تحدی بھی کر دی کہ پیر مہر شاہ صاحب مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور سخت ذلت کی مار اُن پر پڑے گی۔ حضرت مرزا صاحب بشریت محض کے لحاظ سے ضعیف القویٰ اور محدود العلم انسان اور نیچر کے پُر زور انقلابات کے احاطہ میں اور لوگوں کی طرح محصور و محاط ہیں۔ یہ شوکت اور صولت جو اُن کے الفاظ میں ہے اور یہ غیب کی پُر سطوت آواز جو اُن کے منہ سے نکلی ہے اگر کسی واسع علیم اور قادر مطلق اور مدبر متصرف ہستی کی آواز اور الفاظ نہیں تو کیوں عادتاً ان سے اُسی جنس کے رعب اور زلزلہ کی بارش برس رہی ہے جیسے اس قسم کی تحدی کرنے والوں کی زبان والفاظ سے واقع ہوتی رہی ہے اور کیوں اس آواز نے آتشیں گولے کی طرح حریف کا کام تمام کر دیا اور حرکت مذبوحی تک بھی تو اس سے ظاہر نہ ہوئی۔ اس

موقعہ پر تو ایک میٹریلسٹ اور فری تھنکر بھی ٹھہر جاتا اور تذبذب میں پڑ جاتا ہے کہ اس جنس کی ایک قوم جو لا معلوم قدامت سے چلی آتی اور اس قسم کی یکساں الفاظ بولتے اور ان تحدیوں میں ہر زمانہ میں یکساں اپنے حریف پر منصور ومظفر ہوتی رہی ہے اور اپنی اس فوق العادۃ قدرت اور جلال کو ہمیشہ فاطر السما وارض کی ہمہ طاقت ذات سے منسوب کرتی رہی ہے اور کبھی کبھی اُن کے مخاطب اُن کی تحدیوں کے مقابلہ سے عہدہ برآ نہیں ہوئے اور ہر عصر میں علیٰ اختلاف ملل ومشارب یکساں مخذول ومطرود ہوتے رہے ہیں۔ غرض اس قسم کی پر ہیبت قوم لا ریب عام انسانی سطح سے بہت اونچی ہے اور ان کا بیّن وجود کسی غیب الغیب وجود کی آشکار دلیل ہے۔ حاصل یہ کہ ایک دہریہ بھی کم سے کم ایسے عظیم الشان دعووں کے سننے پر حیرت میں ضرور پڑ جاتا ہے مگر مسلمانوں کی ذریت کہلانے والے جن کے پاس نمونے موجود ہیں اور ایسے امور کو کتاب اللہ کے وجود میں تسلیم کر چکے ہیں۔ اس برکت وخیر اور اس وقت کے فضل ورحم حضرت مرزا صاحب کی اس تحدی اور پیش گوئی سے انکار کرتے ہیں اور ساتھ ہی دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی یہ عادت ہی نہیں۔

میں پوچھتا ہوں کہ کیا اُن لات وعزّیٰ کے حامیوں کا فرض نہ تھا جن کے معبودوں اور ہمہ قدرت معبودوں کو ذلیل اور حصب جہنم کہا گیا تھا۔ اور اُن کے بطلان وخذلان کی یہ دلیل پیش کی گئی تھی وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَا تَّقُوْالنَّارَالَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ اُعِدَّتْ لِلْکَافِرِیْنَ۔ پھر میں پوچھتا ہوں کیا اُن متکبر پجاریوں کا فرض نہ تھا جن کو دل دکھا دینے والی تعریض سے اور کیسے جگر سے پار ہو جانے والے نشتر زا الفاظ میں کہا گیا۔ اِنْ ھِیَ اِلَّا اَسْمَاءٌ سَمَّیْتُمُوْھَا اَنْتُمْ وَاٰبَاءُ کُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ سُلْطٰنٍ۔

ہاں کیا اُن کا بڑا بھاری فرض اور اُن پر قرض نہ تھا کہ ہر راہ سے آ کر اس تحدی کا مقابلہ کرتے اور عابد ومعبود دونوں ابدی عار دشنار سے بچ جاتے۔ اُسی طرح اور ٹھیک اُسی نمونہ پر حضرت مرزا صاحب نے پیر مہر علی شاہ صاحب صوفی ولی اللہ کے مقابل تحدی کی یعنی جس طرح فرقان حمید نے مشرکانِ عرب کو وَلَنْ تَفْعَلُوْ کہا اُسی طرح حضرت مرزا صاحب نے پیر مہر علی شاہ کو وَلَنْ تَفْعَلُوْ کہا کوئی مرد خدا ان دونوں میں کوئی ذرا سا تفاوت بھی تو بتا دے۔ اور حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی بھی اُسی طرح حرفاً حرفاً پوری ہوئی جس طرح

قرآن کریم کی پیش گوئی پوری ہوئی۔ اور دونوں پیشگوئیوں کے ہدفوں پر یکساں بلاتفاوت موئے سکوت اور صرف الوجوہ کی صوت طاری ہوئی۔ بااین ہمہ کس قدر جرأت اور خدا ناترسی سے کہا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔

اے امرتسری اور اس کے ہم مشربو تمہارے ضمیر تمہیں اور تمہارے ساتھ ہی مہر شاہ کو ملزم نہیں کرتے اور تم سے اندر ہی اندر دست وگریباں ہو کر یہ سوال نہیں کرتے کہ کیوں پیر مہر علی شاہ صاحب نے دعوت کو قبول نہ کیا جس سے دو باتیں فوراً ثابت ہو جاتیں مستجاب الدعوات ہونا اور (۲) کلام اللہ کے معارف وحقائق کا یگانہ عارف اور اس لئے خدا تعالیٰ کا مقرب خاص ہونا۔

کیوں پہلے کٹ حجت اور بات ٹلا دینے والے مولویوں کی طرح پیر صاحب نے ایک صاف پاک بات کو بگاڑنے کے لئے ایک نئی راہ نکالی۔ مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے امثال مباحثوں میں یا اُن روحانی کشتیوں میں حضرت مرزا صاحب کے مقابل ایسی ایچا پیچی کرنے اور حیلہ وحوالہ میں کسی قدر معذور بھی تھے اس لئے کہ وہ آسمان کے فرزند نہ تھے۔ وہ تو زمین پر جھکے ہوئے اور آسمان سے کٹے ہوئے اور خالص زمین کے فرزند تھے مگر ولی اللہ پیر مہر شاہ صاحب نے کیوں ایسی باتوں کو ٹال دیا جسے خدا کی کتاب مجید نے عباد الرحمٰن اور عباد الشیطان میں فرق کا معیار ٹھہرایا ہے حق تو یہ تھا کہ اگر حضرت مرزا صاحب کے کلام میں ایچ پیچ اور تہ در تہ شرطیں بھی ہوتیں مگر کسی قرینے سے سمجھ میں آ سکتا کہ آپ کلام اللہ کی تفسیر نویسی کو معیار حق و باطل ٹھہراتے ہیں جب بھی پیر صاحب آگے بڑھ کر اسے پکڑتے اور پیچھا ہی نہ چھوڑتے جب تک صاف صاف منوا نہ لیتے۔ اس لئے کہ خود اُن کیلئے خدا تعالیٰ کا یہ ٹھہرایا ہوا معیار تھا جس کے مقرب بن کر ارشاد کی مسند پر وہ بیٹھے ہیں اور رات دن مخلوق کو زمین کے تاریک گڑھوں سے نکال کر آسمان پر اُس کی طرف پہنچا رہے ہیں۔ مگر یہاں تو صرف اور واضح دعوت تھی اور مستعمد کذاب بہ آسانی گرفتار ہوسکتا تھا پھر کس بات نے پیر صاحب کو مجبور کیا کہ اُنہوں نے ایک غیر مناسب اور قطعاً بے محل بات پیدا کر کے اُس میدان میں آنے سے اپنے تئیں بچا لیا۔ اب بتاؤ کیا پیشگوئی بڑی وضاحت کے ساتھ پوری نہیں ہوگئی اور بتاؤ کہ حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی کا استخفاف قرآن کی ایسی ہی

پیشگوئیوں سے استہزا نہیں تو اور کیا ہے؟ حضرت مرزا صاحب کی غیر حاضری لاہور میں پیر صاحب کے لئے از بس مفید تھی اور درحقیقت اگر راستی ان کی مساعد ہوتی تو مرزا صاحب کا حضور وعدم حضور لاہور میں دونوں ہی ان کے لئے کارآمد تھے۔ پیر صاحب کو مباحثہ یا رد دلائل کے بعد تفسیر قرآن کریم لکھنی ہی تھی۔ لفظی مباحثہ ہی تو مرزا صاحب کے نہ آنے سے ضائع گیا۔ ضائع ہوا سہی۔ ایک رنگ میں اس قسم کی کارروائی تو پیر صاحب کر چکے ہوئے ہیں جب کہ آپ نے شمس الہدایت حضرت مرزا صاحب کی تردید میں شائع کیا۔ قیام لاہور کے اثنا میں پیر صاحب کو کیسا وسیع اور بے روک موقعہ ملا تھا کہ آپ قرآن کریم کے کسی حصہ کی تفسیر کر کے اپنی رطب اللسانی اور عرفان مآبی کا یقین ایک عالم کو دلا دیتے۔ تفسیر نویسی کو معیار ٹھہرانے پر استہزا کرنا اور امرتسری صاحب کا توجہ یا جلوہ زلف عنبرین اور چشم سرگیں کو کافی دلیل پیر صاحب کے منجانب اللہ ہونیکی ٹھہرانا خدا کے کلام کے مقرر کئے ہوئے معیار کی بے عزتی کرنا ہے یہ کس قدر غلط بات ہے کہ اولیاء اللہ تقریریں نہیں کیا کرتے وہ صرف توجہ سے کام لیا کرتے ہیں۔ امرتسری صاحب کو معلوم نہیں کہ بسا اوقات حضرت امام الاولیا خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم دن دن بھر کھڑے ہو کر تقریر کرتے اور ہر پیش آمدہ واقعہ پر معاً کھڑے ہو کر لوگوں کو مخاطب کرتے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین ان سب کا یہی طریق تھا کہ ہر قسم کے مشکلات کے حل کرنے کے لئے بڑی بڑی تقریریں کیا کرتے تھے۔ تقریر تو اہل اسلام اور اولیاء اللہ کا خاصہ ہے جس میں اُن کا غیر شریک نہیں۔ چنانچہ خدا کی کتاب فرماتی ہے۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ۔ (الرّحمٰن: 3-4) یعنی انسان کامل محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا کر کے حسن تقریر کا آپ کو معجزہ عطا فرمایا اور اس صفت میں آپ کو سب عالم پر ممتاز کیا۔ اور اس لئے کہ یہ معجزہ باہرہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ابدی اور زندہ معجزہ ہو اور زمانہ کے صفحوں پر قائم اور درخشاں رہے۔ خدا تعالیٰ نے آخری زمانہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حقیقی بروز اور بعثت ثانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ظلی طور پر وہی معجزہ عنایت کیا۔ آپ نے زمانہ کے فصحا و بلغا کو نثر اور نظم اور بیان حقائق و معارف قرآن میں دعوت کی۔ اور یہ دعوت اپنی ہی قوم تک مقصود نہیں رکھی بلکہ اُن نصرانیوں کو بھی

بلایا جو قرآن کریم پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور آخر سب کو اُسی طرح ساکت اور ملزم کیا جس طرح ولن تفعلوا کی پہلی آواز نے سب کے منہ بند کر دیئے تھے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا پیر صاحب پہلی دفعہ بے جا شرط لگا کر اور دوسری دفعہ لاہور میں اتنے دن گنگ محض رہ کر حق بجانب ہیں اور اُن کی حمایت و دفاع میں کوئی حجت جو دیانت و امانت پر مبنی ہو کسی صورت میں بھی پیدا ہو سکتی ہے؟ اس کا سچا اور صاف جواب یہی ہے کہ وہ اس ساری کارروائی میں سرتا پا ملزم ہیں۔ اس حیلہ اور سکوت سے اُنہوں نے حق اللہ اور حق العباد دونوں کا خون کیا۔ اللہ تعالیٰ کا حق یہ تھا کہ وہ اپنے طریق سے خدا تعالیٰ کے کلام کے اُس پرشوکت اور علم غیب پر مشتمل معیار لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ؕ(الواقعہ: 80) کی عزت اور تعظیم کرتے اور ایمانداری اور فراخ حوصلگی سے لوگوں کو موقعہ دیتے کہ وہ اس معیار کی ابدی صداقت کو دیکھ لیتے خواہ آخر کار نتیجہ متخاصمین سے کسی کے حق میں ہوتا۔ حق العباد پر انہوں نے یہ ظلم کیا کہ اُن کی امیدوں اور لمبی انتظاروں پر پانی پھیر دیا اب جس قدر لوگ اُن کی جنبہ داری کرتے ہیں کورانہ تقلید یا حضرت اقدسؑ سے بغض رکھنے کے سبب سے کرتے ہیں۔ کوئی بیّن شہادت اُن کے ہاتھ میں نہیں جو مشعل کی طرح پیر صاحب کی روشنی صدق اُنہیں دکھا سکے۔ ایک عالم دشمن و دوست دیکھ چکا، تجربہ کر چکا اور سُن چکا کہ حضرت اقدسؑ مرزا صاحب اُن تمام امور میں چمکتے ہوئے الماس ثابت ہو چکے ہیں اور بارہا ہو چکے ہیں جو اُن کے بلند اور مقدس دعویٰ کے شان کے شایاں ہیں۔ لاہور میں منشی میراں بخش صاحب کی کوٹھی میں آپ ایک دفعہ کئی گھنٹہ تک پُر معارف تقریر کر چکے ہیں اور حضار کو یقین دلا چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن کو قلم اور لسان دونوں یکساں ملے ہیں۔ جلسہ مذاہب میں آپ کی تحریر تمام مضامین پر بالا رہ کر اور حسب آپ کی پیشگوئی کے جو ایک عرصہ قبل از انعقاد جلسہ کی گئی تھی بالا رہ کر سب لوگوں کو منوا کر رہی کہ آپ کا کلام لاریب آسمانی قدرت اور الٰہی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔

آپ کی فصاحت و بلاغت سے لبالب کتابیں جو متواتر عربی زبان میں لکھی گئی ہیں عارفان مذاق کو عرب کا عہد سعادت مہد یاد دلا چکے ہیں۔ چنانچہ جن دنوں میں تبلیغ نکلی ہے جس کا ترجمہ میں نے کیا تھا اُس کی نسبت حیدرآباد دکن سے ایک نکتہ دان فاضل عرب نے

لکھا کہ تبلیغ کو پڑھ کر مجھے ایسا تو وجد ہوا کہ میرے جی میں آیا کہ سر کے بل رقص کرتا ہوا قادیاں تک آؤں۔غرض حضرت مرزا صاحب کی تحریر وتقریر دونوں قلوب پر لازوال سکہ بٹھا چکی ہیں اور تلخ سے تلخ دشمن بھی اعتراف کر رہے ہیں کہ آپ واقعی سلطان القلم ہیں۔اب میں پوچھتا ہوں کیا یہ ملاحظات تقاضا نہیں کرتے تھے کہ پیر صاحب پے در پے دھڑلے کی تقریریں کرتے اور لوگوں کو یقین دلا دیتے کہ وہ واقعی اپنے کام اور کلام سے زمانہ کی ضروریات کو پورا کر سکنے والے ایک مشہور مدعی سے افضل یا اقلاً ہم پلہ ہیں اور وہ یگانہ خصوصیتیں جو اُس مدعی کی مایہ ہیں اور جنہیں ہاتھوں پر اُٹھا کر وہ ایک عالم پر سر مباہات بلند کر رہا ہے پیر صاحب کی اس کارروائی سے مشترک اور آخر کار معمولی اور لغو ٹھہر جاتیں۔سکوت پیر صاحب کا اُس وقت قابل عذر تھا کہ نہ تقریر کے لئے کوئی اُسوہ قرن اوّل اور سلف صالحین میں ہوتا اور نہ طبائع میں پر زور فطری میلان اُس کی طرف ہوتا۔ بڑے بڑے خدا ترس درویشوں نے جنہوں نے دنیا میں اسلام کی تبلیغ کی خدا کی معارف کی تقریروں سے غیر قوموں کو شیدا و والہ بنایا اور اُس مقدس وادی میں اب تک اُن کے زندہ آثار موجود ہیں۔ امرتسری صاحب کس قدر ناانصافی اور حق پوشی کی راہ سے کہتے ہیں کہ پیر صاحب نے توجہ سے کام لیا اُن کو تقریر کی حاجت ہی کیا تھی۔ دراصل ہر ایک ذی فہم زیرک سمجھ سکتا ہے کہ وہ اُس کچی دیوار کو بہا لے جانے والی رو کے مقابل اس عذر خام سے پشتہ لگاتے ہیں مگر یاد رکھیں کہ سب طبائع انہی کے خمیر سے تخمر نہیں کی گئیں بہت جلد زمانہ کے پُر طلاطم موجوں کے تھپیڑوں سے یہ پشتہ ٹوٹ جائے گا اور دیوار اور صاحب دیوار نسیان کے خون آشام موجوں کا طعمہ بن جائیں گے۔

اب میں امرتسری صاحب کی خدمت میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔اگر وہ واقعی حق طلب ہیں اور تعصب کا جن اُن کے سر پر سوار نہیں تو ایمان داری سے اس کا جواب دیں گے اور کوئی مضائقہ نہیں کریں گے خواہ اُنہیں ضد وتعصب سے مانی ہوئی طرف چھوڑنی ہی پڑے۔ سنئیے لاہور میں عام لوگوں نے بلکہ پیر صاحب کے مخلص مریدوں نے بار بار اصرار اور الحاح سے اُن کی خدمت میں گزارش کی کہ آپ تقریر کریں اور اس عجیب خدا داد موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔مگر پیر صاحب نے نہ مانا۔منشی نظام الدین صاحب فنانشل سیکرٹری

انجمن حمایت اسلام۔ منشی الہ بخش صاحب۔ غلام محمد صاحب مرید خاص پیر صاحب۔ حکیم محمد یٰسین صاحب وغیرہ ان سب لوگوں نے جو معزز عہدوں پر ممتاز اور صاحب فہم ہیں منشی نظام دین صاحب کی معرفت تحریری عرضی پیر صاحب کی خدمت میں بھیجی۔ ملک محمد دین کتب فروش نے پیر صاحب کی طرف سے جواب لکھا کہ ان سب لوگوں کو لے کر حاضر ہو جاؤ پیر صاحب سب کی تسلی کر دیں گے۔ سائلین اس نامردانہ اور قطعاً بے محل جواب سے مایوس ہو گئے مگر منشی نظام الدین صاحب پیر صاحب کے پاس گئے۔ اور بڑے شد و مد سے ظاہر کیا کہ آپ کو پبلک جلسہ کر کے ضرور تقریر کرنی چاہئے اور مصلحت اور امیدیں اس امر کی مقتضی ہیں کہ آپ ضرور کچھ فرمائیں اور اس جلسہ کے اخراجات کے متکفل ہم ہوں گے مگر باوجود اس کے پیر صاحب نے ایک ہی **لا** زبان میمنت نشان پر جاری رکھا اور فرمایا میری آواز دھیمی ہے میں ممبر پر کھڑا ہو کر تقریر کرنے کے قابل نہیں۔ اس پر بھی لوگ اصرار کرتے رہے اور آپ کے حاضرین مرید اصرار کرنے والوں سے دل و زبان سے متفق تھے۔ پھر بادشاہی مسجد میں پیر صاحب کے آگے لوگوں نے ہاتھ جوڑے مگر آپ نے نقاب سے منہ باہر کرنا گوارا نہ کیا اس لئے کہ دلی شعور اُن کو یقین دلاتا تھا کہ سخن گفت و دشمن بدالست و دوست۔ کہ در مصر ناداں ترازوئے ہم اوست۔ اب میں امرتسری صاحب سے اگر کچھ بھی دیانت اُن میں ہے پوچھتا ہوں کہ کیا لوگوں نے توجہ پر اکتفا کی اور اُن کی رُوحوں میں وہ سچا میلان تقریر سُننے کا پیدا نہ ہوا جو بمقتضائے قانون قدرت انسان کے اندر ودیعت کیا گیا ہے۔ رہی یہ بات کہ ایسی نامرادی اور خذلان اور صاف فرار دیکھ کر اور الٰہی نسبتوں سے قطعاً مہجور پا کر بھی کیوں لوگ پیر صاحب کے پیچھے چلتے رہے اور بعض لوگ اب تک اُن کا ساتھ دے رہے ہیں۔ یہ بات خدا تعالیٰ کے سنن اور ابتلاؤں اور امتحانوں کے اسرار سے ہے اس لئے کہ ایک عرصہ تک ناراستی کا حامی اور راستی کا مؤیّد دونو آزمائے جائیں اور آخر راستی سے طبعاً بغض رکھنے والے نہ کسی دلیل و بیّنہ سے بلکہ اپنی کجی فطرت کے سبب سے ممیّز ہو جاویں۔ یاد رکھو تھوڑے عرصہ تک بغض و تعصب کی کالی گھٹا محیط رہ کر لوگوں کو قمر اسلام کے دیکھنے سے روک رکھے گی مگر آخر مقدر ہے کہ یہ مکدر جو صاف ہو جاوے گی اور راستی اپنی سچی آب و تاب کے ساتھ نظر آ جاوے گی۔ امرتسری صاحب غور کریں اور ایک جہان بفضل خدا عنقریب سمجھ لے گا کہ

حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی کہ وہ میرے مقابل کچھ بھی نہ لکھ سکے گا۔ بڑی صفائی سے پوری ہوگئی۔ اور لاہور میں رہ کر اُن کا آخرش ابکم ہو جانا اُس ذوالجلال خدا کے اُن کے منہ پر مہر لگانے کی وجہ سے تھا جس نے ان پر برگزیدہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی سے اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے یہ پیشگوئی کروائی تھی کہ پیر مہر شاہ اُن کے مقابل کچھ بھی نہ لکھ سکے گا۔ خدا تعالیٰ نے ہمیشہ اپنی مستمرہ سنت اُسی طرح دکھائی ہے کہ اپنے مامورین کی تحدیوں کے مقابل معاندین کے منہ پھیر دیئے ہیں اور باوجود طرح طرح کی تحریکات کے اُن کے مفاصل کے پیچوں کو کس لیا کہ برگزیدوں کے سامنے آنے کی اُن میں حرکت ہی نہ رکھی اس لئے کہ روبرو ہو کر بھی ضروری تھا کہ وہ بیداد گر دشمن ذلیل اور رسوا ہوتے مگر دارالامتحان اور دارایمان بالغیب علانیہ دارالمشہور بن جاتا اور یوں پاک طبع دانشمند شناخت کرنے والوں اور بہائم فطرت عوام میں بلحاظ تسلیم و اعتراف مامور حق کا کوئی ما بہ الامتیاز نہ رہ جاتا قرآن کریم سے اور گزشتہ انبیاء کی سنن سے ایسا ہی پایا جاتا ہے اب بتاؤ کیا اس منہاج پر ضروری نہ تھا کہ حضرت اقدس امام الزمانؑ مرزا صاحب کی پیشگوئی اسی طرح پوری ہوتی سو وہ خدا کے فضل سے پوری ہوئی اور ہر طرح پوری ہوئی۔

میں اس مقام تک پہنچا تھا جو چودھویں صدی کا پرچہ ۱۵/اکتوبر ۱۹۰۰ء مجھے ملا۔ اُس مضمون ''مرزا قادیانی اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب'' پڑھ کر مجھے وہی تعجب اور معاً رنج ہوا جو اُن ستمگر معتدی مخالفوں کے تحریروں سے ہوا کرتا ہے جو اسلام اور ہمارے نبی کریم ﷺ کی پاک ذات اور ذاتیات پر حملہ کرنے کی غرض سے شائع ہوتی رہتی ہیں مجھے دلی تاسف اور جاں گزا اندوہ سے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ میں گجرات کے مدرس کی فطرت میں اور اپچھنی کلکتہ کے ایڈیٹر کی فطرت میں کچھ بھی تفریق نہ کر سکا۔ مجھے جب سے خدا تعالیٰ کی کتاب مجید کو سمجھنے اور جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود با جود کی ضرورت اور آپ کی کارگزاریوں کے فہم کا ملکہ بخشا گیا ہے سخت افسوس اور دلی رنج ہے کہ میں نے علے الاتصال ظالم اور معتدی پایا ہے۔ اُن معترضوں کو جو قرآن کریم کی تعلیم اور ہمارے نبی کریم ﷺ کی لائف پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ میں اُن نکتہ چینوں میں ہمیشہ دو صاف ظلم پاتا ہوں (۱) عمداً خلاف حق کرنا اور (۲) جہالت سے کارروائی کرنا۔ پہلی شق کی توضیح یہ ہے کہ انہوں نے

ہمارے نبی کریم ﷺ کی لائف کے اُس حصہ پر اور فرقان حمید کی اس تعلیم پر اعتراض کئے ہیں اور شدومد سے کئے ہیں جو اُن کی مسلمہ مقبولہ کتابوں میں موجود اور اُن صحیفوں کے لانے والوں کی پاک زندگیوں کا طریق عمل رہی۔ اور وہ طرز زندگی اُن کی زریں زندگی اور قابل فخر زندگی تھی جس پر قدم مار کر آسمانی نصرتیں اور خدا تعالیٰ کی تائیدیں اُن کے شامل حال ہوئیں اور اُن کے دعووں کے نہ ماننے والے اور اُن سے مقابلہ کرنے والے کاٹ ڈالے گئے اور وہ تعلیم اور وہ طریق عمل ہے جس کی تائید میں قانون قدرت میں صاف صاف شہادتیں پائی جاتی ہیں۔ دوسرا ظلم یہ ہے کہ وہ اُن حقیقی راہوں سے واقفیت پیدا کرنا چاہتے ہی نہیں یا سادگی سے ناواقف ہیں جو قرآن کریم کے حقائق معارف اور مہبط قرآن کی ذات کی شناخت کے لئے از بس ضروری ہیں۔ یہی حال اس گجراتی مدرس معترض کا ہے جو انقلاب قسمت یا شقاوت ازل کے دباؤ سے گجرات کا تار جگ کی شکل میں مقلوب کر کے اپنے بہروپ کا پردہ فاش کرنا نہیں چاہتا۔ میں بہت خوش ہوتا اگر اس کے اعتراضوں سے کچھ بھی بو انصاف اور خدا ترسی کی آتی۔ میں ایک شخص ہوں جو خدا کے لئے اور خدا میں ہو کر اقرار کرتا ہوں کہ میں محض راستی کی محبت اور ابتغاء وجہ اللہ کی غرض سے حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں بیٹھا ہوا ہوں اور میری روح مجھے یقین دلاتی ہے کہ میں کہ میں اس دعویٰ میں علی وجہ البصیرت صادق ہوں کہ اگر مجھے بیت اللہ میں ایک عظیم الشان مجمع کے روبرو کھڑا کر کے رب عرش عظیم کی پر ہیبت قسم دلائی جائے تو بھی میں بلند آواز سے کہوں گا کہ میں نے دس برس کے رات دن کے تجربہ اور مشاہدہ اور گہری اندرونی اور بیرونی واقفیت سے حضرت مرزا صاحب کو ویسا ہی اور اُسی طرح صادق منجانب اللہ پایا ہے۔ جس طرح اور جس تجربہ سے اور رات دن کی گفتار و کردار کے مشاہدہ سے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو صادق اور رسول اللہ پایا اور سمجھا اور پھر اس استقامت میں ذرا بھی تزلزل نہ آیا۔ شروع دعویٰ میں کوئی نشان نہ تھا۔ کوئی حیرت میں ڈالنے والی تعلیم نہ تھی۔ جب راہ ہی میں سُن کر امام الصّادقین والصّدیقین مرسل اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی تصدیق کر اُٹھا۔ اس راز کی کلید بجز اس کے اور کیا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ کو رات دن کی صحبت کے سبب سے حضرت نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) کی ایک ادا صدق وحق کی سمجھ میں آ گئی

تھی۔ اس طرح میں کہوں گا کہ میں نے خلا میں ملا میں گفتار میں کردار میں تحریر میں تقریر میں غرض ہر حال میں دس برس کے دراز اور گہرے تجربہ سے حضرت مرزا صاحب کو صادق اور مستحق اُن دعووں کا پایا جو وہ کرتے ہیں اور محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے اُن کی خدمت میں بیٹھا ہوں۔ پھر میں کہتا ہوں کہ میں ہر بات کو خدا کے لئے سنتا ہوں اور کوئی تعصب مجھے مجبور نہیں کرتا کہ میں باہر کی آوازوں کی طرف بہرے کان کر دوں۔ مگر افسوس ہر ایک مستعجل معترض میں عادۃً دو صریح ظلم پا کر یقین اور بصیرت میں کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِيْ شَانٍ نمایاں ترقی کرتا ہوں کہ لا ریب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی وہی مسیح اور مہدی ہیں جو خدا تعالیٰ کے کل راست بازوں کی زبان پر اور آخری زمانہ میں خاتم النبین صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر موعود ہوئے ہیں۔

افسوس ظلم اور اعتساف میں اس معترض کو اُس کے گزشتہ بزرگوں سے جو اس نا درفن میں زندہ نشان چھوڑ گئے ہیں بہت بڑھ کر میں نے پایا ہے۔ خدا ترسی اور تقویٰ اس امر کو چاہتا تھا کہ اعتراض کرنے سے پہلے معترض صاحب دھیان کرتے کہ اُن کے یہی چھوڑے ہوئے تیر کہیں قرآن کے نازک ورقوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے کو تو نہ چھید ڈالیں گے۔ اور حق تھا کہ کچھ عرصہ تو ایسے شخص کی صحبت میں رہ کر حسن ظن اور صبر سے اُس کے حالات کو دیکھتے اور اُس کے مختلف متعلقات سے اندازے لگاتے اتنا بڑا دعویٰ یعنی زمانہ کا منجی و مصلح ہونا خدا تعالیٰ کا مرسل و مامور ہونا۔ حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے دونوں بروزوں محمد و احمد کا جامع اور محل ہونا۔ آدمؑ کہلانا۔ نوحؑ کہلانا۔ ابراہیمؑ کہلانا۔ موسیٰؑ کہلانا۔ یوسفؑ کہلانا۔ عیسیٰؑ کہلانا اور بالآخر محمدؐ و احمدؐ کہلانا۔ غرض اتنا بڑا دعویٰ کیا ایک اہل دل خدا ترس کے کانوں میں پڑ کر کم سے کم اُسے توقف کر جانے اور ماننا نہ سہی مگر غور کرنے پر بھی آمادہ نہیں کرتا؟

پھر دس سال سے پوری استقامت کیساتھ جس میں زمانہ کے اقسام اقسام کے انقلابات اور طرح طرح کے ترہیب و ترغیب سے ذرا بھی جنبش نہیں آئی۔ رسول کریم ﷺ کی طرح آفتاب و ماہتاب کا اُس کے دائیں بائیں ہاتھ میں رکھ جانا اس پر زور آواز کو ایک لحظہ کے لئے بھی پست نہیں کر سکا۔ بیشمار کتابیں عربی میں فارسی میں اردو میں انگریزی میں

اور ہزار ہا اشتہار اُن دعووں اور دلائل پر لکھے گئے ۔ دنیا کے سلاطین کو۔ قیصرہ ہند کو۔ نواب و رؤسا کو۔ ہر مذہب وملت کو ہر طبقہ کے لوگوں کو بڑی قوت سے یہ دعوت پہنچائی گئی ۔ پھر تیس ہزار آدمیوں سے زیادہ کا اس دعوت کو قبول کرنا اور جان سے مال سے عزت سے آبرو سے اس کی وہی عزت اور حمایت و تائید کرنا جو صحابہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ظاہر کی اور بعض خدا شناس اور زندہ دل رئیسوں کا سوسو روپیہ ماہوار بالتعین دنیا اور بعض کا یک مشت ہزاروں تک نثار کر دینا اور سینکڑوں کا دائماً سربستہ رقمیں معین طور پر ارسال کرتے رہنا۔ اور پھر فضلاء اور علماء اور زہاد اور اتقیاء کا اس سلسلہ میں داخل ہونا بڑے بڑے اکابر اور مشائخ کا تسلیم کرنا الغرض سارے نشان جو پہلے راست بازوں کی مانند نشان ہیں اور اتنا بڑا دعویٰ کیا حق نہیں رکھتا اور ایک طالب حق کے دل میں بھی میلان پیدا نہیں کر سکتا کہ وہ ایک عرصہ ایسے شخص کی صحبت میں رہنا اختیار کرے ۔ خود دیکھے۔ خود چکھے اور شنید پر انحصار نہ رکھے۔

معترض نے (جس ظلم سے اپنا نام مبصر رکھا ہے) تمہید میں ایمان اور ضمیر کے خلاف یہ ظاہر کیا ہے ’’کہ ہم دونوں بزرگوں میں سے نہ کسی کے مرید ہیں نہ کسی کے طرفدار کہ ہم اس بارہ میں کچھ لکھنے کی کوشش کرتے اب دوستوں کے مجبور کرنے پر چند کلمات جو ہمارے نزدیک راست ہیں بطور رائے پبلک کے سامنے پیش کرتے ہیں (یہ اوپر کے خط میرے کھینچے ہوئے ہیں اس لئے کہ خدا ترس دانشمند غور کریں کہ ذووجھین معترض نے ان بالوں کا اپنے مضمون میں کہاں تک پاس کیا ہے) مگر ان دو چار سطروں کے بعد فوراً قلبی عناد اور بغض اور حسد کی وہ زہر اگلی ہے جو صاف صاف بتاتی ہے کہ ایک دیرینہ حاسد کی تحریر ہے جو مدتوں سے کڑھتا اور دکھتا اور سر دھنتا اور اس پاک سلسلے کی ترقی اور عظمت کو دیکھ دیکھ کر ڈاہ کے مہلک روگ میں گرفتار ہے اور بار ہا اس سے پہلے اس پرچہ میں اپنی اندرونی زہروں کو اگل چکا ہے اور اب بھی مقتضائے طبیعت کی وجہ سے مہر علی شاہ صاحب کے واقعہ کو ایک تقریب بنا کر دل کی بھڑاس نکالنے کا موقعہ پایا ہے۔ **لا رجک** صاحب سنئے اور متوجہ ہو کر سنئے ۔ صفائی بیان اور توضیح مطلب کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قولہ اقول میں اس مضمون کو تقسیم کیا جائے۔

قولہ:۔ مرزا صاحب کی مالی حالت جو ابتدا میں سنی جاتی تھی اور جس افلاس میں وہ جکڑے ہوئے تھے وہ اکثر احباب واہل اسلام سے پوشیدہ نہیں۔

اقول مرزا صاحب ابتدا میں اُسی طرح مال و زر کے لحاظ سے ناتوان اور مسکین تھے۔ جس طرح عبداللہ کا بیٹا اور آمنہ کا جگر تھا (صلے اللہ علیہ وسلم) جس کی نسبت کتاب اللہ نے بڑے فخر سے شہادت دی ہے **وَوَجَدَکَ عَائِلاً فَاغْنیٰ** (سورۃ الضحیٰ) اب بتایئے اس سے مرزا صاحب کی کون سی کسرشان یا اُن کے آئندہ دعووں کی ہتک لازم آئی۔ کیا ضروری نہیں کہ خدا تعالیٰ کا ہرایک برگزیدہ ابتدا میں پورے معنوں میں ناتواں ہو اور اُس ناتوانی کی حالت میں آئندہ آنے والی عظیم الشان حالت کی نسبت پیشگوئیاں اُس کے منہ سے نکلیں اور رفتہ رفتہ پوری ہو کر خدا تعالیٰ کی ہستی کی علامت اور اُس کے منجانب اللہ ہونے کا نشان ٹھہر جائیں اسی سنت کے موافق خدا کے برگزیدہ مرزا غلام احمد قادیانی ایک زمانہ میں اپنے پہلے نمونوں کے طرز پر مالی حالت میں سخت کمزور اور کس مپرس تھے اسی عرصے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو الہام ہوا **اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ** یہ الہام آج سے تیس سال کی مدت کا ہے یہ پاک اور علوم غیب بلکہ حضرت مرزا صاحب کی آئندہ کی ساری زندگی پر مشتمل الہام اُس دن سے آپ کی انگشتری میں کندہ ہے۔ اس الہام کو اُنہی دنوں سے قادیان کے متعصب آریہ ملا وامل اور شرمپت اور، اور بہت سے جانتے ہیں۔ اگر کوئی اور دلیل حضرت مرزا صاحب کے صدق پر نہ بھی ہوتی جب بھی یہ پرزور الہام کافی گواہی تھی۔ اس پیشگوئی نے اپنا کام کس حیرت انگیز طریق سے کیا اور اس لمبی رفتار میں کیا کیا کرشمے دکھائے۔ مہجور و متروک مرزا غلام احمد قوموں کے مرجع و مآب بن گئے۔ ہزاروں لاکھوں نے اُنہیں شناخت کیا۔ اور بے شمار راست بازوں نے آپ کو قبول کیا۔ تاجروں، ملازموں، حرفے والوں اور زمانہ کے تعلیم یافتوں کے عدد کثیر نے اپنے اندوختے آپ کے پاؤں میں لاکر اُسی طرح رکھ دیئے جس طرح جیش العسرت کے وقت حضرت ذی النورین نے اپنا سب کچھ اپنے آقا کی خدمت میں حاضر کر دیا تھا۔ براہین احمدیہ میں یہ جس میں سال کا یہ الہام موجود ہے۔ **کُنْتُ کَنْزاً مخفیاً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ** اور **فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَتُعْرَفُ بَیْنَ النَّاسِ**۔ یعنی وقت آتا ہے کہ تیری مدد کی جاوے گی اور تو لوگوں میں معروف ہوگا یعنی تو میں تجھے شناخت

کریں گی۔ یہ الہامات اور اس قسم کے بہت سے الہامات جو براہین احمدیہ میں ہیں ایک دراز عرصہ کے بعد خدا تعالیٰ کی قوتوں اور قوت نمائیوں سے اس زمانہ میں آ کر پورے ہوئے اُسی طرح جس طرح مکی آیات کی پیشگوئیاں ایک دراز عرصہ کے بعد پوری ہوئیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ قرآن کریم کی مکی اور مدنی آیات یا رسول کریم ﷺ کی مکی اور مدنی زندگی کی تقسیم کی اسرار کو جاننے والے کیوں براہین احمدیہ کے لگاتار الہاموں میں اُسی طرح غور تدبر نہ کریں۔ جس طرح کی آیتیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آئندہ کی بلکہ قیامت تک کی زندگی کی پیشگوئیاں ہیں۔ اور مدینے میں جا کر ایک مدت کے بعد اُن کے ظہور کا سلسلہ شروع ہوا اسی طرح براہین احمدیہ کے الہامات ہیں جو پوری مطابقت اور مشابہت سے آج خدا تعالیٰ کے فضل سے پورے ہو رہے ہیں۔ میں خدا ترس تقویٰ شعار لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ براہین احمدیہ کو ضرور غور سے پڑھیں اور اُسے تدبر اور روشنی میں پڑھیں جس طرح فرقانِ حمید کی مکی سورتوں کو پڑھتے ہیں اور دیکھتے جائیں کہ کس طرح وہ ساری باتیں کچھ تو پوری ہو چکی ہیں اور بعض کے پورا ہونے کی ہوائیں چل رہی ہیں۔ اگر چند جلد باز نا عاقبت اندیش ابا و استکبار کی پرانی راہ پر چل کر قبول حق سے اعراض کر چکے ہیں تو اب وہ اس منہاج پر چلنے کے لئے خدا سے توفیق مانگیں اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ میں غور کرو اگر اس الہام نے ملہم کو وہی تسلی نہیں دی جو اِنَّنِیْ مَعَکُمَا اَسْمَعُ وَاَرٰی نے جناب موسیٰ اور ہارون کو دی تھی اِقْرَأْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ نے پرفتن دور کے آغاز ہی میں جناب رسول کریم ﷺ کو دی تھی تو پھر کس جرأت اور شعور نے حضرت مرزا صاحبؑ کو ترغیب دی کہ آپ نے معاً اس بشارت کو نگینے میں کندہ کرا لیا اور ان زریں دنوں کے انتظار میں رہے یہاں تک کہ خدا کا وعدہ حرفاً حرفاً پورا ہو گیا اس میں اللہ تعالیٰ نے ''کَافٍ'' کے لفظ سے جس طرح حضرت مرزا صاحب کو یہ تسلی دی کہ میں تیری مہمات کا جو وقتاً فوقتاً تجھے پیش آئیں گی متکفل ہوں گا اس کے ضمن میں یہ بھی بتایا کہ تیری جان اور آبرو اور مال پر بہت سے خطرناک حملے ہوں گے۔ اور میں تجھے اپنی الوہیت کے اقتدار سے بچاؤں گا۔ اُسی طرح جس طرح وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ: 68) نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کی دھمکی کی خبر دے کر جو لوگوں کی طرف سے مقدر تھیں معاً حفظ و صحت کی بشارت دی اب اس پاک بشارت کے بعد

کیا ضروری نہ تھا کہ حضرت مرزا صاحب غنی ہو جاتے اور اس زمانہ کی غنیمت اور فے آپ کے پاؤں میں جمع ہوتیں۔ راستی چاہتی تھی کہ آپ پہلے بے زر اور نادار ہوتے اور پھر ایک مدت کے بعد خدا تعالیٰ کے تکفل سے غنی ہو جاتے سو ایسا ہی ہوا۔ افسوس اس پر ایک مسلمانوں کی ذریت کہلانے والا اعتراض کرتا ہے کہ کیوں حضرت مرزا صاحب پہلے مالی حالت میں کمزور تھے۔ لیکن وہ یہ بتائے کہ کیا وہ ایمان لے آتا یا اقلاً اعتراض نہ کرتا اگر حضرت مرزا صاحب متمول باثروت ہوتے۔ مگر قریب تھا کہ اُس وقت وہ چلا کر بول اٹھتا کہ مرزا صاحب اپنی دولت اور جاہ وتموّل اور دنیوی شوکت کی پشت و پناہ سے زمانہ میں کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔ جیسے وہ اس وقت تنگ ظرفی یا سنن انبیاؑ کی ناواقفیت سے خدام کی امداد سے مالدار ہو جانے کو آپ کے مورد طعن ٹھہرا رہا ہے اُس وقت آپ کا ذاتی تموّل اس کے اعتراض کا ہدف بنتا۔ افسوس یہ ساری باتیں اس سے پیدا ہوئی ہیں کہ قوم نے کتاب مجید کو پڑھنا چھوڑ دیا ہے اور منہاج نبوت سے سخت روگردانی کی ہے۔ کچھ تو یہود کی طرح آپس کے حسد اور بغض اور لفظی الجھیڑوں میں رات دن گرفتار ہیں۔ چنانچہ کل ہی حضرت مولوی نور الدین صاحب کی خدمت میں مولوی تلطف حسین دہلوی شاگرد خاص اور منظور نظر شیخ الکل فے الکل علیٰ الکل نذیر حسین دہلوی کی طرف سے ایک خط آیا کہ دہلی میں فتنہ کی ایک آگ لگ رہی ہے اور نزاع دور تک پہنچ گئی ہے اور نزاع یہ ہے کہ آیا مردہ عورت کے سر پر جو چھٹیوں کا قبہ بنایا جاتا ہے اور اس صورت میں قبرستان کی طرف لے جائی جاتی ہے یہ جائز ہے یا ناجائز۔ اور ہمارے مولوی صاحب سے اس مسئلہ میں استمداد کی ہے اس طرح بعض شہروں میں آمین بالجہر اور ضاد اور قرأۃ خلف الامام کے جھگڑوں میں مبتلا اور عدالتوں تک مقدمات لے جا رہے ہیں۔ اور کچھ صدوقیوں کی طرح ایک غلط کار مضل مقلد یورپ مصنوعی ریفارمر کی پیروی کے سبب سے خدا تعالیٰ کی شرائع۔ وحی۔ الہام۔ مکاشفہ۔ رویاء۔ دعا۔ اور ان تمام امور حقہ سے منکر ہو گئے ہیں جو اسلام کا یگانہ خاصہ اور مایہ ناز ہیں ایسی حالت میں کس طرح توقع نہ ہوتی کہ اُس طریق کا انکار نہ کیا جاوے گا جو اس آخری زمانہ میں اُسی منہاج نبوت پر قائم ہوا ہے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡنَ ؕ (البقرہ:157)

قولہٗ۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے فریب میں آ کر جو غضب ڈھایا چار متواتر آرٹیکل

اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں لکھے جونہایت طول طویل تھے اور جن میں اُنہوں نے ناخنوں تک زور لگایا کہ یہ شخص اولیاء اللہ ہے۔ قطب ہے۔ وغیرہ وغیرہ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب جوفرش زمین پر جوتیاں رگڑتے تھے عرش بریں کی سیر کرنے لگے۔

اقول ۔اے دانشمند دیکھ تیری منطق تجھے کہاں لے جاتی اور تیرا ڈاہ تجھے کس کنوئیں میں جھکا رہا ہے مولوی محمد حسین کیا اور براہین احمدیہ پر اُس کا ریویو کیا اُس ریویو کوتو چند شخصوں کے سوا کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ براہین احمدیہ اپنی جلالی خوبیوں اور ذاتی کمالات کے سبب سے زمانہ میں پھیلی اور اُس پرانے زمانہ سے اب تک ہندوستان کے دور دست کناروں سے اس کی طلب میں متواتر خطوط آتے ہیں۔ مولوی بٹالوی کی خوش قسمتی تھی کہ اُسے اس مبارک کتاب کا ایک ادنیٰ خادم بننے کا شرف حاصل ہوا تھا اور اُس کی بڑی خوش قسمتی ہوتی جو اپنے ہی منہ کی باتوں پر استقامت اختیار کرتا اور دنیا کی غرضیں عادتاً اُسے ٹیڑھی راہ پر نہ لے جاتیں۔ اگر مولوی محمد حسین نے پہلے مذہب میں آکر ریویو لکھا اور اس ریویو کی وجہ سے حضرت مرزا صاحب کی شہرت ہوئی تو کیا ہوش میں آکر اسی مولوی محمد حسین نے حضرت مرزا صاحب کی تکفیر اور تفسیق اور تذلیل میں کوئی کمی کی۔ اس نے تکفیر کا فتویٰ شیخ الکل کے نام سے تیار کیا اور شیخ الکل کی بزرگی اور مانی ہوئی شہرت نے اُسے یقین دلایا کہ اب زمانہ کے صفحوں سے اس پاک سلسلہ کا نام ونشان مٹا دے گا۔ اس تکبر اور تصور کے جوش میں اُس نے تکفیر کے فتوے میں یہ فقرہ لکھا کہ ’’میں نے ہی اس شخص کو اونچا کیا تھا اور میں ہی اب اسے گراؤں گا۔‘‘ اس نامہ اعمال کو بیداد گر ہاتھوں میں لے کر وہ شہر بشہر پھرا۔ قوم کے مشہور علماء نے اس پر اپنی طرف سے قوم کو بیزار کرنے والے الفاظ بھی لکھے اور مہریں بھی کیں۔ حضرت مرزا صاحب کے اصول اور تعلیمات کو ایسے برے برے اور محرف پیرایوں میں قوم کے آگے پیش کیا کہ یہود کے کان بھی کتر ڈالے۔ اس فتویٰ تکفیر کی شہرت اس قدر ہوئی کہ ہندوستان اور پنجاب کا کوئی قطعہ ایسا نہ رہا جس میں یہ بھیانک آواز نہ پہنچی ہو۔ اگر وہ گمنام اور بے سود ریویو حضرت مرزا صاحب کی عظمت اور شہرت کا باعث تھا تو ضروری تھا کہ اُسی مستقل آدمی کا فتویٰ تکفیر مرزا صاحب کے دعووں کا استیصال کر دیتا۔ جس قدر زور و شور سے حضرت مرزا صاحب کی تکفیر ہوئی ہے اور جس قدر قوت کے ساتھ آپ کے تباہ

کرنے کے منصوبے باندھے گئے ہیں مقدس تاریخ میں اُس کی کوئی نظیر پائی نہیں جاتی۔ یہی مولوی بٹالوی چلّا چلّا کر گورنمنٹ کو ہدایت کرتا رہا کہ یہ شخص (حضرت مرزا صاحب) گورنمنٹ کے حق میں بڑا خطرناک ہے اوراس کے دعوے پولیٹیکلی سخت اندیشہ ناک ہیں۔ اور یہ سلطنت کا دعویٰ کرتا ہے اور مرزا صاحب کی نسبت بد سگالیوں اور چالبازیوں میں سینکڑوں راتوں کو دن کر دیا۔ مگر خدا تعالیٰ کے لگائے ہوئے پیڑ کی ایک شاخ بھی نہ توڑ سکا۔ اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ خدا تعالیٰ کے منہ کی باتیں پوری ہوں جو براہین احمدیہ میں ان فتنوں سے سالہا سال پہلے لکھی گئی تھیں تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ وَّ تَبَّ. مَا کَانَ لَهٗ اَنْ یَّدْخُلَ فِیْھَا اِلَّا خَائِفاً۔ یعنی پُر غضب اور مشتعل آدمی کے ہاتھ کٹ جائیں اور وہ ناکام ہو جائے۔ اُس کے ہاتھوں نے کیسی بری کارروائی کی کہ خدا کے مرسل اور جری پر تکفیر کا فتویٰ لگایا اُسے مناسب یہ تھا کہ ڈرتا ڈرتا اس کام میں ہاتھ ڈالتا۔

اصل بات یہ ہے کہ بدقسمت نیچری یا میٹریلسٹ خدا تعالیٰ کو مدبر بالا ارادہ اور ہر آن میں ذرات کائنات پر مقتدر متصرف اور اپنی مشیئوں اور ارادوں کے موافق ہر آن میں قانون قدرت کی کل چلانے والا نہیں مانتے۔ ہندوستان کے جاہل تھیالوجسٹوں کی طرح خدا تعالیٰ کو اتفاق سے ایک مادہ پا کر اور اُسے جوڑ جاڑ کر عالم کو بنانیوالا اور پھر ہاتھ دھر کر معطل بیٹھ رہنے والا اور قانون قدرت کے تغیّر سے کچھ بھی سروکار نہ رکھنے والا یا رکھ نہ سکنے والا یقین کرتے ہیں۔ یہ خبیث مرض ایک عالم میں سرایت کر گیا ہے اور زمانۂ دراز سے اس کے آثار قوموں کے عقائد میں ملتے ہیں۔ یہ موذی مرض اُن لوگوں میں پھیلا جنہوں نے اپنا نام شیعۂ علی رکھا۔ وہ اسی جہل بصفات اللہ کے سبب سے اُس وقت سے بھی چلّاتے تھے اور اب تک چلّا رہے ہیں کہ خلیفہ بلافصل علیؓ تھے۔ خدا تعالیٰ عرش پر پہلے ارادہ کر چکا تھا لوح محفوظ پر لکھ چکا تھا۔ اور فرشتے پڑھ چکے تھے۔ اور جبرائیل بارہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وصیت کر چکا تھا۔ اور سربمہر صحیفہ بھی آپ کے سپرد کر چکا تھا۔ اور آپ بھی منہ پھاڑ پھاڑ کر امت کو وصیت کر چکے تھے۔ اور مختلف موقعوں پر کھول کھول کر یہ تبلیغ کر دی تھی کہ حضرت علی بعد آپؐ کے خلیفہ بلافصل ہوں گے مگر یہ سارا تار و پود ٹوٹ گیا اور اتفاق سے حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ بلافصل ہو گئے۔ اس لئے کہ مہاجرین کی کثرت اور انصار کی عظیم جماعت اُن کی

طرف ہوگئی۔ اور حضرت علی ایک کس مپرس کی طرح متروک ہو گئے۔ اس بدعقیدہ سے کس قدر خرابیاں نکلتی ہیں گویا خدا تعالیٰ کچھ بھی نہیں اور اُس کی مرضی کوئی شے نہیں اور نیچر اور نیچر کے فرزند اپنی ہی قوت اور میلان سے جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو یہ قدرت نہیں کہ متحد حکم اور مصالح کی بنا پر ہر زمانہ میں اور ہر آن میں اُن حکمتوں اور مصلحتوں کے موافق نئے نئے تغیرات پیدا کرتا اور قانون قدرت کو کٹھ پتلی کی طرح اپنی قاہر انگلیوں پر نچاتا رہے۔ ایک مرسل برگزیدہ کی خاطر اچھی ہوا کو بری اور ردی کو صالح بنا دے۔ ایک مامور کی حجت پوری کرنے کے بعد پیشگوئیوں اور وعیدوں کے موافق اُس کے دشمنوں کے استیصال کے لئے پہاڑوں کو گرا دے خونخوار سمندروں کو ان کی قبریں بنا دے۔ اُن کے نام و نشان تیز آندھیوں سے مٹا دے۔ اُنہیں آتشیں تلواروں اور بانوں کی آگ میں بھسم کر دے۔ اور اُن برگزیدوں کی جماعتوں کو وعدہ کے موافق اس عالم میں جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِھَا الۡاَنۡھَارَ کے وارث بنائے بعد اس کے کہ وہ گمنام ننگے بھوکے اور ریگستان کی آتشیں لوؤں سے دُکھ اٹھاتے ہوں۔ علی گڑھ کالج کے بانی نے اس بدعقیدہ سے متاثر ہو کر اور پرانے اور حال کے میٹریلسٹوں دہریوں کی چال پکڑ کر اپنی تفسیر میں صاف لکھ دیا کہ قوموں کی تباہی قدرت اسباب سے گناہوں کی سزا اور اُن کا نتیجہ نہ تھی۔ پہاڑ کو زلزلہ آیا اور وہ قوم اس کے نیچے اتفاقاً دب گئی۔ فرعون اور اس کا لشکر اتفاقات سے سمندر میں ڈوب گیا اور اُن سب عذابوں کو جو خدا تعالیٰ کے وعدوں اور پیشگوئیوں کے موافق اُس کے ارادوں سے ناپاک اور سرکش قوموں پر واقع ہوئے قانون قدرت کی اپنی ذاتی تحریک سے مانا ہے۔ نوح علیہ السلام کا طوفان بھی اتفاقی تھا اور سب ایسے واقعات اتفاقی تھے۔ آنحضرت ﷺ کے دشمن اتفاق سے بدر اور احزاب اور دیگر غزوات میں واصل جہنم ہوئے۔ ان تباہیوں کے وقت اگر راستباز بھی ہوتے تو وہ بھی اُسی لذت اور لعنت کا مزہ چکھتے۔ افسوس خدا تعالیٰ کی ہستی کے یگانہ ثبوتوں اور پیشگوئیوں کے پورا ہونے کو خدا تعالیٰ کی سُنن سے جاہل انسان نے کس قدر استخفاف سے دیکھا۔ اور یہ سب بلا اُسے اس سبب سے پیش آئی کہ اُس نے خدا تعالیٰ کے عظیم الشان صفات کے مسئلہ کو یورپ کے میٹریلسٹوں اور معتزلہ کے طرز پر دیکھا اور پھر قرآن کریم کی اُن تعلیمات پر یورپ کے فلاسفروں کے اعتراضوں اور جواب کے عدم

قدرت نے اُسے اور بھی اس بدعقیدہ پر مجبور کیا۔ وہ نہ سمجھ سکا کہ گناہ میں اور طوفان میں مثلاً اور موسیٰؑ کی نافرمانی میں اور غرق فرعون میں دریا کے اندر اور ثمود اور عاد اور قوم لوط کے گناہوں میں اور اُن بستیوں کی تباہی میں ریح اور رجز السماء کے ساتھ کون سا مربوط رشتہ ہے جو علت ومعلول کے اندر ہوا کرتا ہے۔ اسی جہالت نے اسے دعا کی قادرانہ تاثیر اور خدا تعالیٰ کی یقینی وسائط یعنی ملائکہ کے انکار پر آمادہ کیا۔ اتنی بات تو خدا تعالیٰ کی کتاب میں عیاں تھی کہ راستبازوں نے منکروں اور معاندوں کے مقابل پر تحدی پیشگوئیاں کیں۔ وہ اس انکار واستکبار کے سبب سے خدا تعالیٰ کے آسمانی اور زمینی عذابوں سے ہلاک کئے گئے۔ اور ان الفاظ میں وہ شوکت اور سطوت تھی جو کسی معمولی انسانی آواز میں کبھی نہیں ہوئی۔ یہ پیشگوئیاں تمام راستبازوں کی اپنے اپنے وقتوں میں حرفاً حرفاً پوری ہوئیں۔ اُس سنت الٰہیہ کے موافق اس آخری زمانہ میں بھی وہ دیکھ چکا تھا کہ خدا تعالیٰ کے مامور ومرسل حضرت مسیح موعود میرزا غلام احمد قادیانیؑ نے خدا کے دشمن۔ رسولؐ کے دشمن۔ قرآن کے دشمن۔ قوم، اسلام کے دشمن لیکھرام کے متعلق ایک قہری پیشگوئی کی جس کے پُر صولت الفاظ سے خون ٹپکتا تھا اور جن کی شوکت دکھاتی تھی کہ وہ خدائے قادر مقتدر قاہر کا کلام تھا۔ ضعیف انسان ایسے ترکیب پر کبھی قادر نہیں ہوسکتا۔ اور اُس کے مضمون دعا کے جواب میں قبولِ دعا کے نمونہ کے طور پر وہ پیشگوئی اُس کے آگے رکھی گئی تھی اور اُس کا پورا ہونا بھی اُس نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا تھا۔ غرض قرآن کریم میں یہ باتیں موجود تھیں۔ پھر اس زمانہ میں مجدد دین قرآن کریم نے اُنہیں زندہ اور تازہ کر دکھایا تا کہ منکروں پر حجت قائم ہو اور اعتزال اور شیعیت اور یورپ کے میٹریلیزم اور دہریت اور نصرانیت کے اصولوں کا استیصال ہو اور خدا کی عزت اور قرآن کی عزت اور قرآن کریم کی پیشگوئیوں کی عزت دنیا پر ظاہر ہو۔ اور گناہ اور اس کی سزا کی حقیقت دنیا پر آشکار ہو اور ثابت ہو جائے کہ خدا تعالیٰ اب بھی قانون قدرت پر ویسا ہی حکمران اور متصرف ہے اور ہمیشہ رہے گا جیسا کہ وہ اُس کی خلق کے وقت تھا۔ اور اُس کے مقدس اور مقتدر ہاتھ کبھی بھی تصریف اور تصرف سے مغلول نہیں ہوئے اور نہ ہوں گے۔ یہ احسان اسلام پر ایسے زمانہ میں عالیجناب حضرت امام مہدی مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے کیا جبکہ اسلام کے نادان دوست اُس کی یگانہ خوبیوں اور خصوصیتوں پر پانی پھیر چکے تھے۔ اور

یوں مسلمانوں میں دہریت اور مادہ پرستی کا خوفناک طاعون پیدا کر چکے تھے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

الحاصل گزشتہ نمونے اور موجودہ نمونہ دیکھ کر اگر علیگڑھ کالج کے بنانے والے کو پھر بھی الوہیت کا یہ راز سمجھ میں نہیں آیا تھا اور تکبر نے اُسے اجازت نہ دی کہ مرسل اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور خدا تعالیٰ کے راز کو خدا تعالیٰ کے حریم قدس کے باریاب سے ہی حل کرواتا تو کم سے کم تفویض اِلَی اللہ ہی کرتا اُس نے ناروا جرأت سے خدا کے کلام کی تحریف اور تسویل کی اور اپنے نزدیک اسلام کی طرف سے جواب دیا۔ مگر درحقیقت اسلام کو جواب دیا۔

اُسی بدعقیدہ اور بدتعلیم کا اثر ہے کہ ایک شخص کہہ رہا ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے حضرت مرزا صاحب کو اونچا کیا۔ اس کے یہ معنے ہوئے کہ ایک شخص کی عظمت اگرچہ مصالحہ الٰہیہ کے خلاف تھی اور خدا تعالیٰ آسمان سے دیکھ چکا تھا کہ اُس کی ترقی درحقیقت اسلام اور مسلمانوں کے حق میں خانہ برانداز ہوگی مگر پھر بھی اُس نے ایسا ہونے دیا یا قانون قدرت میں جکڑ بند ہو جانے کی وجہ سے اُس کی مرضی کے خلاف ایسا ہو گیا۔

سوچو اور خوب سوچو کہ ایسا اعتقاد خدا تعالیٰ کی ذات مستجمع جمیع صفات کاملہ کے کس قدر خلاف ہے اور کیا درحقیقت ایسے عقیدہ سے دہریت کی بدبو نہیں آتی اور کیا یہ اُن لوگوں کا عقیدہ نہیں جو یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ایک فوق سے فوق قوت کا نام ہے مگر عالم کے تغیر و تصریف سے اُس کا کوئی سروکار نہیں۔

آج سے پینتیس سال پہلے حضرت مرزا صاحب نے خدا تعالیٰ کی ہمکلامی اور مورد الہامات الٰہیہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور اُس طرح اپنے الہامات کو تدوین اور مشتہر کیا جس طرح قرآن کریم مدوّن و مرتّب اور مشتہر ہوا۔ پھر خدا تعالیٰ کی وہ باتیں جو اُس نے اپنے بندہ غلام احمد کے منہ میں ڈالیں اسی طرح پوری ہوئیں جس طرح اس کی وہ باتیں آخرکار پوری ہوئیں جو اُس نے اپنے بندہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ میں ڈالی تھیں۔ جس طرح قرآن کریم کی مکی آیتوں کے وعدے اپنے منطوق و مفہوم کے موافق پورے ہو کر اس امر کا قطعی یقینی ثبوت ٹھہر گئے کہ قرآن خدا کا کلام ہے۔ اسی نمونہ پر براہین احمدیہ کے مندرجہ

الہامات اپنے منطوق ومفہوم کے مطابق بتدریج صادق نکل کر اس بات کا یقینی قطعی ثبوت ٹھہر گئے کہ لاریب وہ بھی اُسی طرح خدا تعالیٰ کا کلام ہیں۔ یہی ایک بات تھی یعنی قرآن کریم کی زندگی کے نمونے جو مسلمانوں کے لئے جائے فخر تھے اور اس بات کی کمی نے دوسرے مذاہب کو مردہ ہونے کا داغ لگایا مگر افسوس اسی سے نادانوں نے انکار کیا اور اس زندہ ایمان کو اور اُس کے مُحیی ہونے کو کفر سمجھا۔ خدا اور خدا کا کلام۔ اور وحی۔ اور مکاشفہ غرض تمام لوازم نبوت اس زمانہ میں زمانہ کے عقلا کے نزدیک مُضحکہ اور سُخرہ ٹھہر چکے تھے۔ اور ان باتوں کو انہوں نے وسواس اور توہم اور جنون کے مد میں داخل کر رکھا تھا۔ اس لئے اُن کے پاس ان کا زندہ اور قاہر نمونہ نہ تھا۔ اور قانون قدرت کا استقرا اس پر مجبور کرتا تھا کہ کسی شے کو نظیر کے بغیر تسلیم نہ کریں اور جس مذہب کو انہوں نے اس کے وکلاء اور شفعا کی پر زور وکالت کے زور سے مروج دیکھا تھا اُس میں اور اُس کے وکیلوں میں بھی کوئی زندہ نمونہ موجود نہ تھا۔ دانشمند سنتے تھے اور بڑے زور شور سے سنتے تھے کہ آغاز مذہب میں اس کے بانی اور اُس کے ساتھیوں نے یہ اقتداری نشان دکھائے مگر یہ شُنید اور دعویٰ آخر کار دانشمندوں کے دل میں ایک حقارت آمیز اور نفرت انگیز تصور بن جاتا جبکہ وہ اس سوال کا جواب حامیان مذہب سے نہ پاتے کہ کیوں اس وقت ان باتوں کا کوئی زندہ نمونہ نہیں۔ در حقیقت یورپ کی خوفناک آزادی۔ دہریت۔ فلسفیت اور میٹریلیزم کی جڑ نصرانیت کے مردہ مذہب ہی سے قائم ہوئی کہ اُس نے خدا وہ پیش کیا جو عجز و ناتوانی اور سبکسری اور ناعاقبت اندیشی کا پورا نمونہ تھا۔ اور معجزات وہ پیش کئے جو اس زمانہ میں مر گئے اور اُس وقت کی قبروں میں سونے والوں کے ساتھ ابدی تاریک گڑھوں میں گم ہو گئے۔ اور آئندہ کو کوئی نمونہ ان کا دکھا نہ سکے اور کوئی نہ ہوا جو خدا تعالیٰ کے اقتداری نشانوں سے اُن پہلی باتوں کو از سر نو بحال اور زندہ کر دیتا۔ قرآن کریم نے ایک ہی مقتدر معجزہ پر اپنے صدق کا سارا مدار رکھا یعنی پیشگوئیوں پر۔ اس لئے کہ توریت میں بڑے زور سے یہی لکھا تھا کہ سچے نبی کی نشانی یہی ہوگی کہ جو کچھ وہ کہے گا پورا ہو جائے گا۔ قرآن کریم میں اسی کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَ قَاوِيْلِo لَا خَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِo ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ۔ (الحاقہ:45 تا 47) اور اس آیت میں اِنْ يَّكُ كَاذِباً فَعَلَيْهِ كَذِبُ

وَ اِنۡ یَّکُ صَادِقًا یُّصِبۡکُمۡ بَعۡضُ الَّذِیۡ یَعِدُکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ مَنۡ ہُوَ مُسۡرِفٌ کَذَّابٌ۔ (المؤمن:29) اس بنا پر قرآن کریم کا لفظ لفظ پیشگوئیوں سے بھرا ہوا ہے اور ایک جلال اور قہاریت کی روح اپنے اندر رکھتا اور تاریکی کی روح پر رُعب اور لذت معاً ایک ہی وقت میں نازل کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو از بسکہ علم تھا کہ مرورِ زمانہ کے بعد انسانی طبیعتوں پر غفلت مستولی ہو جاتی اور اس بات کی ضرورت پڑتی ہے کہ پھر اُسی رنگ کے زندہ نمونے اُن کی تذکیر کے باعث ہوں اور پاک باتوں کو اس الزام سے بچالیں کہ وہ اساطیر الاولین ہیں اُس نے بموجب وعدہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر:10)۔ قرآن کریم میں یہ برکت اور تاثیر رکھ دی کہ اُس کی اتباع سے ہمیشہ اور ہر زمانے میں قرآن کریم کے دعاوی اور دلائل اور برکات کو زندہ کرتے ہیں اور اُن ساری باتوں کے نمونے ہمیشہ دنیا میں موجود رہیں جو قرآن کریم میں از قبیل وحی مکاشفہ اور رویا بیان کی گئی ہیں۔ اس ہمارے زمانہ میں جس کے اندر خدا تعالیٰ کی کتابوں اور باتوں پر سب زمانوں سے زیادہ ہنسی کی گئی اور رسولوں اور وحی اور مکاشفات اور رؤیا کی سخت توہین اور تذلیل اور تضحیک کی گئی اور جب کہ بعض نادان دوستوں نے اسلام کی حمایت میں کھڑے ہو کر اعتراف کیا کہ درحقیقت اسلام بھی ایک مردہ مذہب ہے اور اُس میں اقتداری نشان دکھانے اور وحی اور مکاشفہ کے کوئی زندہ نمونے موجود نہیں اور جبکہ مایۂ ناز باتوں کے انکار کو فخر اور ناز کا ذریعہ سمجھا گیا اور جب کہ استجابت دعا کے انکار سے صاف دکھایا گیا کہ اسلام میں بھی کوئی نہیں جو خدا تعالیٰ کے دربار میں شرف باریابی رکھتا ہو۔ غرض اس زمانہ میں جب کہ مسلمانوں کے خیر خواہوں نے یورپ کے آزاد مشربوں سے نیچے اُتر کر اور پگڑی اتار کر صلح کر لی اور اسلام اور قرآن کی عزت خاک میں ملا دی اور ایک بولنے والا مولوی بٹالوی کی شکل میں جلسہ مذاہب کے اندر بول اُٹھا کہ اس وقت مسلمانوں میں کوئی نہیں جو نشان الٰہی دکھا سکے۔ اور یوں اُس نے اسلام کا جنازہ اُسی قطار میں رکھ دیا جہاں دوسرے مذاہب باطلہ کی نعشیں دھری تھیں۔ تب خدا تعالیٰ کی غیرت نے اپنے وعدہ کے موافق مرزا غلام احمد قادیانی میں اُتار دھارا اور آپ کے ہاتھ پر اور آپ کے منہ میں وہ باتیں ڈال کر اور اقتداری نشان ظاہر کر کر اپنی ہستی۔ کل انبیاء کے وجود کو۔ پاک کتابوں کو اور جملہ لوازم نبوت کو از سرِ نو زندہ کر دکھایا ہے۔ عظیم

الشان کام جو حضرت مرزا غلام احمد قادیانی سے ظہور میں آیا اور اس کام کے پورا کرنے کے لئے ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ آپ کو وجاہت اور عزت دیتا۔ آپ کو یتیم پا کر اپنے ہاں ٹھکانا دیتا۔ اور آپ کو تنگدست اور کس مپرس پا کر خود غنی کرتا اور قوم کے عشق میں سرگردان وشیفتہ پا کر کامیابی کی ساری راہیں آپ کو دکھاتا۔ حق یہ تھا کہ مسلمان آپ کی خاک آستان کو آنکھوں کا سرمہ بناتے اور سب سے زیادہ زمانے کے ادا فہموں یا ادا فہمی کے مدعیوں کے ذمہ تھا کہ وہ آپ کی قدر ومنزلت کرتے جو ایک مہجور عاشق مدت دراز کے ہجر کے بعد معشوق کی کرتا ہے۔ مگر افسوس بعض میں فریسیت کی روح جوش زن تھی اور بعض میں صدوقیت کا خمیر ملایا گیا تھا اس لئے ضروری تھا کہ آنے والے مقدس مسیح کا انکار کیا جاتا تا کہ وہ باتیں پوری ہوں جو مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھیں کہ تم یہود کی راہوں پر چلنے لگ جاؤ گے یہاں تک کہ اگر کوئی یہود سوسمار کی سوراخ میں گھسے گا تو تم بھی وہیں گھس جاؤ گے۔

سو آج مسلمانی کے رعبوں نے وہ تمام اعتراض مسیح موعودؑ پر کر کے جو حضرت مسیحؑ اسرائیلی پر کئے گئے تھے اور اُسی طرح اُس کی تذلیل اور تضحیک اور تکفیر کر کے جو اُس پہلے برگزیدہ کی گئی اور حکام وقت کی عدالتوں میں اُسی طرح پہنچا کر جس طرح وہ خدا کا عاجز بندہ پیلاطوس کی عدالت میں کھینچا گیا تھا اپنے ہاتھوں سے ثابت کر دیا کہ وہ اُس خوفناک پیش گوئی کے مصداق بن گئے ہیں جو مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلی تھی۔ کاش یہ لوگ سورۂ فاتحہ کی آخری آیت غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ الَا لضَّالِيْن میں غور کرتے جو ان پر ہر نماز میں پڑھنی فرض کی گئی ہے امام ہوں یا ماموم ہوں۔ یہود و نصاریٰ کی راہوں سے پناہ مانگی گئی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کے نزدیک مقدر نہ تھا کہ آئندہ ایک وقت نصاریٰ کا فتنہ برپا ہوگا اور ان کی جہت سے اسلام پر خطرناک حملے ہوں گے پھر ایسے وقت میں مسیح موعود اندرونی اور بیرونی اصلاح کے لئے آئے گا اور قوم اُس سے ویسا ہی سلوک کرے گی جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے کر کے مورد غضب الٰہی ہوئی۔ غرض اگر خدا تعالیٰ کو منظور نہ تھا کہ مسلمانوں کو ایسے وقتوں میں یہود کی چال اور نصاریٰ کے فتنوں سے ڈرائے تو پاک کتاب اور مقدس دُعا میں یہ آیتیں کس حکمت سے رکھ دیں۔ سوچو اور غور کرو اور اپنے ہاتھ سے اپنے مخالف شہادت پر مہر نہ لگاؤ۔

قولہ۔ ان ہی ایام میں چند اک پر دار مچھلیاں اور سونے کے انڈے دینے والی مرغیاں بھی ان کے دام کے بس میں آ چکی تھیں۔

اقول۔ یہ وہی مچھلیاں اور سونے کے انڈے دینے والی مرغیاں ہیں جو ایک زمانہ میں حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شکل میں پہلے داعی صلی اللہ علیہ وسلم کے دام میں آئی تھیں۔ خود آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جا بجا اعتراف کہ حضرت خدیجہؓ کے مال نے انہیں مدد دی۔ اور جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مکہ معظّمہ میں چالیس ہزار روپیہ آپ پر خرچ کیا اور یوں اس مرد اور عورت نے آپ کے کارخانہ کو رونق دی۔ کیا ضروری نہ تھا کہ اُن ناعاقبت اندیش مخالفوں کے نمونے تمہاری شکل میں ہوتے جنہوں نے کہا تھا لَشَیْءٌ یُرَادُ اور اِنَّ ھٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ۔ اے ناعاقبت اندیش جلد باز و تمہیں اتنی مدت کے بعد کس نے یاد دلایا کہ تم اُن ہی گزرے ہوئے راستی کے دشمنوں کے جائز فرزند ہو اور یہ کہ تمہاری رگوں میں وہی خون حمیت جوش زن ہے کہ تم اندیشیدہ اور نا اندیشیدہ وہی باتیں زبان پر لاتے ہو جو انہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کہی تھیں۔ تمہیں کس چیز نے یقین دلایا کہ آنے والے غضب سے ان باتوں کے ساتھ بچ جاؤ گے جبکہ تمہاری آنکھیں دیکھ چکی ہیں کہ تمہارے باپ دادے ان باتوں کے ساتھ خدا کے قہر کی بجلی سے بھسم کئے گئے۔ اور مغضوب علیھم کہلائے۔

غضب کی راہ کو چھوڑو اور مُنْعَمْ عَلَیْھِمْ کی راہ اختیار کرو کہ تمہارا بھلا ہو۔ کیا خدا تعالیٰ کے ماموروں کے ساتھ معاونوں اور مخلصوں کا ہونا ضروری نہیں۔ کیا اس عالم اسباب میں آسمانی امدادیں اور تائیدیں ان ہی متعارف اور معہود راہوں سے نہیں آیا کرتیں۔ کیا کوئی تمہاری بولی میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیش العسرت میں وہ قابل قدر مدد نہ کرتا تو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کارخانہ سخت صدمہ اٹھاتا۔ نادانو خدا تعالیٰ کے منصور اور اس کے مخذول و مطرود میں یہی تو فرق ہے کہ آخر معہود اسباب میں ہو کر نصرت الٰہی اُس کی دستگیری کرتی ہے۔ اور مخذول کے سارے اسباب جل جاتے ہیں۔ اگرچہ منصور کی پہلی حالت کیسی ہی ضعیف اور کس مپرس ہو اور مخذول کی ابتدا کیسی ہی پُر شوکت ہو۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خدام و انصار سے جو مدد اور تائید ملی وہ اُسی وعدہ کا

اثر تھا جو پہلے سے خداوند عالم کہہ چکا تھا اِقْرَا وَرَبُّکَ الْاَکْرَم یعنی تو رب اکرم کا مربوب ہے اور ضرور ہے کہ دُنیا و آخرت میں مکرم و محترم ہو۔ اُسی طرح حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو انصار و اعوان ملے وہ خدا تعالیٰ کے اُس پاک وعدہ کا نتیجہ اور اثر ہیں جو وہ آج سے سالہا سال پہلے فرما چکا تھا کہ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ تم ان باتوں سے اُن واجب التعظیم ناصروں کی جو علم میں ۔ زُہد میں ۔ تقویٰ میں اور خدا ترسی اور خدا شناسی کے جمیع لوازم میں نمونہ ہیں ۔ اسی طرح ہتک کرتے ہو جس طرح حجاز کے شیاطین اُن کے پہلے نمونوں کو سفہاء کہتے تھے اور دلوں میں یقین کرتے تھے کہ محمد بن عبداللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی دُکانداری کے دام میں پھنس گئے ہیں ۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ میں نے مخالف مولویوں اور سجادہ نشینوں کی ہر روز کی تکذیب اور زباں درازیاں دیکھ کر اور بہت سی گالیاں سُن کر اُن کی اس درخواست کے بعد کہ ''ہمیں کوئی نشان دکھلایا جائے۔'' ایک اشتہار شائع کیا تھا جس میں اُن لوگوں میں سے مخاطب خاص پیر مہر علی شاہ صاحب تھے۔ اُس اشتہار کا خلاصہ مضمون یہ تھا کہ اب تک مباحثات مذہبی بہت ہو چکے ہیں جن سے مخالف مولویوں نے کچھ بھی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ اور چونکہ وہ ہمیشہ آسمانی نشانوں کی درخواست کرتے رہتے ہیں کچھ تعجب نہیں کہ کسی وقت ان سے فائدہ اٹھالیں۔ اس بنا پر یہ امر پیش کیا گیا تھا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب جو علاوہ کمالات پیری کے علمی توَغُّل کا بھی دم مارتے ہیں۔ اور اپنے علم کے بھروسہ پر جوش میں آکر انہوں نے میری نسبت فتویٰ تکفیر کو تازہ کیا اور عوام کو بھڑکانے کے لئے میری تکذیب کے متعلق ایک کتاب لکھی اور اس میں اپنے مایہ علمی پر فخر کر کے میری نسبت یہ زور لگایا کہ یہ شخص علم حدیث اور قرآن سے بے خبر ہے اور اس طرح سرحدی لوگوں کو میری نسبت مخالفانہ جوش دلایا اور علم قرآن کا دعویٰ کیا۔ اگر یہ دعویٰ اُن کا سچ ہے کہ اُن کو علم کتاب اللہ میں بصیرت تام عنایت کی گئی ہے تو پھر کسی اُن کی پیروی سے انکار نہیں چاہئے اور علم قرآن سے بلا شبہ با خدا اور راستباز ہونا بھی ثابت ہے۔ کیونکہ بموجب **لا یمسّہ الّا المطھّرون** صرف پاک باطن لوگوں کو ہی کتاب عزیز کا علم دیا جاتا ہے۔ لیکن صرف دعویٰ قابل تسلیم نہیں بلکہ ہر ایک چیز کا قدر امتحان سے ہوسکتا ہے اور امتحان کا ذریعہ مقابلہ ہے کیونکہ روشنی ظلمت سے ہی شناخت کی جاتی ہے اور چونکہ مجھے خدا تعالیٰ نے اس الہام سے مشرف فرمایا ہے کہ **اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ط** (الرحمٰن :32) کہ خدا نے تجھے قرآن سکھلایا اس لئے میرے لئے صدق یا کذب کے پرکھنے کے لئے یہ نشان کافی ہوگا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب میرے مقابل پر کسی

سورۃ قرآن شریف کی عربی فصیح بلیغ میں تفسیر لکھیں۔ اگر وہ فائق اور غالب ہے تو پھر ان کی بزرگی ماننے میں مجھ کو کچھ کلام نہیں ہوگا۔ پس میں نے اس لئے اس امر کو قرار دے کر اُن کی دعوت میں اشتہار شائع کیا جس میں سراسر نیک نیتی سے کام لیا گیا تھا۔ لیکن اس کے جواب میں جس چال کو اُنہوں نے اختیار کیا ہے اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ اُن کو قرآن شریف سے کچھ بھی مناسبت نہیں اور نہ علم میں کچھ دخل ہے یعنی اُنہوں نے صاف گریز کی راہ اختیار کی اور جیسا کہ عام چالبازوں کا دستور ہوتا ہے یہ اشتہار شائع کیا کہ اول مجھ سے حدیث اور قرآن سے اپنے عقائد میں فیصلہ کر لیں۔ پھر اگر مولوی محمد حسین اور اُن کے دوسرے دو رفیق کہہ دیں کہ مہر علی شاہ کے عقائد صحیح ہیں تو بلا توقف اُسی وقت میری بیعت کر لیں پھر بیعت کے بعد عربی تفسیر لکھنے کی بھی اجازت دی جائے گی۔ مجھے اس جواب کو پڑھ کر بلا اختیار اُن کی حالت پر رونا آیا اور اُن کی حق طلبی کی نسبت جو اُمیدیں تھیں سب خاک میں مل گئیں

اب اس اشتہار لکھنے کا یہ موجب نہیں ہے کہ ہمیں اُن کی ذات پر کچھ امید باقی ہے بلکہ یہ موجب ہے کہ باوصف اس کے اس معاملہ کو دو مہینے سے زیادہ عرصہ گزر گیا مگر اب تک اُن کے متعلقین سب وشتم سے باز نہیں آتے۔ اور ہفتہ میں کوئی نہ کوئی ایسا اشتہار پہنچ جاتا ہے جن میں پیر مہر علیشاہ کو آسمان پر چڑھایا ہوا ہوتا ہے۔ اور میری نسبت گالیوں سے کاغذ بھرا ہوا آتا ہے۔ اور عوام کو دھوکہ پر دھوکہ دے رہے ہیں۔ اور میری نسبت کہتے ہیں کہ دیکھو اس شخص نے کس قدر ظلم کیا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب جیسے مقدس انسان بالمقابل تفسیر لکھنے کے لئے صعوبت سفر اُٹھا کر لاہور میں پہنچے۔ مگر یہ شخص اس بات پر اطلاع پا کر کہ درحقیقت وہ بزرگ نابغہ زمان اور سحبان دوران اور علم معارف قرآن میں لاثانی روزگار ہیں۔ اپنے گھر کے کسی کوٹھ میں چھپ گیا ورنہ حضرت پیر صاحب کی طرف سے معارف قرآنی کے بیان کرنے اور زبان عربی کی بلاغت فصاحت دکھلانے میں بڑا نشان ظاہر ہوتا۔ لہٰذا آج میرے

الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ نے بھی اپنی کتاب عصائے موسےٰ میں پیر صاحب کی جھوٹی فتح کا ذکر کر کے جو چاہا کہا ہے بات تو تب ہے کہ کوئی انسان حیا اور انصاف کی پابندی کر کے کوئی امر ثابت بھی کرے۔ ظاہر ہے کہ اگر منشی صاحب کے نزدیک پیر مہر علی شاہ صاحب علم قرآن اور زبان عربی سے کچھ حصہ رکھتے ہیں

جیسا کہ وہ دعویٰ کر بیٹھے ہیں تو اب چار جز عربی تفسیر سورۃ فاتحہ کی ایک لمبی مہلت ستر دن میں اپنے گھر میں دل میں ایک تجویز خدا تعالیٰ کی طرف سے ڈالی گئی جس کو میں اتمام حجت کے لئے پیش کرتا ہوں۔ اور یقین ہے کہ پیر مہر علی صاحب کی حقیقت اس سے کھل جائے گی۔ کیونکہ تمام دنیا اندھی نہیں ہے انہی میں وہ لوگ بھی ہیں جو کچھ انصاف رکھتے ہیں۔ اور وہ تدبیر یہ ہے کہ آج میں اُن متواتر اشتہارات کا جو پیر مہر علی شاہ صاحب کی تائید میں نکل رہے ہیں۔ یہ جواب دیتا ہوں کہ اگر درحقیقت پیر مہر علی شاہ صاحب علم مَعَارف قرآن اور زبان عربی کی ادب اور فصاحت اور بلاغت میں یگانہ روزگار ہیں تو یقین ہے کہ اب تک وہ طاقتیں ان میں موجود ہوں گی کیونکہ لاہور آنے پر ابھی کچھ بہت زمانہ نہیں گزرا اس لئے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ میں اسی جگہ بجائے خود سورۃ فاتحہ کی عربی فصیح میں تفسیر لکھ کر اس سے اپنے دعویٰ کو ثابت کروں اور اس کے متعلق معارف اور حقائق سورہ ممدوحہ کے بھی بیان کروں اور حضرت پیر صاحب میرے مخالف آسمان سے آنے والے مسیح اور خونی مہدی کا ثبوت اس سے ثابت کریں اور جس طرح چاہیں سورۃ فاتحہ سے استنباط کر کے میرے مقابل عربی فصیح بلیغ میں براہین قاطعہ اور معارف ساطعہ تحریر فرماویں۔ یہ دونوں کتابیں دسمبر ۱۹۰۰ء کی پندرہ تاریخ سے ستر ۷۰ دن تک چھپ کر شائع ہو جانی چاہئے تب اہل علم لوگ خود مقابلہ اور موازنہ کر لیں گے۔ اور اگر اہل علم میں سے تین کس جو ادیب اور اہل زبان ہوں اور فریقین سے کچھ تعلق نہ

بیٹھ کر اور دوسروں کی مدد بھی لے کر میرے مقابل پر لکھنا ان کے لئے کیا مشکل بات ہے۔ اُن کی حمایت کرنے والے اگر ایمان سے حمایت کرتے ہیں تو اب تو اُن پر زور دیں ورنہ ہماری یہ دعوت آئندہ نسلوں کے لئے بھی ایک چمکتا ہوا ثبوت ہماری طرف سے ہوگا کہ اس قدر ہم نے اس مقابلہ کے لئے کوشش کی کہ پانسو ۵۰۰ روپیہ انعام دینا بھی کیا لیکن پیر صاحب اور اُن کے حامیوں نے اس طرف رُخ نہ کیا ظاہر ہے کہ اگر بالفرض کوئی کشتی دو پہلوانوں کی مشتبہ ہو جائے تو دوسری مرتبہ کشتی کروائی جاتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ایک فریق تو اُس دوبارہ کشتی کے لئے کھڑا ہے تا احمق انسانوں کا شبہ دور ہو جائے اور دوسرا شخص جیتتا ہے اور میدان میں اُس کے مقابل پر کھڑا نہیں ہوتا اور بے ہودہ عذر پیش کرتا ہے۔ ناظرین برائے خدا ذرا سوچو کہ کیا یہ عذر بدنیتی سے خالی ہے کہ پہلے مجھ سے منقولی بحث کرو کہ پھر اپنے تین دشمنوں کی مخالفانہ گواہی پر میری بیعت بھی کر لو۔ اور اس بات کی پروا نہ کرو کہ تمہارا خدا سے وعدہ ہے کہ ایسی بحثیں میں کبھی نہیں کروں گا پھر بیعت کرنے کے بعد بالمقابل تفسیر لکھنے کی اجازت ہوسکتی ہے۔ یہ پیر صاحب کا جواب

ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے شرط دعوت منظور کر لی تھی۔
رکھتے ہوں قسم کھا کر کہہ دیں کہ پیر صاحب کی کتاب کیا بلاغت اور فصاحت کی رو سے اور کیا معارف قرآنی کے رو سے فائق ہے تو میں عہد صحیح شرعی کرتا ہوں کہ پانسو روپیہ نقد بلا توقف پیر صاحب کی نذر کروں گا۔ اور اس صورت میں اس کوفت کا بھی تدارک ہو جائے گا جو پیر صاحب سے تعلق رکھنے والے ہر روز بیان کر کے روتے ہیں۔ جو ناحق پیر صاحب کو لاہور آنے کی تکلیف دی گئی۔ اور یہ تجویز پیر صاحب کے لئے بھی سراسر بہتر ہے کیونکہ پیر صاحب کو شاید معلوم ہو یا نہ ہو کہ عقل مند لوگ ہرگز اس بات کے قائل نہیں کہ پیر صاحب کے علم قرآن میں کچھ فصل ہے یا وہ عربی فصیح بلیغ کی ایک سطر بھی لکھ سکتے ہیں۔ بلکہ ہمیں ان کے خاص دوستوں سے یہ روایت پہنچی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ بہت خیر ہوئی کہ پیر صاحب کو بالمقابل تفسیر عربی لکھنے کا اتفاق پیش نہیں آیا۔ ورنہ اُن کے تمام دوست ان کے طفیل سے شاھت الوجوہ سے ضرور حصہ لیتے۔ سو اس میں کچھ شک نہیں کہ اُن کے بعض دوست جن کے دلوں میں یہ خیالات ہیں۔ جب پیر صاحب کی عربی تفسیر مزیّن بہ بلاغت وفصاحت دیکھ لیں گے تو اُن کے پوشیدہ شبہات جو پیر صاحب کی نسبت رکھتے ہیں جاتے رہیں گے۔ اور یہ امر موجب رجوع خلائق ہوگا۔ جو اُس زمانے کے ایسے پیر صاحبوں کا عین مُدعا ہوا کرتا ہے اور اگر پیر صاحب مغلوب ہوئے تو تسلی رکھیں کہ ہم ان سے کچھ نہیں مانگتے۔ اور نہ اُن کو بیعت کرنے کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ صرف ہمیں یہ منظور ہے کہ پیر صاحب کے پوشیدہ جوہر اور قرآن دانی کے کمالات جس کے بھروسہ پر انہوں نے میرے ردّ میں کتاب تالیف کی لوگوں پر ظاہر ہو جائیں۔ اور شاید زلیخا کی طرح اُن کے منہ سے بھی اَلْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ (یوسف:52) نکل آئے اور ان کے نادان دوست اخبار نویسوں کو بھی پتہ لگے کہ پیر صاحب کس سرمایہ کے آدمی ہیں۔ مگر پیر صاحب دل گیر نہ ہوں ہم اُن کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ بے شک اپنی مدد کے لئے مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالجبار غزنوی اور محمد حسن بھیں وغیرکو بلالیں بلکہ اختیار رکھتے ہیں کہ کچھ طمع دے کر دو چار عرب کے ادیب بھی طلب کر لیں۔ فریقین کی تفسیر چار جزو سے کم نہیں ہونی چاہئے .... اور اگر میعاد مجوزہ تک

۱۵ر دسمبر ۱۹۰۰ء سے ۲۵ر فروری ۱۹۰۱ء تک میعاد تفسیر لکھنے کی ہے اور چھپائی کے دن بھی اسی میں ہیں۔

ستر۷۰ دن میں دونوں فریق کی کتابیں شائع ہونی چاہئیں۔
یعنی ۱۵؍دسمبر ۱۹۰۰ء سے ۲۵؍فروری ۱۹۰۱ء تک جو ستر دن ہیں فریقین میں سے کوئی فریق تفسیر فاتحہ چھاپ کر شائع نہ کرے اور یہ دن گزر جائیں تو وہ جھوٹا سمجھا جائے گا۔ اور اس کے کاذب ہونے کے لئے کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہے گی۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان۔ ۱۵؍دسمبر ۱۹۰۰ء

اعجاز المسیح اور حضرت مسیح موعود

اور

پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی

اخوانی۔ السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ کئی دفعہ میری روح میں زور آور تحریک ہوئی کہ ان اثروں اور نقشوں پر کچھ لکھوں اور بھائیوں کو مستفید و مسرور کروں جو اس جلسہ میں حضرت موعود علیہ السلام کی زندگی کے خاص اور بالکل نئے حصہ کے مشاہدہ سے میرے حق جو حق بین حق گو قلب پر وارد اور منتقش ہوئے ہیں۔

پیر گولڑوی کے مقابل تفسیر لکھنے کی میعاد (۷۰) دن ٹھہری تھی اس بڑی ہی تھوڑی میعاد میں سے بھی جو اصلاً اور حقیقتہً سورہ فاتحہ کی عربی فصیح میں غیر مسبوقہ حقائق کے ساتھ تفسیر لکھنے کے لئے نہائت غیر مکتفی تھی پورے تیس دن حضرت حجتہ اللہ علیہ السلام نے یوں منہا کر دیئے کہ اس اثنا میں آپ کے دست و قلم میں خالص منافرت رہی ایک نقطہ تک نہ تو لکھا اور نہ اس غیر مامور کو جگہ سے ہلا دینے والے کام کی نازک ذمہ داری کی طرف کچھ توجہ کی۔۔ پورے ایک مہینہ کے بعد جب لکھنے کا ارادہ کیا معاً بردا طراف اور ضعف کے اس قدر متواتر دورے پڑنے شروع ہوئے۔ کہ بسا اوقات پر دل امید زندگی کے چراغ کو شمع سحری کی طرح ٹمٹماتا دیکھ کر یاس کے تاریک کونے میں سرنگوں بیٹھ جاتی تھی۔ میں نے دس سال میں اس قدر اتصال اور ہجوم ان ہولناک امراض کا نہیں دیکھا تھا۔ صحت کا یہ حال اور وعدہ اس قدر مضبوط۔ منجانب اللہ ہونے۔ مؤیّد من اللہ ہونے کا ایک نشان اور معیار۔ اور ایک چلہ باقی۔ کوئی معمولی آدمی ہو اور عزت اور ذلت کا معاملہ ہو تو ایک سوچنے والا سوچ سکتا ہے کہ اس کے دل اور جان پر کیا گزر سکتی ہے۔ یہاں سارے جہاں سے ٹکر لگی ہوئی ہے۔ ایک

ماموراور مرسل اللہ کی برسوں کی کامیاب عزت معرض امتحان میں اور ضعیف محدود بشری نگاہ کے نزدیک معرض خطر میں تھی مسودہ لکھنا ۔ پروف دیکھنا ۔ اور پوری صفائی سے چھپنا یہ سب کام ضروری تھا کہ اس تھوڑی مدت میں پورے ہوں ۔ میرا دل بصیرۃ اور دلائل سے اسپر شاہد اور قائم ہے کہ اس وقت سے کہ آپؑ کی مبارک انگلیوں کو چھونے کا شرف قلم کو ملا ایسی تقیید اور تقیّد کا کام کبھی آپ کے پیش نہیں آیا۔ ایک بات اور ایک تکلیف آپ کو پیش نہیں آئی۔ مختلف قسم کی زحمتوں کا سامنا آپ کو کرنا پڑا۔ آپ کی کریم رحیم فطرت کا نبوت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوۃ والتحیہ) اور قرآن کریم کے اتباع سے ایک ہی رنگ پر اور مختصر پیرایہ پر قانع نہ ہونا معانی اور نکات کے شجر ذخار کی مضطرب امواج کا آپ کی معنی آفرین جودت زا طبیعت میں موجیں مارنا۔ محدود وقت کی سخت قید کا لگ جانا اور ان سب پر اور سب سے زیادہ زحمت خوفناک امراض کا پے در پے حملہ آور ہونا۔ غرض یہ ایسی تحریکیں اور دباؤ تھے کہ ایک غیر ماموور کو پیس کر سرمہ کر دیتے ۔ بسا اوقات قوی دل لوگ بھی ایسے موقعوں پر جی چھوڑ کر رہ جاتے ہیں اور جدید اور لذیذ مضامین کا پیدا کرنا تو برکنار موجودہ علم و دانش بھی ان کے دماغ سے پرواز کر جاتی ہے۔ مگر حضرت موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تائید اور اذن سے ۲۰ تاریخ کو تفسیر کی تسوید سے فراغت کر لی اور کاتب اور مطبع کا کام رہا جو انشاء اللہ تعالیٰ دو روز میں انجام کو پہنچ جائے گا۔ میرا موضوع اس وقت یہ نہیں کہ تفسیر کی نسبت گفتگو کروں اور اس کے اعجاز کے پہلوؤں پر بحث کروں ۔ وہ انشاء اللہ ۲۵ تک حسب وعدہ شائع ہو جائے گی ۔سنت اللہ کے موافق سعید اسے معجزہ اور آیتُ اللہ سمجھ کر خدا کے نور کو پہچان لیں گے اور شقی اسی کنوئیں میں گریں گے جو ان کے اشباہ و امثال کے لئے موعودوں کے ہر زمانہ میں تیار ہوتا رہا ہے۔ میرا مقصد اس وقت یہ ہے کہ میں اپنے ان دوستوں کو حضرت مامور کی استقامت اور اخلاص کی کیفیت کا نقشہ دکھاؤں جو قدرت کی تقدیروں سے اس نظارہ کے معائنہ سے دور پڑے ہیں۔ میرا دل مجھے یقین دلاتا ہے کہ محبوب و مولیٰ اور رؤف رحیم آقا کی یہ زحمت اور تکلیف جو اس راہ میں ان پر پڑی ہے ان کے عاشق خدام کی محبت اور عشق کے لئے مہمیز کا کام دیگی اور یہ اطلاع اور شعور اور احساس ایک آگ ہوگی جو غیر کو غیر کی تعظیم و تکریم کو غیر کے کسی قسم کے جہد و ریاضت کے خیال اور یقین کو ان کے دل سے راکھ کر کے

نکال ڈالیگی۔ میرا یگانہ لاشریک خدا جس کی عظمت اور جبروت کا تصور ایک صادق کی پیٹھ کی ہڈیاں توڑ دیتا ہے گواہ اور آگاہ ہے کہ میں آپ کی اس محنت اور جانفشانی اور بیماریوں کی شدت کو دیکھ کر بسا اوقات جوش محبت میں سخت رنج اور دکھ سے بھر جاتا اور بار صدمہ اپنی جان میں محسوس کرتا اور میرا دل چیخ کر یہ کہتا کہ حقیقی کفارہ اور واقعی قربانی یہ ہے جو ہمارا برگزیدہ شفیع اپنے وجود سے امت محمدیہ کیلئے پیش کر رہا ہے۔ ناشکر گزار قوم کیا مکافات دے رہی ہے۔ اور اب بھی اس لانظیر نشان پر کیا کیا نکتہ چینیاں ناعاقبت اندیش بدگمانوں کی طرف سے ہونگی۔ مگر ایک جمیل حسین اور محسن چہرہ ہے جو اس برگزیدہ کے سامنے بیٹھا اور اپنی جان بخش تجلیات سے ساری مصیبتیں اسپر آسان کر رہا ہے۔ اور اس دل افروز حسن سے ایسے عالم محویت میں یہ عاشق صادق ہے کہ غیر کی نہ تو تحسین کی پروا ہے اور نہ تقبیح اور توہین کا کچھ خوف ہے۔ میں نے بارہا دل میں ایک رنج محسوس کیا جو جبروت اور عظمت کے دباؤ سے سینہ سے سر نکالتے نکالتے رہ گیا ور کبھی جو کلیجہ منہ تک آیا تو نازآمیز شکوہ سے اپنے رحیم کریم رب کو ہی کہہ گزرا کہ اے رحیم کریم مولیٰ تیری حکمتوں اور تقدیروں کے اتھاہ سمندر میں غوطہ لگا کر کون کسی راز کو مٹھی میں لا سکتا ہے ایک طرف تو تو نے اپنے بندہ پر ایسے ذمہ داریوں کے پہاڑ توڑ رکھے ہیں اور ایک جہاں کی آنکھوں کا مطمح نظر اسے بنا رکھا ہے۔ اور ایک طرف یہ بیماریاں اور رنج ہیں کہ یقیناً ایک پہاڑ پر پڑیں تو اسے چور چور کر دیں۔ آخر اس حقیقت کی تجلی اور انکشاف نے ڈھارس باندھی کہ یہ بھی اور یہی درحقیقت عظیم الشان معجزہ ہے۔ اگرچہ کوئی خارجی آدمی بدگمانی اور تیرہ فطرتی سے یقین نہ کرے پر آستانہ قدس کا شرف ملازمت رکھنے والے اس رنگ کو اپنے ایمانوں کے لئے نئی اور عجیب یا قوتی سمجھتے ہیں اس لئے کہ وہ یقین سے بھر گئے ہیں کہ یہ خدائے قدوس قادر کا ہاتھ ہے جس نے چالیس روز میں اس عظیم الشان کام کو پورا کیا ہے ورنہ مجرد اور مخذول اور مفتری بشریت کے سامنے آخری اور ابدی تباہی کا دن آ چکا تھا۔ ان متواتر بیماریوں اور ناقابل بیان ناتوانی اور بے کسی اور خدا تعالیٰ کی اس نصرت اور تائید نے اور بھی زیادہ حضرت موعود کے صدق اور حقیت پر مہر کر دی۔

کل جمعہ کے دن ۲۲۔ فروری کو یہاں قابل دید نظارہ تھا جبکہ قدس کے میدانوں میں جولان کرنے والا اشہب قلم آپ کا منزل مقصود پر عافیت و خیریت سے پہنچ کر آرام سے

کھڑا ہو گیا۔رات کو حضرت موعود علیہ السلام آدھی رات سے زیادہ تک اور پھر اسی افراتفری میں جمے ہوئے اور نکالے ہوئے پروف دیکھتے رہے۔ مطبع کے کارکن رات بھر کام کرتے رہے۔اور آج ۲۳ کی صبح کو اعجاز المسیح پورے دوسو صفحوں میں مکمل ہو کر ڈاک کے ذریعہ مختلف مقامات میں بھیجا گیا۔ ظہر کی نماز کے وقت جب آپ مسجد میں تشریف لائے آپ کا درخشاں چہرہ جس پر کامیابی اور نصرت حق اور محبوبیت ڈھیروں پھول برسا رہی تھی۔ عشاق کیلئے ایک نورانی مشعل تھا جس کی روشنی میں وہ براہ راست وجہ اللہ کو دیکھتے تھے۔ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ جب انھوں نے دیکھا کہ خدا تعالیٰ کی وحی کس شان اور قوت سے پوری ہوئی جو اس سے ڈیرھ ماہ پہلے تمام بلاد میں شائع کی گئی تھی کہ دشمنوں کی فتح ہوگئی۔ خدا کی فتح بعد میں آوے گی۔'' وہ فتح جو عوام نے مہر شاہ کی طرف منسوب کی وہ بازاری شور سے زیادہ نہ تھی۔مگر خدا کی نصرت جو اعجاز المسیح کی شکل میں ظاہر ہوئی۔علمی معجزہ اور دائمی فتح ہے جس کے حروف زمانہ کے صفحوں پر سدا چمکتے رہیں گے۔سب سے زیادہ خوشی انہیں اس جلالی وحی کے پورا ہونے سے ہوئی کہ **منعہٗ مانع من السماء**۔اس سے نئے طور پر سمجھ میں آیا کہ کیسا قادر متصرف علی القلوب خدا ہے اپنی مرضی کے پورا کرنے کے لئے جس طرف چاہے دلوں کو پھیرے اور دوستوں کے ساتھ اس کا معاملہ اور ہے۔اور دشمنوں کے ساتھ اور۔

خدا تعالیٰ کی برکتیں اور صلوات شامل حال ہوں ۔حضرت موعود کے حرم محترم کے کہ پرسوں انہوں نے ایک فقرہ کہہ کر اپنی فراست حقہ اور خدا بین اور رسالت فہیم طبیعت کا کیسا ثبوت دیا۔ازبس کہ وہ رات دن مشاہدہ کرتی تھیں اور اُن سے زیادہ اور کون مخلوقات میں سے شاہد حال ہوسکتا تھا کہ حضرت موعود علیہ السلام دن رات میں کئی کئی مرتبہ موت تک پہنچ جاتے اور بیسیوں دفعہ لکھتے لکھتے تین تین چار چار لحاف اوڑھ کر لیٹ جاتے اور ہاتھ پیر مردۂ بے جان کی طرح ٹھنڈے ہو جاتے پھر اس نادر کام کو کامل مکمل دیکھ کر وہ حضرت سے مخاطب ہو کر کہتی ہیں کہ میری روح شرح صدر سے گواہی دیتی ہے کہ آج وہ الہام ''ایک عزت کا خطاب'' پورا ہو گیا اس سے زیادہ کیا عزت ہے۔اور انبیاء و مرسلین اور اہل اللہ کی ایسی ہی خدائی رنگ کی عزت ہوا کرتی ہے۔کہ اس قدر تحدی اور دعوے کے ساتھ علماء اور

ان کے شہداء کو پکارا گیا اور غیرت اور جوانمردی کا مقتضا تھا کہ وہ اس مرد آزما میدان میں بڑھ بڑھ کر قدم مارتے مگر متصرف علی القلوب خدا نے ان کی غیرتیں سلب کر لیں اور ان کی ہمتوں اور قصدوں کے ہاتھ شل کر دیئے اور وہ اس نامردی اور روسیاہی پر تہ دل سے راضی ہو گئے اور جس شخص کی تردید اور انکار ان کی دلی مراد تھی اس بزدلی سے انہوں نے اپنے ہاتھوں پاؤں پڑ کر مٹی پر ناک رگڑ کر اس کے صدق پر مہر کر دی۔ خدا ترس اہلِ دل اور سنن انبیاء علیہم السلام سے واقف اس کلام سے جو اس صدف عصمت وعفت کے قیمتی موتی کے منہ سے نکلا ہے۔ نور اور فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ میرے قلب کی بناوٹ خداوند حکیم نے ایسی بنائی ہے کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات خصوصاً عائشہ صدیقہ کی شہادت کو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے صدق پر لانظیر شہادت مانتا ہوں۔ ایک محرم تمام گرد و پیش کے حالات سے واقف جس پر بے تکلفی اور سادگی اور اضطراری تحریکات اور جذبات وقتاً فوقتاً برہنہ تجلی کرتی اور اپنا سارا اندرونہ کبھی بتدریج اور کبھی یکبارگی اگل کر سامنے رکھ دیتی ہیں اپنے ایسے رفیق کی نسبت گواہی دے اور رفتار زندگی میں اپنے چال چلن اور خارق عادت صدق سے اس شہادت پر راستی اور حقیقت کا نشان لگا دے۔ یہ صدق کا ایسا نشان ہے کہ کسی بڑے نشان سے نیچے نہیں۔ اسی بنا پر میں نے اس شہادت اور پاک اور سادہ الفاظ میں ادا کی ہوئی شہادت کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ جو حضرت صدیقہ ثانیہ نے حضرت موعود علیہ السلام کی نسبت دی ہے۔ آہ! بد بخت اور کج دل جو ان باتوں کو استخفاف اور حقارت سے دیکھتے۔ کاش کوئی اور پیرایہ ہوتا کوئی اور الفاظ ہوتے جو ان صداقتوں اور میرے صدق دل اور ایمان اور بصیرت اور خشیۃ اللہ کو مدنظر رکھے ہوئے دل کے سچے اظہارات کے ایصال اور اظہار کا ذریعہ بن سکتے اور شکوک اور اوہام اور بدگمانیوں کے پتھروں کو لوگوں کی راہ سے صاف کر سکتے۔ مگر سنت اللہ اور سنت الانبیاء اور اطراف اور نئی تلاشوں سے مایوس کر دیتی ہے جب کہ وہ یقین دلاتی ہے کہ ایک ہی ذریعہ ہے جس سے سارے خدا کے برگزیدہ شناخت کئے جاتے ہیں اور وہ یہی ہے جو ہمارے برگزیدہ امام علیہ السلام کی پاک زندگی پوری صفائی سے پیش کر رہی ہے۔ خدا تعالیٰ کی لگا تار نصرتیں آسمان سے اور محرم راز انیسوں اور واقف حال جلیسوں کی خدا کے لئے

گواہیاں زمین سے۔ اگر یہ معیارِ صدق نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں۔ ایک اُمّی نے تحدی کی اسی طرح جیسے اس سے پہلے فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (البقرة:24) کی صدا میں کی گئی تھی۔ ایک ناتوان اور بے سامان اور قوم اور زمینوں کے مہجور و متروک نے باسامان زمانہ کو مقابلہ کے لئے بلایا۔ وہ کامیاب ہوا۔ وہ اکیلا بلا مزاحمت مالی لیکر عزت کے ساتھ میدان سے نکلا اور اس کے تمام حریفوں نے جو اس کی بے عزتی کے لئے تڑپتے تھے خجالت اور ندامت کے نقابوں میں مسخ شدہ چہروں کو چھپا لیا۔ کیا فرق ہے کونسا مابہ الامتیاز ہے اس تحدی میں اس دعوے کے الفاظ میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے شائع ہوئے اور اس میں جو فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ کے رنگ میں کیا گیا تھا۔ جیسے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْجِنُّ وَالْاِنْسُ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ (بنی اسرائیل:89) کہا گیا تھا۔ اسی طرح آج بھی تحدی کی گئی اور دعویٰ کیا گیا کہ مہر علی شاہ کے ساتھ تمام علما مل جائیں بلکہ ممکن ہو تو عربوں کو بھی ساتھ ظہیر بنالے۔ خدا کے لئے کچھ تو منہ سے پھوٹو اور کبھی تو خدا لگتی گواہی دو کہ پچھلی تحدی پہلی کی طرح پوری ہوئی کہ نہ ہوئی۔

اے خدا ناترس مخالف! ناحق کے غضب سے پوستین کو مت پھلا اور غیظ کی جھاگ منہ پر مت لا۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کو مدنظر رکھ کر اور خوب سوچ کر کوئی لطیف فرق اور نازک امتیاز دکھا۔ سن اور سمجھ لے کہ ان دونوں تحدیوں میں سر مو بھی فرق نہیں اور ضرور تھا کہ اس زمانہ میں بھی ایسی تحدی ہوتی اس لئے کہ وہ پہلا سربستہ راز سمجھ میں آجاتا کہ کیوں کر آسمانوں اور زمینوں کا مالک خدا صرف الوجوہ کیا کرتا ہے۔

میں نے حضرت امام علیہ السلام کو اُمّی کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ گواہ اور آگاہ ہے کہ میں نے مبالغہ اور اطراء سے کام نہیں لیا۔ و لعنة الله علی الماد حين المطرين الذين يقولون ما ليس في قلوبهم و لا في ممد و حهم۔ میں خوب جانتا ہوں کہ آج زمانہ میں علم اور فن اور فضل کا کیا چرچا اور کیسا سامان اور کسی فن میں کمالات حاصل کرنے کے لئے کیا کیا تحریکات اور مواد ہیں۔ اور میں خوب جانتا ہوں کہ کس طرح ادباءِ ادب کی تحصیل میں ار دوسرے علوم کے شیدا ان علوم میں دستگاہ پیدا کرنے کی لئے جان توڑ کر سعی کر رہے ہیں اور بہت سے ان میں اپنے مقاصد میں کامیاب بھی ہیں۔ حضرت حجۃ اللہ آیۃ اللہ کو دیکھتا

ہوں اور برسوں سے دیکھتا ہوں کہ ہر رنگ میں ہر فن میں اور ہر حال میں اُمیّت آپ پر غالب ہے۔آپ کے قلب کی بناوٹ ایسی بنائی گئی ہے اور آپ کے پیش نہاد مقاصد اور مطامح ایسے رکھے گئے ہیں کہ اس لازوال ذوالجلال قبلہ کے سوااور طرف رخ توجہ پھیر ہی نہیں سکتے۔کبھی ایک ادیب کی طرح کسی ادب کی کتاب کا مطالعہ ہو۔کسی فن کی کتاب میں انہاک و استغراق ہو۔یہ موقع کبھی آپ کے پیش آیا ہی نہیں۔عربی میں تصانیف کے اختیار کرنے کا محرک خود میں ہی ہوا۔میری ہی روح میں خدا تعالیٰ نے پہلے یہ جوش ڈالا کہ یہ آسمانی نعمت عربی کے ظروف میں عربوں کے آگے بھی پیش کی جاوے۔اس تحریک پر سب سے پہلے آپ نے تبلیغ لکھی جو آئینہ کمالات اسلام کے ساتھ شامل ہے۔اس کیفیت کو میرا ہی دل خوب جانتا ہے۔ جو اس پس و پیش اور تحیر کے نقشہ سے میں نے سمجھی جو میری اس درخواست پر آپ پر طاری ہوا۔کس معصوم اور بے بناوٹ سادگی اور صفائی سے آپ نے فرمایا کہ بات تو بہت اچھی ہے مگر یہ کام بڑا نازک ہے۔ میری بساط اور استعداد سے باہر ہے۔ پھر کچھ سوچ کر فرمایا اچھا میں پہلے اردو میں مسودہ طیار کرونگا پھر میں اور آپ (یہ عاجز راقم) اور مولوی صاحب (مولوی نورالدین صاحب) مل ملا کر اس کا ترجمہ عربی میں کر لیں گے۔تحریک تو ہو ہی چکی تھی رات کو قادرِ حکیم عزاسمہ کی طرف سے اس بارہ میں وحی ہوئی کہ عربی میں لکھیں اور معاً یہ بھی آپ کو تسلی دی گئی کہ عربی زبان کے بہت سے حصے پر آپ کو قبضہ مرحمت کیا گیا اور لکھنے کے وقت خود روح پاک آپکی زبان اور قلم پر لغات عربی کو جاری کر دے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔سب سے پہلے کتاب تبلیغ جس کی تالیف کے سارے زمانہ میں میں ساتھ رہا اور مجھے اس کے فارسی میں ترجمہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ایسی فصیح بلیغ نکلی کہ ایک فاضل ادیب عرب نے اسے پڑھ کر حضرت موعود کو لکھا کہ تبلیغ کو پڑھ کر میرے دل میں آیا کہ سر کے بل رقص کرتا ہوا قادیاں تک آؤں۔

مولوی محمد حسین بٹالوی اور اس کے مثیلوں نے اس سے پہلے بہت شور مچا رکھا تھا کہ وہ (حضرت موعود علیہ السلام) عربی کا ایک صیغہ نہیں جانتے اور صرف ونحو اور فلاں فلاں علم سے قطعاً واقف نہیں۔ اور فتویٰ تکفیر سے تھوڑی دیر قبل سیالکوٹ میں ہماری مسجد کے اندر جناب حکیم حسام الدین صاحب کے مقابل تکرار کرتے ہوئے غیظ وغضب میں بھر کر یہ کہا کہ

مرزا ایک اردوخوان منشی ہے وہ عربی کیا جانتا ہے۔اس کی تعریف اور مدح میں اتنا مبالغہ کیا جاتا ہے میں اب جاتا ہوں اوراس کا بندوبست کرتا ہوں اورایک دم میں اس کے سارے سلسلہ کو الٹاتا ہوں۔ اسی دھمکی اور بخار کا سر جوش وہ تکفیر کا فتویٰ تھا جواس کے تھوڑے دنوں بعدآپ کےقلم سے نکلا۔

کاش یہ لوگ کبھی اس انانیت سے بھرے ہوئے بول کی نامرادی اور ذلت پرغور کرتے کہ اس کا بولنے والا کہاں سے کہاں پہنچا۔ اس کا قلم ٹوٹ گیا۔ اس کے تمام جوش ٹھنڈے پڑ گئے۔اس کا اشاعہ دفتر گاؤ خرد ہوگیا۔ وہ جوآسمانی علوم کی اشاعت اورتقلب الی السماء کا مدعی تھا وہ زمین اور زمینی حطام پر سرنگوں ہوگیا۔ خدا ترسو غور کرو کیا اس امام المکفرین کی حداور غایت یہی تھی کہ اب خاموش ہوجاتا جبکہ اس زمانہ کا مجدد و جماعت کا مالک مسیح موعوداب اپنے دعووں میں پہلے سے بھی زیادہ تیز اور ہزاروں جان نثار خدام کے گلہ کا چوپان ہے۔

درحقیقت ان مولویوں کی بات سچ تھی اوران کا یہ اعتراض اورانکار کہ آپ لسان عرب سے ماہرنہیں، ان کی واقفیت اورعلم پرمبنی تھا اورحقیقت میں مولویوں بڑے واقفیت حال کے مدعی مولوی محمد حسین کی گواہی کے بعدضرورت نہیں کہ حضرت موعودؑ کی اُمیّت کی نسبت زیادہ ثبوت دئے جائیں۔ ان مولویوں کے چھوٹے بڑے اس وقت پکار کر یہی شکایت کرتے تھے کہ آپ مجدّدِ دین ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ااوراسی دین کی لسان میں مہارت نہیں رکھتے اور فی الحقیقت اگرآپ کولسان عربی کاعلم نہ بخشا جاتا تو آپ کے لئے اورآپ کے تمام سلسلہ کیلئے شرم اور ماتم کی جگہ تھی۔اس لئے کہ عربی زبان کی واقفیت و مہارت ہی ایک ٹکٹ ہے جس کے وسیلہ سے خدا تعالیٰ کے حریم قدس میں جوقرآن کریم ہے باریابی کا شرف حاصل ہوسکتا ہے۔اورایک مجدد، مامور، محدث، مکلم، مہدی ہو یا مسیح موعود ہو لازم ہے کہ قرآن کریم کا علم اسے سب لوگوں سے زیادہ ہومگرافسوس اورصد ہزار افسوس کہ جب غیوراورحکیم خدانے انکی شکایت رفع کردی اوراحسن طور پر رفع کردی اور حضرت مامورکواس پاک زبان کے تبحرمیں جن وانس پرسبقت اورفوق دیدیا اسپر بھی انہوں نے اعراض اوراستکبارکیا اورخدا تعالیٰ کےاس نشان سے کچھ بھی فائدہ نہ اُٹھایا۔ان کے نالہ

ہائے زار سے سمجھ میں آتا تھا کہ ایک ہی اور بہت بڑی شکایت انھیں ہے اور یہ بالکل آمادہ ہیں کہ اس کے رفع ہونے پر اپنی غلط کاریوں اور نادانیوں کی اصلاح کر لیں گے مگر نہیں انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اس قدر توفیق بیّن اور نصرت اور تائید خدا تعالیٰ کی طرف سے حق رکھتی تھی کہ یہی ایک بڑا نشان ان کیلئے ہو جاتی اور اس کے بعد کسی اور نشان کی تلاش اور مانگ ان میں باقی نہ رہتی۔ خدا کا کتنا فضل ہے اور اسکی رحمت کا کھلا نشان ہے کہ سارے مولوی اور خود میں بھی انکے ساتھ اس مرکز پر متفق تھا کہ درحقیقت آپ امی محض ہیں۔ ان سب نے اور میں نے یکساں یہ نشان دیکھا کہ فصاحت و بلاغت عربی کا وہ معجزہ آپ کو دیا گیا کہ ہندوستان بھر کے ادبا وفضلا اس کے مقابلہ اور اس کی مثل لانے سے عاجز آ گئے۔ مجھے اور میرے احباب کو خدائے کریم نے اس راہ سے ایمان اور عرفان میں روز افزوں قوت اور سکینت بخشی اور ان مولویوں کو طغیان اور حسد میں ترقی دی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَا نَا لِھٰذَا وَ مَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ ھَدَا نَااللّٰہُ لَقَدْ جَاءَ ت رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ. رَبَّنَا لَا تُزِ غْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْھَدَ یْتَنَا وَ ھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ. رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْن.

غرض جیسا میں نے بیان کیا ہے ایک اُمی بے سامان نے تحدی کی کہ ہندوستان و پنجاب کے تمام علماء ان کے چھوٹے اور ان کے بڑے اکیلے اکیلے اور مل مل کر میرے مقابلہ میں آئیں اور ممکن ہو تو عربوں کو بھی اپنی مدد میں بلائیں۔ میرے قادر مرسل نے مجھے یقین دلایا ہے کہ وہ سارے میرے سامنے خجل اور نادم ہوں گے۔ عربی تحریر اور تقریر کی قوتیں ان سے سلب کر لی جائیں گی۔ اور وہ محض **لا یعلم لایعقل** ہو جائیں گے۔ اس تفسیر فاتحہ کے لئے غیرت دلانے والے الفاظ میں اشتہار دیئے اور محض اللہ تعالیٰ کا معجزہ دکھانے کو تیز مغضب الفاظ لکھے کہ گولڑوی مہر علی شاہ اور اس کے انصار و اعوان اٹھیں اور سورہ فاتحہ کی سات آیتوں کی تفسیر عربی زبان میں لکھیں۔ کس قدر موقعہ اور خدا داد وقت ان لوگوں کے لئے تھا کہ بالمقابل معجزہ نمائی کرتے اور ایک لشکر کثیر جرار کے ساتھ ایک بے کس اور ناتوان اور اُمی آدمی پر حملہ کرتے اور آئے دن کے خرخشوں کے مٹانے کی فکر کرتے۔

یہی ایک بات تھی اور صرف یہی ایک بات تھی جس کے لئے سب سے پہلا اشتہار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے نکلا اور جس کا مضمون صاف لفظوں میں یہی تھا کہ پیر صاحب قرآن کریم کی کسی سورت یا آیت کی تفسیر میں مجھ سے مقابلہ کر لیں۔ اس لئے کہ زبانی جھگڑے بہت ہو چکے ہیں اور حضرت مامور خدا کی طرف سے مباحثات کے کرنے سے روک دیئے گئے ہیں مگر ظالم محرفوں نے کہاں سے کہاں تک نوبت پہنچائی اور اصل بات کو چھوڑ کر ایک فضول بات اور مکر اور زُور اور ظلم کی حمایت کی اور سیاہ دلی اور ستمگری سے غل مچا دیا کہ مہر شاہ جیت گیا۔ میں اور میرے دوست جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے یہاں بیٹھے ہیں حیران ہو ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں چلا چلا کر فریاد کرتے کہ الٰہی اے حکیم خدا تیری حکمتوں کے گہراؤ تک ہم کہاں پہنچ سکتے ہیں۔ بات کیسی صاف ہے اور ان مولویوں اور صوفیوں اور سجادہ نشینوں کے دل کیسے پلٹ گئے ہیں یا مسخ ہو گئے ہیں۔ اور ایک دفعہ ہی سب کے سب پکار اٹھے ہیں کہ مہر علی شاہ جیت گیا۔ کس بات میں جیت گیا؟ کیا کام کیا؟ کونسا معجزہ اور کرامت لوگوں کو دکھائی؟ بس یہی کہ نالائقی اور بے بضاعتی اور تہیدستی کی ندامت کو چھپانے کیلئے سیاہ ظلم اور فریب کی چال اختیار کر کے لاہور میں آ گیا۔

اگر حضرت اقدسؑ کے کام اور کلام میں کوئی چھل اور فند ہوتا تو ہم اللہ تعالیٰ کے لئے سب سے اول اسکی مخالفت کرنے والے ہوتے اور اس چال سے واقف ہو جاتے۔ **عَلِیۡمٌ بِذَاتِ الصُّدُوۡرُ** گواہ اور آگاہ ہے کہ کوئی چیز نہیں جس نے ہمیں زنجیروں سے جکڑ کر یہاں بٹھا رکھا ہے۔ بجز صدق اور حق کی پیاس اور محبت کے جو ہمارے محبوب امام کے ہر قول اور ہر فعل سے عیاں ہے۔ حضرت اقدسؑ نے ہم سے جو اس وقت سو سے کم قادیان میں نہ تھے۔ مسجد مبارک میں مشورہ کیا کہ آیا اس صورت میں جواب پیش آئی ہے مہر علی شاہ کے لئے لاہور جانا چاہئے۔ ہم سب نے بالاتفاق اور شرح صدر سے عرض کیا کہ شرط تو عربی فصیح بلیغ میں تفسیر لکھنے کے لئے تھی وہ مہر علی شاہ نے توڑ دی۔ اب اگر وہ اس شرط کو توڑ کر اور فریب کی چال اختیار کر کے لاہور آ گیا ہے تو آئے ہمیں خدا کے مقدس اور محترم انسان کی ہتک معلوم ہوتی ہے کہ اب اس کے مقابل لاہور جائے۔ رہا یہ اندیشہ کہ عوام کالانعام شور مچائیں گے اور وہ جو حقیقت کو نہیں سمجھتے اتنے ظاہری نظارہ پر قناعت کر جائیں گے کہ لو دیکھو مہر شاہ آ گئے اور مرزا صاحب نہیں آئے۔ اس کی پرپشہ جتنی بھی پرواہ نہیں اس لئے کہ یہ معمولی باتیں ہیں

جوراستبازوں کی راہ میں آیا ہی کرتی ہیں لِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ کہ خدا تعالیٰ ناعاقبت اندیش سخن نافہموں بدگمانوں شتاب کاروں میں اور بات کی تہہ میں پہنچ جانے والوں تقویٰ شعاروں میں فرق کر دے۔ اگر ہم نے امام کو کمزور اور ناتوان اور مقابلہ میں ڈرپوک اور مہر شاہ کو پورا پہلوان سمجھ کر دانستہ یہ کارروائی کی اور ایک سیاہ پردہ حق اور حقیقت پر ڈالدیا تو ہم سے زیادہ آسمان کے نیچے زمین کے اوپر کوئی ملعون نہیں ہم نے پہلے خلقت کو تو اپنے اوپر ناراض کیا ہی تھا۔اب خدائے غیور کے غضب اور مقت کی آگ کو بھی بھڑکا دیا۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہم راستی پر ہیں اور ہر وقت اس کے غضب سے ایسا ہی ڈرتے ہیں جیسے اس کے ملائکہ مقربین اور عباد صالحین ڈرتے ہیں۔ اور ہم صدق دل سے لعنت بھیجتے ہیں۔اس دل پر جو ایک کاذب کو صادق سمجھے اور اس زبان پر بھی جو ایک صادق کو کاذب کہے۔

غرض غیور خدا تعالیٰ نے کچھ دیر صبر کیا تا کہ بندوں کی دانش اور ایمان کو آزمائے۔ اور جب دیکھ لیا کہ سیاہ دل بیدادگر باز نہیں آتے اور ہنوز مہر شاہ کو آسمان پر چڑھا رہے ہیں تب اس کی غیرت نے جوش مارا اور اپنے بندہ کے دل میں سورت فاتحہ کی تفسیر کی تحریر القا کی اور یہ بڑی صاف اور فیصلہ کی راہ اور حق وصدق اور کذب کا معیار تھی اور یہ کام پہلے کام سے آسان تر تھا۔اس لئے کہ گھر میں بیٹھ کر لکھنا اور کتابوں سے مدد لے سکنا اور دیگر شہدا کو اپنی تائید میں جمع کرنا اس میں ممکن اور میسر تھا لیکن اس میں وہی سرخرو ہوا جس کے لیے سرخروئی مقدر تھی اور اعجاز المسیح نے صاف کر دیا کہ مہر علی شاہ اس میدان کے مرد نہ تھے اور اس کی بانگ طبل تہی کی بانگ سے زیادہ نہ تھی۔ وہ اس وقت جلسۂ عامہ میں بھی شرمسار ہی ہوتے جیسے اب اتنا وسیع اور حسب مراد موقع ملنے پر خائب خاسر ہوئے ہیں۔ وہاں اس وقت اکیلے شرمندہ ہوتے اب اپنے ناعاقبت اندیش حامیوں کی ایک جماعت کو ساتھ لے ڈوبے ہیں۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ ہوا کیا اتنی تھوڑی یا کافی میعاد میں اعجاز المسیح تو نمودار ہو گیا اور مہر علی شاہ اور اس کی امثال ساکت اور مبہوت رہ گئے۔خود انہوں نے توجہ نہیں کی۔ دانستہ انھوں نے ایک شخص کو حقیر سمجھ کر مقابلہ کی پرواہ نہیں کی غلط اور بیہودہ بات ہے۔کیا نصاریٰ اور کفار اب تک یہی نہیں کہتے کہ عرب کے فصحا بلغاء نے فَاتُوْا بِسُوْرَةٍ کی صدا کو

بے التفاتی سے دیکھا اور مدعی کو حقیر دیکھ کر معارضہ کرنے سے پہلو تہی کی۔ آجکل کے مسلمانی کے مدعیوں کے عذر میں اور نصاریٰ کی اس وکالت کفار میں کیا فرق ہے۔ خدا کے لئے کوئی تو بتائے کیا یہ شخص حقیر ہے جس نے ایک جہان میں غلغلہ ڈال رکھا ہے اور دوست اور دشمن میں ایک حرکت پیدا کر رکھی ہے اور جس کی تردید و انکار میں تمھارے پیشواؤں نے بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں اور جس کی راہ سے لوگوں کو روکنے کے لئے تم ہر وقت جانیں کھپاتے اور کڑھتے ہو اور یہ حقیر آدمی ہے جس کے لئے تم نے تکفیر کا فتویٰ تیار کیا اور تمہاری جانیں اس کے سلسلہ کی ترقی سے تب و تاب میں ہیں؟ کبھی ممکن ہوا ہے کہ کسی نے مجنون کی حرکات اور حقیر آدمی کی بات کی طرف توجہ کی ہو۔ تم بے شک آپ اپنے اوپر گواہ ہو اور تمہاری زبانیں اور قلمیں مخالفت کرتی ہیں اس سے جو تمہارے دل میں ہے اور جو تمہارے اعمال سے ظاہر ہو رہا ہے۔

تمھیں اُسی طرح اس تحدی کے مقابلہ اور معارضہ سے خدا تعالیٰ نے عاجز کر دیا جس طرح کفار عرب کو فَاتُوْا بِسُوْرَۃٍ کے مقابلہ میں بے دست و پا کیا تھا۔ تمہارے سجادہ نشینوں پر خدا تعالیٰ کی حجت پوری ہوگئی اور ۲۲ر فروری جمعہ کے دن آسمان سے آواز آگئی کہ تم سب کے سب مخذول و مقہور ہوا ور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی خدا کے منصور اور موید ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کے دوست میاں جعفرز ٹلی اور انکے بعض مثیل امرتسری لاہوری اور گجراتی مہر شاہ کی تائید کرنے اور اسے چشمارو بنانے میں ایک عذر رکھتے تھے۔ عصاء موسیٰ کے مصنف اور اس کے رفیق نے بھی بڑی شدّ ومدّ سے مہر شاہ کی تائید کی اور ان سب خیالات اور ہفوات کو اپنی کتاب میں بھر لیا جو سخت فضول گو محرروں کی خسیس اور کثیف طبع کا نتیجہ تھے۔ اگر یہ منشا تھا کہ کتاب کا حجم اور ضخامت بڑھ جائے تو خیر اس لئے کہ وہ فضول اور محض نکمی کتاب ایسے ہی کوڑے کرکٹ کا انبار ہے اور اگر کسی کمینہ انتقام کشی کی فطرت نے لاحبّ علی بل ببغض معاویہ میں الٰہی بخش اکونٹنٹ کو مہر علی شاہ کی تائید پر مجبور کیا تھا تو اب ان کے لئے سب سے زیادہ مارے شرم کے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ بدقسمتوں کو بغض کے ابخرات نے کچھ دیکھنے سوچنے نہ دیا۔ ہر ایک کس مپرس ہیچ میرز کو جو حضرت موعودؑ

کے خلاف کمر بستہ ہوا مضتمات سے سمجھا۔ نا اندیشیدہ اس کے ساتھ ہو گئے۔ اگر خدا تعالیٰ کی نصرت اور تائید میاں الٰہی بخش اینڈ کو کے ساتھ ہوتی۔ اگر اس کی ہمکلامی کا شرف انہیں ہوتا یا اقلاً نور فراست سے کوئی قبس ہی ملا ہوتا تو ایسے لا شے بدنام کنندہ مردان کا ساتھ نہ دیتے جس کے لئے مقدر تھا کہ اتنی جلدی اس کے حقیقت کے چہرہ سے نقاب کھل جائے اور اسکی ساری ملمع کاریاں اور جعل سازیاں طشت از بام ہو جائیں۔

عصاء موسیٰ کے بہت سے ورق مہر شاہ کے بطلان اور ظلم کی تائید میں سیاہ ہوئے۔ اس کا مصنف اور اس کا رفیق از بسکہ قرآن کریم کے علم اور سنت انبیاء اور ہر قسم کے علوم سے بے بہرہ محض ہیں اس ردّی کتاب پر ناز کرتے ہیں اور ابلہی اور سادگی سے سمجھتے ہیں کہ ان کے ہاتھ سے کوئی کام ہوا ہے۔ اس نادیدہ زمانہ بدوی کی طرح جس نے صحرا کے اک جوہڑ سے ایک مشکیزہ بھر لیا اور اسے نادر تحفہ سمجھ کر خلیفہ بغداد کے دربار میں لے گیا۔ ادھر اُدھر سے لغویات اور زٹل اکٹھے کر کے ایک تودہ لگا دیا ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ اس تودہ سرگین کی طرح جو کھیتوں کے کنارہ اکٹھا کیا جاتا ہے عنقریب سچائی کے کھیت کی نشو ونما میں کھاد کا کام دے گا۔ اس مجموعہ مُزَخرَفات کو بڑے فخر اور ناز سے ہمارے بعض دوستوں کے پاس بھیجا اور اس وسوسہ اندازی کی راہ سے ان کے ایمانوں پر دندان طمع تیز کئے۔ کاش یہ لوگ خدا تعالیٰ کا کچھ بھی خوف رکھتے اور اس کے مرسلین کا پاس کرتے کہ کچھ تو نور فراست سے حصہ انھیں مل جاتا اور اپنی جگہ آپ سمجھ سکتے کہ کیا چیز کس قوم کے آگے پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں عنقریب اس کتاب پر ریویو شائع کرونگا اور اسی کی توفیق اور اِذن سے دکھاؤنگا کہ اس کتاب میں بیداد گر نصرانیوں کو پیشوا بنا کر نکتہ چینیوں اور اعتراضوں اور ذاتی حملوں پر قناعت کی گئی ہے اور مشہور حاسدوں اور دشمنوں کی طرح ڈسٹرکشن (ڈھانا) کے اصولوں کو مد نظر رکھا گیا ہے اور اپنی طرف سے کوئی دلربا بات پیش نہیں کی اور ایک جگہ پر بھی اصول کونسٹرکشن (Construction) کا دھیان نہیں رکھا۔ یہ بڑی آسان بات ہے یوں کہہ دینا کہ فلاں شخص میں یہ عیب ہے اور فلاں نقص ہے اور کوئی خوبی نہیں۔ تمام خدا سے دور اور محجوب دنیا کے بیٹوں کا یہی شیوہ رہا ہے مگر سوال یہ ہے کہ اس میدان کو صاف کر کے تم نے اپنی کس خوبصورتی اور محاسن کا جلوہ دکھایا؟ اتنی بڑی کتاب میں جس کی وسعت میں الف لیلہ

بڑی عمدگی سے سما سکتی ہے کہیں تم نے قرآن کریم کے لطائف حقائق لکھے ۔ معرفت الٰہی کے علوم کے کچھ نکتے بیان کئے؟ علوم الٰہیہ ہی میں دستگاہ کا کوئی ثبوت دیا؟ آجا کے چند گول مول الہام لکھ دیئے ۔ اور یہ کہہ کر ان کی نیو میں بھی پانی پھیر دیا کہ ’’انکی تفہیم اور معانی پر مجھے وثوق نہیں" بجز ذاتی نکتہ چینیوں کے جو حضرت مرسل اللہ کی نسبت ہیں تم نے اپنا حسن کیا دکھایا ۔ اُس سے اپنے تئیں کامیاب سمجھ لیا کہ تم نے چند اعتراض کر دیئے ہیں یہ تو بیّن دلیل ہے تمہاری نامرادی پر اور تم بآسانی دیکھ سکتے تھے کہ ایسا نمونہ چھوڑنے والے پہلے کون ہوئے ہیں اور کیا کامیابی انہیں ہوئی ۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر میرے قلب میں بڑی بصیرت اور شرح صدر سے یہ ڈالا گیا کہ اگر یہ کتاب اپنی اس طرز ادا اور مضامین میں جو حضرت موعود علیہ السلام کی پاک اور مطہر ذات کی نکتہ چینی پر لکھے گئے ہیں قابل وقعت ہے تو اس سے بہت زیادہ قابل وقعت ولیم میور ۔ سپر نگر سل ۔ ٹھاکر داس اور فورمین کی کتابیں ہیں جس میں جناب سید المعصومین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات پر نکتہ چینیاں کی گئی ہیں ۔ اور بڑی ہی قابل عزت وہ ناپاک کتاب ہے جس میں کسی آریہ نے جناب موسیٰ علیہ السلام کی ذات پر حملے کئے ہیں ۔ خدا تعالیٰ کے لئے منشی مہتاب دین صاحب سو پروائزر جو عصائے موسیٰ کے شیدائیوں اور ہوا خواہوں سے ہیں اور حافظ علوم قرآنی اخی مکرم نورالدین (سلمہ اللہ ایدہٗ و بارک علیہ ولہٗ) کو ۳۰ رجنوری کے خط میں اس کتاب کی خوبیاں یاد دلاتے ہیں اٹھیں اور بڑا احسان قوم پر کریں جو مابہ الامتیاز بتادیں الٰہی بخش اینڈ کو کی کتاب میں اور ان نصرانیوں اور آریوں کی کتابوں میں ۔ اور اس پر بھی توجہ فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کیلئے نظر کریں کہ کیا یہ ساری ایک ہی سی ذاتی نکتہ چینیاں نہیں؟ اور اس قسم کے نکتہ چین ہر زمانہ میں یکساں خدا کے قدوسیوں پر حملہ آور نہیں ہوئے اور پھر خدا تعالیٰ کی غیرت کی شعلہ زن آگ میں بھسم نہیں ہو گئے ۔ منشی مہتاب دین صاحب جو سید احمد خان مرحوم کی تصانیف کو سمجھنے والے ہیں امید واثق ہے کہ کمال مہربانی سے یہ نکتہ حل کر دیں گے کہ اس کتاب نے قوم اور اسلام کی کیا خدمت کی ہے اور غیر قوموں کے آگے اتنے سو صفحوں میں کیا اور کوئی ایک بھی سبق پیش کیا ہے ۔ نصرانیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈاکو دکاندار مال حرام خور کاذب مفتری کہا ۔ یہودیوں نے حضرت مسیح کو ایسا کہا ۔ آریوں نے حضرت

موسیٰ علیہ السلام کو ڈاکو قاتل مصریوں کا مال و زیور ہضم کرنے والا کہا الٰہی بخش اینڈ کو نے حضرت مرسل اللہ، جری اللہ مسیح موعود علیہ السلام کو کہا۔ للہ منشی صاحب فرق بتائیں ان معترضوں میں اور اس پر غضب سبک سرنکتہ چین میں۔ میاں الٰہی بخش صاحب برادر ہدایت اللہ پشاوری کے نام خط میں افسوس کرتے ہیں کہ حضرت اقدس نے ان کی کتاب کو گندی نالی کہا ہے حالانکہ اس میں آیتیں اور حدیثیں ہیں۔ کیا الٰہی بخش نہیں جانتے کہ لیکھرام کی کتابوں اور ٹھاکر داس کی کتابوں اور صدر علی پادری کے نیاز نامہ میں آیتیں اور حدیثیں ہیں؟ پھر کیا وہ کتابیں گندی نالیاں نہیں؟

الحاصل بات اپنی منشاء سے نکلی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ریویو میں اس پر مفصل بحث کی جائے گی۔ اس وقت جس بات کی دل میں آرزو اور خواہش ہے یہ ہے کہ اب الٰہی بخش اینڈ کو اور اس کمپنی کے حامی کیا کہتے ہیں؟ کیا وہ اب بھی نہیں سوچتے کہ خدا نے انہیں سخت شرمندہ کیا۔ اعجاز مسیح نے نئے سرے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر مہر نہیں لگا دی؟ اب کیا وہ قوم وہ احمدی قوم وہ مبارک قوم جو اپنے امام ہمام کے روز روز ایسے معجزات اور خدا تعالیٰ کی تائیدات دیکھتی ہے خس و خاشاک پر راضی ہوسکتی اور وسواس خناس ان کے دلوں کے حصن حصین میں راہ پاسکتا ہے وہ ایسے خارق عادت معجزات دیکھ کر اور اعجاز مسیح جیسی کتاب سورہ فاتحہ کی تفسیر کو پڑھکر کبھی آنکھ اٹھا کر دیکھ سکتے ہیں ایسی لغو اور ردی کتابوں کو جو صحرا کے نادان جنگلیوں نے پیش کی ہیں۔

اے منشی الٰہی بخش اور منشی عبدالحق اللہ تعالیٰ کا خوف کرو اور مقام الرب کے ہول و ہراس کو یاد کرو تم پر حجت پوری ہوگئی اور سب مخالفوں سے زیادہ حق دار تم ہو کہ اس خدا کے نشان کی قدر کرو۔

سنو اور خدا کے لئے سنو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء کے اشتہار میں

آؤ ہم میں اور تم میں ایک فیصلہ کی راہ آسانی سے نکل آتی ہے تم کوئی ایک بڑا بھاری اور مایہ ناز ذاتی اعتراض کرو حضرت جری اللہ مسیح موعود پر۔ اگر وہ حرفاً کسی اولوالعزم نبی کی ذات پر وارد نہ ہوتا تو ہم کاذب اور کوئی نبی بعینہٖ اس کا مورد ٹھہر جائے تو پھر تم خدا کے غضب کی شعلہ زن آنکھ سے ڈرو اور اس کمینہ عادت سے توبہ کرو۔

جس کا عنوان ہے ''پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی'' کیا لکھا تھا جسے حکیم قادر خدا تعالیٰ نے ۲۰؍فروری ۱۹۰۱ کو اپنی قدرتوں اور زورآوریوں سے پورا کر کے دکھایا۔ اس سے زیادہ آپ لوگوں کے لئے کوئی نشان نہیں ہوسکتا۔ سوچو اور غور کرو کہ کس طرح خدائے غیور نے اپنے فرستادہ کی مدد کی اور اس کے منہ کی باتوں کی لاج رکھ لی۔ کیا کبھی تم نے پڑھا اور سنا ہے کہ کسی کاذب کو آسمان و زمین کے خدا نے ایسی نصرتیں دی ہیں۔ اگر یہ استدراج ہے تو وہ نصرتیں کہاں اور کیسی ہیں جو عباد الرحمٰن کو ملا کرتی ہیں؟ سنو اشتہار مذکورہ میں خدا کا نذیر کیا لکھتا ہے "منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ نے بھی اپنی کتاب عصائے موسیٰ میں پیر صاحب کی جھوٹی فتح کا ذکر کر کے جو چاہا کہا ہے بات تو تب ہے کہ کوئی انسانی حیا اور انصاف کی پابندی کر کے کوئی امر ثابت بھی کرے اگر منشی صاحب کے نزدیک پیر مہر علی شاہ صاحب علم قرآن اور زبان عربی سے کچھ حصہ رکھتے ہیں جیسا کہ وہ دعویٰ کر بیٹھے ہیں تو اب چار جزو عربی تفسیر سورہ فاتحہ کی ایک لمبی مہلت ستر دن میں اپنے گھر میں ہی بیٹھ کر اور دوسروں کی مدد بھی لے کر میرے مقابل پر لکھنے کے لئے کیا مشکل بات ہے۔ انکی حمایت کرنے والے اگر ایمان سے حمایت کرتے ہیں تو اب ان پر زور دیں ورنہ ہماری یہ دعوت آئندہ نسلوں کیلئے بھی ایک چمکتا ہوا ثبوت ہماری طرف سے ہوگا کہ اس قدر ہم نے اس مقابلہ کیلئے کوشش کی اور پانچ سو روپیہ انعام دینا بھی کیا لیکن پیر صاحب اور ان کے حامیوں نے اس طرف رخ نہ کیا ظاہر ہے کہ اگر بالفرض کوئی کشتی دو پہلوانوں کی مشتبہ ہو جائے تو دوسری مرتبہ کشتی کروائی جاتی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک فریق اس دوبارہ کشتی کے لئے کھڑا ہے تا احمق انسانوں کا شبہ دور ہو جائے اور دوسرا شخص جیتتا ہے اور میدان میں اس کے مقابل کھڑا نہیں ہوتا۔ اور بیہودہ عذر پیش کرتا ہے۔ ناظرین برائے خدا ذرا سوچو کہ کیا یہ عذر بدنیتی سے خالی ہے کہ پہلے مجھ سے منقولی بحث کرو پھر اپنے تئیں دشمنوں کی مخالفانہ گواہی پر میری بیعت بھی کر لو اور اس بات کی پرواہ نہ کرو کہ تمہارا خدا سے وعدہ ہے کہ ایسی بحثیں میں کبھی نہیں کروں گا۔ پھر بیعت کرنے کے بعد بالمقابل تفسیر لکھنے کی اجازت ہوسکتی ہے۔ یہ پیر صاحب کا جواب ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ انہوں نے شرط دعوت قبول کر لی تھی۔

اب بتایئے منشی صاحب۔ عبدالحق صاحب کیا آپ کا فرض نہ تھا۔ اس لئے کہ آپ

نے مہر علی شاہ کی مدح سرائی اپنی کتاب میں کی تھی اور ظلم کی راہ سے اس کو غالب اور فاتح قرار دیا تھا کہ اسے تفسیر لکھنے کی طرف توجہ دلاتے اور خود بھی اپنی الہامی تفسیر سے اس کی مدد کرتے۔

سوچو اور غور کرو یہ ہوا کیا ہے کہ اس مقابلہ میں تمام قلم ٹوٹ گئے اور بے شمار عالموں سے ایک ہی کو اور اسی کو جس کا خدا کی طرف سے منصور و مؤیّد ہونے کا دعویٰ تھا اس کے لکھنے اور پورا کرنے اور میعاد کے اندر شائع کرنے کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ جلَّ شانہٗ ایسا ظالم نہیں اور اسکی سنت کبھی ایسی ثابت نہیں ہوئی کہ اس طرح ایک شخص میدان میں کھڑا ہو کر اپنی صداقت کا کوئی ثبوت اور معیار پیش کرے اور ہو وہ کاذب اور مفتری علی اللہ اور اس کے مقابل ہوں صادقین کاملین ملہمین علمائے کرام اور سجادہ نشینان عظام پھر وہ کامیاب ہو جائے اور اس کے منہ کی بات حرفاً حرفاً پوری ہو جائے اور وہ بزرگ اور پاک جماعت مبہوت اور مخذول رہ جائے۔ اے دانشمند وسوچو۔ اے خدا کو ماننے والو فکر کرو۔ یہ بات کیا ہے۔ کیا غیور خدا نے ناحق اس شخص کی مدد کی جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور امت محمدیہ کا چیدہ اور کثیر گروہ اس پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہے اور دن بدن اطراف الارض سمٹ کر اس کے حضور میں ناصیہ فرسائی کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ کیا یہ اس لئے کیا کہ قہر کی بجلی سے امت محمدیہ کو نابود کر ڈالے۔ ظلم مت کرو۔ خدائے پاک کی طرف ایسے گستاخانہ خیالات کو منسوب نہ کرو۔ اس نے جو کیا درست کیا۔ اسی طرح وہ اپنے بندوں کی صداقت ظاہر کیا کرتا ہے۔ یوں اس نے مؤیّد کو مؤیّد اور مخذول گروہ کو مخذول کر دکھایا اس لئے کہ جہان پر کھلی حجت ثابت ہو جائے۔ جس طرح چالیس روز ۷۰ میں سے باقی رہ گئے تھے اور بیماریوں کی جھپٹ دن بدن زیادہ ہوتی جاتی تھی اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو میعاد یونہی ٹل جاتی اور حضرت موعودؑ کو قلم پکڑنے کی مہلت ہی نہ ملتی۔ فاطر السموات والارض عالم السر والعلن گواہ اور آگاہ ہے کہ ہم کو بشریّت کے ضعف کی وجہ سے بار بار ایسا دھڑکا لگتا تھا کہ کیوں کر اتنا عظیم الشان کام باوجود ان حالتوں کے جو ہم دیکھتے تھے پورا ہوگا۔ اپنے حق میں ظلم سے جو چاہو کہو مگر یہ تو بتاؤ کہ کیا ہمارے لئے بھی یہ نشان نہیں جن کے سامنے یہ سب حالات وقوع میں آئے اور کیا اب بھی ہم حضرت موعودؑ کو اپنے تمام دعووں میں صادق اور مؤیّد اور منصور

ماننے پر معذور و مجبور نہیں ہیں۔ مجھے رہ رہ کر جوش آتا ہے اور اللہ تعالیٰ گواہ اور آگاہ ہے کہ دل کی تہہ سے یہ فوارہ جوش مارتا ہے کہ یہ بڑا عظیم الشان معجزہ اس سلسلہ عالیہ کی تائید میں خدائے بزرگ و برتر نے دکھایا ہے۔عوارض اور حالات کو مدنظر رکھا جائے تو اس کی کوئی نظیر نہیں۔ ہر ایک چیز کی عظمت وقت اور حالات موجودہ کی نسبت اور قیاس سے ہوتی ہے۔

ایک تحدی ہوئی اس کی ایک میعاد مقرر ہوئی۔ اس میں سے بھی پورا ایک مہینہ گزر گیا اور دعویٰ کرنے والے پر موت تک پہنچا دینے والی بیماریاں حملہ پر حملہ کر رہی ہیں اور تحدی ایسی خطرناک کہ اگر اس میں خطا ہو جائے تو پچھلا برسوں کا ساختہ پر داختہ سب غارت۔سارے دعوے جھوٹے ۔ سارا تانا بانا درہم برہم ۔ اس پر خداوند کریم کی ایسی نصرت اور تائید کہ چالیس روز میں سے بھی ۲۰رفروری کو یہ کام پورا کر دیا۔ اتنی نصرتیں اور تائیدیں یک جا جمع ہو جائیں ۔کاتب موجود۔ پریس موجود۔ سامان اور مواد مطلوبہ موجود اوران سب لوگوں کی صحت و عافیت اس حد تک برقرار۔ یہ نشان ہیں پر ان لوگوں کیلئے جو خدا کو خدا میں دیکھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کوچہ سے بے خبر ہنسیں اور راقم کو ان امور میں استخفاف کی نگاہ سے دیکھیں مگر خدا کی نصرتوں کے مواطن کو جاننے والے اور ایام اللہ سے عارف سمجھتے ہیں کہ یہی باتیں ہیں جو مؤمنین کے ایمان وعرفان کو بڑھاتی ہیں۔

شام کو یعنی ۲۳فروری کی شام کو مغرب کی نماز کے بعد حضرت موعود علیہ السلام تحدیث بالنعمت کے طور پر ذکر کرنے لگے کہ اس کتاب کے پورا کرنے میں اللہ تعالیٰ نے کس قدر تائید کی ہے۔ دن اور راتیں کئی مرتبہ ضعف بشریت کی وجہ سے امراض کے غلبہ کے وقت خیال آجاتا تھا کہ اب آخری دم ہے۔ پھر فرمایا کہ وہ دو زرد چادریں جو مسیح موعود کا نشان پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلا ہے وہ تو ہمارے ساتھ زندگی بھر میں چلی جائیں گی یعنی ایک بیماری اوپر کے حصے میں اور ایک بیماری نیچے کے حصے میں اور یہ اس لئے ہے کہ تا خدا تعالیٰ اپنی قدرتیں دکھائے کہ کیونکر سارا کام وہ اپنی ہی قدرت اور قوت سے کرتا ہے اور تا وہ دکھائے کہ اگر وہ چاہے تو ایک تنکے کے مقابل تمام متکبر زور آوروں اور کوہ وقاروں کو عاجز کر دے۔ پھر فرمایا رات ایک پھنسی نے جو کئی دن سے نکلی ہوئی ہے اور ساتھ ہی خارش نے تنگ کیا۔ بشریت کی وجہ سے دھیان آیا کہ کہیں یہ ذیابیطس کا اثر اور نتیجہ نہ ہو۔

اتنے میں خدائے رحیم وقدوس نے وحی کی کہ اِنِّیْ اَنَا الرَّحْمٰنُ دَافِعُ الْاَذٰیاور پھر وحی ہوئی اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ۔

اب میں اس چٹھی کو ختم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہمارے بھائیوں کو ایمان اور محبت میں اپنے برگزیدہ موعود کے ساتھ روز افزوں ترقی مرحمت کرے۔ اور وَسْوَاسِ خَنَّاس کی تمام باریک راہوں پر انہیں آگاہ کردے جن سے وہ علی الغفلہ حملہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے عزموں کو قوی اور ہمتوں کو چست کردے اور انکی بصیرت اور فراست میں نور رکھدے کہ وہ پست فطرت اور کمینہ طبع نکتہ چینیوں کو جو خدا کے برگزیدوں اور ماموروں پر بغض اور حقد اور حسد اور بغی کی راہ سے حملہ کرتے ہیں بالبداہت تاڑ لیں اور ایسی تمام کتابوں اور تحریروں کو جو ان تعفنات سے بھری ہیں پہلی ہی نظر میں پہچان جائیں اور مشام جان کو ان کی زہریلی بدبو سے بچالیں۔ ان کو معالی طلب فطرت ملے اور مقاصد عالیہ اور عظیمہ ان کے پیش نہاد ہوں اور خوب سمجھ لیں کہ راستی کے بھوکوں اور علوم حقہ کے پیاسوں کو سیر و سیراب کرنے والا ایک ہی برگزیدہ ہے جس کا نام پاک مرزا غلام احمد ہے اور جان لیں کہ اس کے سوا اور سب ظلم وظلمت کے فرزند اور ہلاکت اور تاریکی کی طرف بلانے والے ہیں۔ اے خدائے کریم تو ہم سے اسی طرح راضی ہو جا جس طرح تو ان منعم علیھم سے راضی ہوا جن کا مذکور تیرے پاک کلام قرآن کریم میں ہے۔ تو اس صرصر کے تند جھونکوں کے مقابل جو آجکل چاروں طرف سے چل رہی ہے۔ ہمیں ثبات واستقامت عطا فرما کہ ساری توفیقوں کا مخزن تو ہی ہے آمین۔

تکملہ

برادران! یہ مضمون ناتمام رہ جاتا ہے اگر یہ چند سطریں اس کے ساتھ پیوست نہ کی جائیں۔ آجکل لوگوں کے دل میں یہ خلجان ہو رہا ہے کہ حضرت موعود علیہ السلام قرآن کے موعود ہیں یا حدیث کے موعود ہیں۔ اس مضمون پر حضرت موعود نے تحفہ گولڑوی میں بڑی بسط

اس مبارک مضمون پر حضرت موعود علیہ السلام نے خطبہ الہامیہ کے ضمیمہ میں نرالے ڈھنگ سے پھر بحث کی ہے۔ منہ

سے بحث کی ہے اور اعجاز المسیح میں اس کی طرف لطیف اشارات کئے ہیں ایسا خیال کرنا فرض کرنا کہ قرآن کریم مسیح موعود کے ذکر سے ساکت ہے قرآن کریم کی اسی طرح ہتک اور بے عزتی کرنا ہے۔ جیسے ان لوگوں نے کی ہے جو اسے کسی قسم کے علوم غیبیہ پر مشمل نہیں مانتے۔ تمام سلف کا یہ عقیدہ ہے کہ قیامت تک کے سارے واقعات کی قرآن کریم نے خبر دی ہے اور کوئی واقعہ نہیں جو عظمت و شان کے لحاظ سے مشہور ہو اور گزر چکا ہو یا آئندہ ہونے والا ہو اور اس کی طرف قرآن کریم نے ایماء نہ کیا ہو۔ ہم سلف صالحین کے اس عقیدہ کی تصدیق کرتے ہیں اور الحمد اللہ شرح صدر سے فرقان حمید پر ایسا ہی ایمان رکھتے ہیں۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے تمام نبیوں کی زبان سے اس عظیم الشان موعود کی خبر دی جو تمام نبوتوں کی تکمیل و تصدیق کرنے والا اور شیطان کا سر کچلنے والا تھا اور جس نے اُمُّ الْقُریٰ میں ظہور فرمایا (صلوات اللہ علیہ وسلامہ) اسی طرح خدا تعالیٰ نے ہر ایک نبوت کا مقصد عظیم اس دجالی فتنہ سے خبر دینا رکھا ہے جس کا ہنگامہ اور کارروائی تمام انبیاء کے پیارے مقصود کی بیخکنی کرنے والی ہے ایک اہل دل مومن جب اس آیت کو پڑھتا ہے۔ **تکاداالسلموایتفطرن منه و تنشق الارض و تخر الجبال هدا ان دعوالرحمٰن ولدا۔** یعنی نزدیک ہے کہ آسمان پارہ پارہ ہو جائیں اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ چور چور ہو کر گر پڑیں اس آواز کے سننے سے کہ رحمٰن کے لئے بیٹا تجویز کرتے اور پکارتے اور لوگوں کو اس کے قبول کرنے کی طرف بلاتے ہیں۔ اس کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس غضب کے تصور سے جو خدا کے اس کلام سے ٹپک رہا ہے۔ یہ آیتیں صاف بتارہی ہیں کہ آخری زمانہ میں کوئی خوفناک فتنہ اس قوم سے ہونے والا ہے جو کسی مخلوق کو خدا کا بیٹا کہنے والی ہوگی۔ اور یہ فتنہ اپنی خراب تاثیر اور استیصالی مادہ کے سبب سے نظام عالم کو درہم برہم کرنے کا موجب ہوگا۔ اس مقام پر اس حدیث کو بھی غور سے پڑھنا چاہئیے جس میں لکھا ہے کہ حضرت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سورہ کہف کی ابتدائی آیتیں فتنہ دجال سے بچنے کے لئے اس خوفناک وقت میں ہر ایک مومن کو پڑھنی ضروری ہونگی اور سورہ کہف کا آخری رکوع **قل هل انبئكم بالا خسرين اعمالا الذين ضل سعيهم فى الحيوة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا** صاف بتاتا

ہے کہ وہ نصاریٰ ہی ہیں جو دنیوی صناع میں تمام گزشتہ زمانوں پر سبقت لے گئے ہیں اور یہی ہیں وہ جنکی دینی آنکھ کا ٹینٹ انگور کے دانے کی طرح باہر نکلا ہوا ہے پھر خدا تعالیٰ نے سورہ فاتحہ کو جوام القران ہے ضالین پر ختم کیا اس میں صاف اشارہ ہے کہ یہ کوئی بڑا ہی خوفناک گروہ ہے جس کی راہ سے بچنے کے لئے اس زور کی دعا کی تعلیم مسلمانوں کو دی گئی ہے۔اور سلف و خلف نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ پھر ساتویں آیت کا خاتمہ اس کو قرار دینا صاف اشارہ ہے کہ آدم علیہ السلام سے ساتویں ہزار میں اس گروہ کی طرف سے فتنہ ہوگا جس کو **ضالین** کہا گیا ہے اور پھر خدائے حکیم علیم نے قرآن عظیم کو ختم بھی کیا تو ان ہی تین سورتوں پر جن میں اس قوم کی طرف اشارہ ہے جو مخلوق کو خدا کا ولد کہتے ہیں اور یہاں سے شروع کیا قل ھواللہ احد الخ۔ اس میں صاف اشارہ ہے کہ آخری زمانہ میں خدا تعالیٰ کی احدیت پر حملہ کیا جائیگا اور اس وقت اسلام کا چاند تاریکی میں ڈوبا ہوا ہوگا۔ (یہی مراد ہے **و من شر غاسق اذا وقب** سے) اور ایسی عورتیں بکثرت گلی کوچوں میں پھریں گی جو طرح طرح کی تباہیاں اور مفسدے اسلامی خاندانوں میں برپا کریں گی اور وہ نصرانی عورتیں ہونگی (یہی مراد ہے **و من شر النفثت فی العقد** سے) اور شیطان خناس بھی یہی قوم ہے جن کے پاس وسوسہ اندازی اور مکروں کے سوا اور کوئی سامان نہیں۔

غرض قرآن کے وسط میں شروع میں آخر میں اسی قوم کا ذکر ہے جس کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ خدا کے عاجز بندے عیسیٰ ابن مریم کو خدا کا بیٹا کہتی ہے۔ اس سے ہر ایک سلیم الفطرت سمجھ سکتا ہے کہ سب سے بڑا فتنہ یہی ہے اور اس قوم نصاریٰ کا ہے جس کا ذکر اہمیت اور شدّ ومدّ سے کتاب حکیم نے کیا ہے۔قریب ہے کہ ضرورت قرآن کے دلائل سے یہ ایک بڑی دلچسپ اور زبردست دلیل ہو۔ اس لئے کہ یہ قوم وہ دعوت لائی ہے جو آدم سے لے کر خاتم الانبیاء تک (علیہ الصلوۃ والسلام) تمام نبوتوں اور ان کے مقاصد کا تار و پود ادھیڑ کر رکھ دیتی ہے اور اس دعوت میں اس قوم کو اتنا غلو ہے کہ آجتک کسی قوم کو اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہوا۔قرآن کریم نے اس کے وقتوں کی۔ اس کے ہاتھوں کی، کاری گریوں کی اس کے غلبہ کی (**وھم من کل حدب ینسلون**) اور اس کے فتنوں کی بالتفصیل خبر دی اور صاف بتایا کہ

کس قدر غلبہ فسق و فجور کا اس وقت ہوگا اور دیانت امانت تقویٰ اور صدق اور خدا شناسی کا نشان مٹ چکا ہوگا۔قرآن نے بتایا کہ آخری زمانہ کی یہ نشانیاں ہونگی کہ نہریں نکال کر دریا خشک کئے جائیں گے۔ پہاڑ اڑائے جائیں گے۔مطابع اور ڈاک خانے اور ریل گاڑی اور تار برقی پھیل جائے گی اور دنیا کے آپس میں تعلقات بڑھ جائیں گے۔غرض قرآن کریم نے صاف صاف اس وقت اور اس کی زہروں کے پتے دئے اور ساتھ ہی اس طاعون کے علاج کے مجرب نسخے بتائے یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود کی خبر دی جس کے لئے مقدر تھا کہ ایسے فتنوں کے استیلاء کے وقت آئے اور فتنوں کی جڑ کو کاٹ دے۔

اب کوئی مومن ہے جو ایسا اعتقاد کرے کہ خدا کی کتاب نے اپنے سارے نظام اور سیاق میں فتنہ نصاریٰ کی خبر تو دی ہے مگر کسی ایسے وجود کی خبر نہیں دی جو ان فتنوں کی آگ پر پانی ڈالنے والا ہو۔ پھر تو یوں کہنا ہوگا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ اور تمام مومنین کو یہ زہرہ گداز خبر تو سنا دی کہ ان سب کارروائیوں کو ملیا میٹ کرنے والا ایک گروایک زمانہ میں پیدا ہوگا جن کے لئے تم جانیں دے رہے ہو اور جن کے لئے قرآن کریم نازل ہوا ہے مگر افسوس اس وقت کوئی چارہ گر اور غم گسار اسلام و مسلمانان کا نہ ہوگا۔اس وقت سخت آندھیاں چلیں گی اور فتنوں کی آگ برسے گی اور اسلام کے لئے کوئی حصن حصین اور ماویٰ و ملجا نہ ہوگا۔ ایسا اعتقاد کرنا خدا تعالیٰ اور اس کے کلام کی سخت آبرو ریزی اور فی الحقیقت دہریت کی جڑ ہے۔سخت افسوس کے قابل وہ لوگ ہیں جنہوں نے نصاریٰ کے اعتقاد (ولد رحمٰن اور کفارہ) کو اور اس اعتقاد کے استیصال کے لئے مباحثات کو غیر ضروری اور فضول سمجھا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے قلوب نے اس خدا کے برگزیدہ کی عظمت شان کو قبول نہیں کیا جس کی فطرت میں اس زہریلے اعتقاد اور اس کے مواد کے ازالہ کا فوق العادت جوش ڈالا گیا ہے۔ایک بات یاد آگئی ایک روز حضرت کاسر الصلیب فرماتے تھے اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کس قدر جوش مجھے نصرانی مذہب کے استیصال کے لئے ہے بس اس کو ان لفظوں میں ہی ادا کرسکتا ہوں کہ مجھے اس اعتقاد کی تباہی کے لئے اتنا ہی جوش ہے جتنا خود خدا کو ہے۔ میں نے یہ سن کر بڑے جوش سے کہا کہ تیرے صدق کی یہی ایک نشانی بس ہے کہ خدا کے لئے خدا کے دین کے لئے۔اس کے رسول پاک ﷺ کے لئے، اس کی توحید

کے لئے تجھ اکیلے میں یہ جوش ہے اور دنیا میں کوئی نہیں جسے یہ جوش بخشا گیا ہے اگر خدا تجھے ضائع کر دے تو اس نے اپنے دین کو ضائع کر دیا۔ بیکار ہیں سب کی کوششیں جو تیری ہلاکت چاہتی ہیں۔ بھولے ہوئے ہیں وہ دل جو تجھ سے لڑتے ہیں کہ تو خدائے وند عالم کا یگانہ مرسل اور آسمانی حربہ ہے جسے اس نے اسلام کی حفاظت کے لئے صدیوں کے بعد تیار کر کے بھیجا ہے۔

سیّد مرحوم کے وجود کی ضرورت اور آپ کے کمالات کے اثبات میں زور دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی سعی کو بہتر جانتا ہے جس کی بنا اخلاص پر ہو اور ثواب وعقاب کی میزان اس یگانہ کے ہاتھ میں ہے وہ جو کچھ تھے اسلام اور مسلمانان کے لئے برکت تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور قرآن کریم کی چال چال نہ تھی انہوں نے کفر اور لعنت کے ساتھ کبھی مقابلہ نہیں کیا اور قرآن کریم اور حامل قرآن علیہ صلوات الرحمٰن کا پاک اسوہ لوگوں میں پیدا کرنے کی انہوں نے کبھی کوشش نہیں کی۔ نصرانیت سے جان توڑ کراڑ کر دھت باندھکر کبھی انہوں نے جنگ نہیں کی۔ ولیم میور کی کتاب کا جواب خطبات درحقیقت ایسا رکیک عذر ہے جسکی نسبت یہ کہنا اس کی داد دینا ہے کہ کفر کے پاؤں پڑ کر مصالحت کی درخواست کی ہے۔ انہوں نے تقویٰ طہارت کے پھیلانے کے لئے سر توڑ سعی کبھی نہیں کی۔ اگر یہ کہو کہ ان کے مقاصد میں یہ باتیں داخل نہیں تھیں اور یوں اہل مذہب یا حامیان کفر سے ان کی وہ صلح نہیں رہ سکتی تھی جس کی بنا پر وہ اپنے ذہن میں قرار دیئے ہوئے کام ان سے لینا چاہتے تھے تو میں اسے تسلیم کرتا ہوں اور میں تجربہ اور بصیرت سے اعتقاد کرتا ہوں کہ وہ محض جسمانی آدمی تھے ان کی روح تو ایشیا کی تھی مگر یورپ کے قالب میں جا کر ڈھلی تھی اور انکے پیش نظر وہی مقاصد تھے جو اہل یورپ کے پیش نظر ہیں۔ پھر یہ کس قدر سوء ادب اور شوخی اور کفران ہے کہ ان کے وجود کو خدا تعالیٰ کے موعود اور نور اور مامور کے مقابل رکھا جائے جس کی فطرت اور استعداد انبیاء علیہ السلام کی فطرت اور استعداد سے مشابہ واقع ہوئی ہے۔ اللہ اللہ قرآن کریم تو نصاریٰ کے فتنہ سے خبردار کرنے کے لئے اول میں، وسط میں اور آخر میں منہ پھاڑ پھاڑ کر دہائی دے اور اس فتنہ کے مقابلہ کی تاکید کرے اور سید صاحب اور ان کے چیلے نادانی سے یہ کہیں کہ ان مباحثات میں پڑنا ضروری نہیں۔

غرض یہ اعتقاد رکھنا ازبس ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ نے جہاں یہ زلزلہ فگن خبر دی اس کے ساتھ ایک خوشخبری بھی سنائی ۔ یہی سبب ہے کہ تم پڑھتے ہو ان نوشتوں میں جو آجکل کی توریت وانجیل کی کل تاریخوں سے بدرجہا زیادہ معتبر ہیں یعنی حدیث کی بزرگ کتابوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موعود مسیح پر اپنا سلام بھیجا اور اپنی امت کو تاکید فرمادی کہ جو اسے پائے آپ کی طرف سے اس پر سلام پڑھ دے ۔ بڑا افسوس اور نادانی ہے کہ ایسے باترتیب مجموعہ اور تواتر اور مسلمات قومی سے انکار کیا جائے اگرچہ اس امر کے ثبوت کہ کہاں اور کس طرح خدا نے مسیح موعود کا ذکر قرآن کریم میں کیا ہے بہت سے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ تحفہ گولڑوی میں ان کا اکثر حصہ عنقریب طالبان حق کی نظر سے گزرے گا مگر میں دو ایک باتوں پر اکتفا کرنا چاہتا ہوں ۔ سنو! ایک طرف خدا تعالیٰ نے فرمایا اِنَّا اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ رَسُوۡلاً شَاہِدًا عَلَیۡکُمۡ کَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلاً ؕ۔ اس میں خدا تعالیٰ نے صاف بتلایا کہ محمدی سلسلہ بالکل موسوی سلسلہ کے مطابق اور مشابہ ہوگا ۔ پھر سورہ نور میں فرمایا ۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۔ اس میں بتایا کہ مومنوں کا استخلاف اس طرح ہوگا جیسے پہلے لوگوں کا ہوا ۔ یہاں بھی مشابہت کے اظہار کے لئے وہی کما کا لفظ وارد کیا ہے تاکہ دونوں سلسلوں کی مثلیت پر مہر لگ جائے ۔ اب یہ مسلّم اور سورج سے زیادہ روشن بات ہے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کی خلافت کا سلسلہ چودہ سو برس کے بعد جناب حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام پر ختم ہوا ۔ اس بنا پر کس قدر ضروری تھا کہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ خلافت بھی چودھویں صدی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ختم ہوتا ۔ چنانچہ وہ عملاً ہوا اور خدائے عالم الغیب کے کلام کے صدق پر مہر لگ گئی ۔ اب بتاؤ کیا ضروری نہ تھا کہ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوتا اور خدا تعالیٰ کے کلام کی سچائی اسی راہ سے تمام قوموں پر واضح ہوتی ۔ خواہ کوئی اور ہزاروں آدمی آویں مجدد ہوں یا مامور ہوں کچھ ہو مگر یہ تو سب ضروری تھا کہ یہ وعدہ استخلاف ضرور ہی پورا ہوتا یعنی ضروری تھا کہ محمدی سلسلہ کا آخر بھی اسی طرح مسیح موعود ہوتا جس طرح موسوی سلسلہ خلافت کا آخری سرا مسیح ابن مریم ہوا ۔ پھر خدا تعالیٰ

خطبہ الہامیہ کے ضمیمہ میں بھی اس نازک مضمون پر خوب روشنی ڈالی گئی ہے جو عنقریب شائع ہوگا ۔ منہ

نے ہمیں سورہ فاتحہ میں یہ دعا سکھائی کہ یوں کہا کرو صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ اس میں بھی یہی تاکید فرمائی ہے کہ خدا تعالیٰ سے مانگو کہ ان پہلے منعم علیھم کے انعامات تم پر بھی نازل فرمائے اور سب سے بڑا انعام سلسلہ خلافت ہے اس لئے کہ اگر یہ نہ ہوتا تو دین حق کبھی نہ چل سکتا اور بد قسمت مہجور و مخذول دنیا میں رہتا۔ یہود کو اس فضل کے نہ ہونے نے تو ابدی لعنت اور ذلت کے اتھاہ گڑھے میں ڈال دیا ہے اور آخر میں سورۂ فاتحہ کے ضالین یعنی نصاریٰ کا ذکر صاف اشارہ کرتا ہے۔ کہ نصاریٰ کے فتنہ کے وقت جو چودھویں صدی پر ہوگا اس سلسلہ خلافت کی آخری شاخ یعنی مسیح موعودؑ کا ہونا خدا تعالیٰ سے مانگو۔

بھائیو فضل کا نشان ظاہر ہو گیا اور ضروری تھا کہ ظاہر ہوتا پر دنیا کی تاریک آنکھوں نے ہنوز اسے نہیں پہچانا۔ اٹھو اور اس فضل کی قدر کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سب کے ساتھ ہو اور وَسۡوَاسِ خَنَّاسۡ سے بچائے۔

آمین

عبدالکریم از قادیان ۱۰ مئی ۱۹۰۱

قیمت ۱/ تاریخ اشاعت سابقہ مضمون ہذا

تعداد جلد ۳۵۰ یکم مارچ ۱۹۰۱ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان۔